لطائفِ علمیہ

اردو ترجمہ

کتابُ الاذکیا
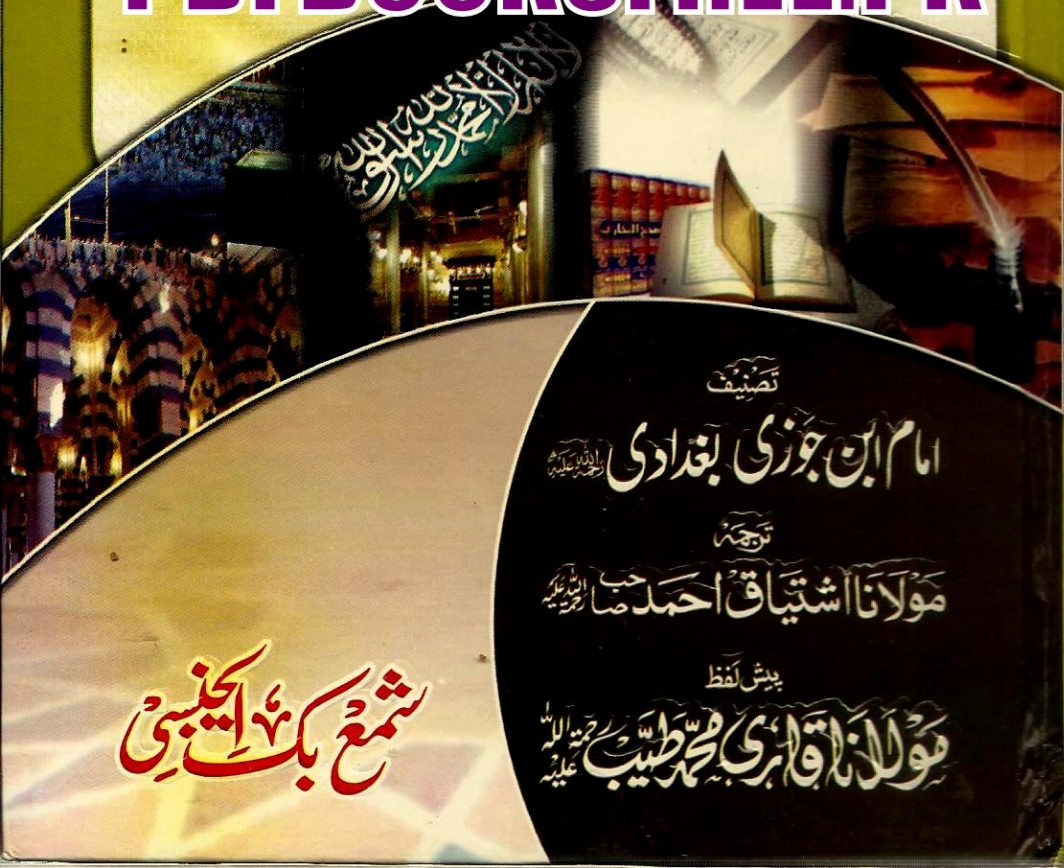
تصنیف

امام ابن جوزی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

مولانا اشتیاق احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ

مولانا قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ

شمع بک ایجنسی

لطائفِ علمیہ

مصنف

امام ابن جوزی

شمع بک ایجنسی
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار، لاھور فون: 37232132

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کر دی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

نام کتاب .... لطائفِ علمیہ

مصنف .... امام ابن جوزی

طابع .... صابر حسین

ناشر .... شمع بک ایجنسی اُردو بازار لاہور

تعداد 1100

سن اشاعت 2012ء

قیمت ....

فہرست مضامین

پیش لفظ

از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

مدظلہم مہتمم دارالعلوم دیوبند

اطیب المقالات

مقالہ مندرجہ ذیل فخر العلماء حضرت مولانا محمد طیب صاحب عمت فیوضہم کے خامہ گہربار (قابل اعتبار قلم یعنی معتمد تحریر) کا نتیجہ ہے۔ جس سے آں محترم نے ترجمہ کتاب الاذکیاء کو مرصع و مزین فرمادیا۔ ممدوح کی ذات گرامی جو "آفتاب آمد دلیل آفتاب" کی مصداق ہے کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بلکہ ہم جیسے تاریک گوشوں کے مکین آپ کی ذات سے بین الانام متعارف ہوسکتے ہیں اور آپ کا علم اور دیگر اعلی خصوصیات بالخصوص ذکاوت بھی علمی حلقوں میں مسلم (تسلیم شدہ) ہے جس کا ایک مشاہدہ یہ مقالہ بھی ہے جس کو پڑھ کر آپ کی وسعت نظر، شگفتہ بیانی اور علمی موقف کے اندازہ کے ساتھ آپ کی ذکاوت بھی واضح ہوتی ہے، قصیر الہمت (کم ہمت) لوگوں کی ہمت افزائی کرکے ان میں عمل کے جذبات ابھارنا بلکہ پیدا کرنا آپ کی ذکاوت کی ایک ایسی مثال ہے جو اس مقالہ کے آخری حصہ میں نمایاں ہوجاتی ہے۔

اشتیاق احمد عفاء اللہ عنہ

۸ الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفے۔ امابعد! خوش طبعی اور مزاح، زندگی اور زندہ دلی کی علامت ہے۔ بشرطیکہ فحش، عریانی اور عبث گوئی سے پاک ہو، واقعاتی مزاح نفس انسانی کے لئے باعثِ نشاط (خوشی کا سبب) اور موجب حیات نو (نئی زندگی کا ذریعہ) اور تازگی کا سبب ہوتا ہے جس سے یہ بانشاط نفس تازہ دم ہوکر زندگی کے اعلی مقاصد کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ ساتھ تفریح نفس اور اس نشاط طبع (خوش طبعی) سے

جہاں خود اپنی طبیعت میں بشاشت و انبساط کے آثار نمایاں ہوتے ہیں وہیں مخاطبوں کی عقلوں اور ذکاوتوں کو بھی دقیقہ سنجی (باریک بینی) اور نکتہ رسی (تیز فہمی) کی طاقت ملتی ہے اور پھر اسی حد تک بشاش طبیعتیں باہم مربوط ہوکر بہت سے ایسے اہم اور مشکل امور کو حل کر لیتی ہے جن سے مردہ اور پژمردہ (مرجھائی ہوئی) طبیعتیں کلیتًا عاجز اور درماندہ (بیچارہ) رہ جاتی ہیں۔ گویا مزاح وخوش طبعی درحقیقت افادہ و استفادہ کا ایک موثر ترین وسیلہ ہے جس سے دو اجنبی طبیعتیں ایک دوسرے سے قریب ہوکر ایک دوسرے کے ذوق سے پوری طرح آشنا ہوتی اور فائدہ اٹھاتی ہیں۔ چنانچہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ اور بالفاظ دیگر مغرور یا بناوٹی وقار کے خوگر (عادی) انسانوں کے یہاں اگر مزاح و بے تکلفی کو حقیر سمجھا گیا ہے تو اسی حد تک وہ ربط باہمی اور عام افادہ واستفادہ کی نعمت سے بھی محروم رکھے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاءعلیہم السلام نے مزاح وخوش طبعی سے کلیتًا کنارہ کشی اختیار نہیں فرمائی۔ جس سے حقوق نفس (نفس کے حقوق) کی رعایت کے ساتھ مخاطبوں کے حقوق محبت کی رعایت اور ان کے استفادہ کی خاطر انہیں بے تکلف بنانے کی اعانت بھی پیش نظر تھی۔ ورنہ انبیاءعلیہم السلام کا رعب وداب اور ہیبت حق سائلوں کو اس کی جرأت ہی نہیں دلا سکتا تھا کہ وہ آگے بڑھ کر کوئی سوال یا استفادہ کر سکتے۔ مزاح کا یہ کتنا عظیم فائدہ اور اس کی تہہ میں یہ کتنی بڑی مصلحت پنہاں تھی کہ حضرات صحابہؓ کے لئے دینی سوال و استفسار اور کمال استفادہ و استرشاد (رشد و ہدایت حاصل کرنا) کے دروازے اس کی بدولت کھل گئے جو ان کے حقوق میں علوم کی فراوانی اور دین و ایمان کی تقویت وترقی کا باعث ہوئے ہیں۔ اس لئے نتیجتًا اہل اللہ اور اہل کمال کا مزاح حقوق کے ساتھ حقوق اللہ کی ادائیگی کا بھی ایک موثر ترین وسیلہ ثابت ہوتا

تہذیب روحانی، تنشیط اذہان اور تفریح عقل کا نام ہے۔ جس کے انبساط (کھل جانا) ہی پر دین کے انشراح کا مدار ہے ورنہ ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ بایں شان اعلیٰ کہ:

كان دائم دائم الفكرة حزيناً

آپ ہمیشہ (فکر آخرت میں) فکرمند اور غمگین سے رہا کرتے تھے۔

اور بایں رعب و ہیبت حق (اسی رعب و ہیبت حق کی وجہ سے) کہ فاروق اعظم جیسے جری اور بہادر صحابہؓ مرعوب و مغلوب ہو کر گھٹنوں کے بل گر جاتے تھے۔ مزاح کو کبھی اختیار نہ فرماتے۔ اگر مزاح محض تفریح نفسانی کا نام ہوتا۔ پس آپ کا اسے اختیار فرمالینا ہی اس کی کافی ضمانت ہے کہ مزاح کی جنس (نفس مزاج) شرعی امور میں اپنا ایک مقام رکھتی ہے۔ گو اس کی بعض انواع (اقسام) جو کذب و جہالت یا حد تمسخر تک پہنچ جائیں وہ مذموم بھی ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ اسلام دین فطرت ہے جو کسی بھی انسانی جذبہ کو مٹانے یا پامال کرنے نہیں آیا بلکہ ٹھکانے لگانے آیا ہے۔ اس نے ان جذبات تک کو بھی یکسر فنا کرنا نہیں چاہا جو عرف عام بلکہ مقبول عام میں معصیت سمجھے جاتے ہیں اور فی نفسہ ہیں بھی معصیت۔ جیسے جھوٹ، دھوکہ، لوٹ مار، چوری، قتل و غارت اور اتراہٹ وغیرہ۔ لیکن ان کو اس نے مٹانے کے بجائے مناسب مقام پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ بتلائی ہوئی حدود کے اندر استعمال ہوں مثلاً اصلاح ذات البین کے لئے جھوٹ، حربیوں کی جنگ میں دھوکہ، جہاد و قصاص میں قتل و غارت، غاصبوں کے ہاتھ سے اپنا مال نکالنے کے لئے چوری، متکبروں اور مغروروں کے مقابل صوری اتراہٹ وغیرہ امور کو صرف جائز ہی نہیں رکھا بلکہ

اور حوصلہ وظرف کے علو سے ابھرتا ہے) تب بھی اسلامی فطرت پر وہ پامال کرنے کے لئے نفس انسانی میں نہیں رکھا گیا بلکہ ٹھکانے لگانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ اندرون حدود کسی صحیح غایت (مقصد) کے لئے استعمال میں آئے اور ظاہر ہے کہ اس کا صحیح محل استعمال اور مناسب غرض و غایت اس سے زیادہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ اہل اللہ اور اہل کمال لوگوں کو اپنے وہبی (اللہ کی طرف سے عطا کردہ) رعب و داب کے دباؤ سے بچانے اور مستفیدین کو اپنے سے قریب اور بے تکلف بنانے کے لئے اسے استعمال کریں۔

نہیں بلکہ اگر وہ خالص نفسانی جذبہ بھی ہوتو بہر حال اسلام کی فطرت شریعت نے نفس کے بھی تو حقوق تسلیم کئے ہیں تا کہ طمانیت باقی رہے اور روح کی اخروی سیر کے لئے مرکب اور سواری کا کام دے۔ پس اگر فطرت اللہ دنیا کو قائم رکھتی ہے تا کہ وہ آخرت کا وسیلہ ثابت ہو اور نفس کی بقاء کے سامان کرتی ہے تا کہ وہ رب العزت تک روح کو پہنچا دے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ دواعی نفس کو باقی نہ رکھے تا کہ وہ روحانی مقاصد کے لئے آلہ کار ثابت ہوں۔ (۱) پس اگر ان ہی دواعی نفس میں مزاح و مذاق اور ظرافت وخوش طبعی بھی داخل ہے تو تا بقاء نفس اس داعیہ کو بھی ضرور باقی رہنا چاہئے۔ البتہ خود نفس اور اس کے دوسرے امیال وعواطف (میلانات) کی طرح اس داعیہ نفس کی بھی حدود، محل استعمال اور طریق استعمال (استعمال کی جگہ اور طریقہ استعمال) ضرور متعین ہوں کہ وہی حدود اس نفسانی جذبہ کو بھی روحانی بنا سکتی ہیں۔ نفس کے ان ہی طبعی جذبات وحقوق کی رعایت کا عام اصول لسان نبوی ﷺ پر ارشاد ہوا کہ

وان لجسدک علیک حقا وان لنفسک علیک حقا و ان لعینک علیک حقا وان لاھلک علیک حقا فصم و نم و قم وافطر (الحدیث اوکما قال)

تم پر تمہارے بدن کا حق بھی ہے۔تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔تم پر تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے۔تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے (یعنی غذا ولباس، تفریح طبع، شب خوابی اور شہوت رانی وغیرہ اندرون حدود (حدود کے اندر) سب ہی تم پر لازم کی گئی ہیں) لہٰذا روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔سوؤ بھی اور جاگو بھی۔قیام صلوٰۃ بھی کرو۔(اور راحت بھی۔)

چنانچہ حضرت صاحب اسوۂ حسنہ ﷺ نے اس مزاح کے عملی بھی اس طرح قائم کر کے دکھلا دیئے جس طرح اور عبادات و عادات کے نمونے دکھلائے اور ایسے نمونے جن میں ظرافت وخوش طبعی انتہائی مگر واقعات کے مطابق اصول شرعیہ کے اندر اور حدود کے دائرہ میں معتدل جس سے آدمی ہنسے بھی اور علم بھی حاصل کرے۔ مذاق کی تفریح بھی ہو اور حکمت سے مالا مال بھی ہو۔خوش طبعی اور سنجیدگی کی آمیزش کے حکیمانہ مرقعے (مجموعہ) مثلاً آپ نے ایک بڑھیا کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

* لا تدخل الجنته عجوز

جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہ ہوگی۔

بڑھیا بے چاری بہت حیران ہوئی۔عرض کیا رسول اللہ ﷺ کیا واقعی بڑھیا جنت میں نہ جائے گی؟ فرمایا

:ھاں، بڑھیا جنت میں داخل نہ ہوگی۔اور آپ مسکرا رہے ہیں اور وہ متعجبانہ (تعجب خیز) حیرانی میں فکرمند ہو رہی ہیں۔آخر جب اس کی حیرانی (پریشانی) کی حدود میں آنے لگی تو فرمایا کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا:

انا انشأنا هن انشأ فجعلنا هن ابکار ا

ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے اور ہم نے ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔

یعنی جنت میں داخل ہوتے وقت وہ بڑھیا نہیں رہیں گی بلکہ انہیں نوجوان اور باکرہ

بنا دیا جائے گا۔ (یہ اس تفسیر پر ہے کہ اس سے حوریں مراد نہ لی جائیں) دیکھئے مذاق کا مذاق ہے اور واقعات سر مو متجاوز نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی ادنیٰ دھوکہ یا چال ہے بلکہ خوش طبعی کے ساتھ ایک تخیل ہے تا کہ فکر مند بنا کر ایک دم ہنسا دیا جائے کہ فکر کے بعد جو فرحت ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی بڑھیا کو اور پوری امت کو اس مزاح سے ایک حکمت و علم کا سبق بھی دیا گیا اور وہ یہ کہ بسا اوقات آدمی اپنے کسی ذہنی منصوبہ سے (جس کا اسے شعور بھی نہیں ہوتا) آیت و روایت کے معنی غلط سمجھ لیتا ہے۔ بڑھیا نے لا تدخل الجنتہ عجوز میں ایک ذہنی قید لگا رکھی تھی کہ لا تدخل الجنتہ عجوز فی الوقت یعنی جو اس وقت بڑھیا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگی۔ حالانکہ مراد یہ تھی کہ داخلہ جنت کے وقت وہ بڑھیا نہ ہوگی۔ یعنی کوئی بھی بڑھیا بحالت پیری جنت میں داخل نہ ہوگی۔ پس اس مزاح سے حکمت کا یہ اصول ہاتھ لگا کر نصوص شرعیہ (آیات و روایات) کی مراد سمجھنے کے لئے ذہن کو تمام خارجی قیود سے آزاد کر لینا چاہئے ورنہ نص کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جائے گا۔ جس سے خود اپنے لئے حیرانی اور پریشانی بڑھ جائے گی جیسا کہ بڑھیا کا حشر ہوا۔ پس ایسی مزاح اور خوش طبعی پر ہزار سنجیدگیاں نثار ہیں جس سے فرحت نفس الگ ہو۔ علم و حکمت الگ حاصل ہو اور قرب و ربط باہمی الگ مستحکم ہو۔ پس یہ مذاق فی الحقیقت تعلیم حکمت کا ایک اعلیٰ ترین شعبہ ہے نہ کہ دل لگی ہے۔

حضرت عدی بن حاتم کو جب یہ معلوم ہوا کہ رمضان میں سحری کھانے کی آخری حد یہ ہے کہ:

کلوا واشربوا حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر

کھاؤ پیو جب تک کہ سفید ڈورا سیاہ ڈورے سے صبح ہونے تک ممتاز نہ ہو جائے۔

تو انہوں نے ایک سفید اور ایک سیاہ ڈورا تکیہ کے نیچے رکھ لیا اور اس وقت تک

کھاتے پیتے رہتے تھے جب تک یہ دونوں ڈورے کھلے طور پر ایک دوسری سے الگ نہ نظر آنے لگتے۔ اس میں کافی چاندنا ہو جاتا مگر ان کا خورد نوش (کھانا پینا) بند نہ ہوتا۔ اور وہ بزعم خود قرآن پر عمل کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے مزاح کے لہجہ میں فرمایا:

ان وسادتک لریض

تیرا تکیہ بڑا ہی لمبا چوڑا ہے (کہ اس کے نیچے سیاہ ڈورا اور سفید ڈورا یعنی لیل ونہار (دن رات دونوں آ گئے۔)

اشارہ تھا کہ سیاہ سفید ڈورے سے سوت کا ڈورا مراد نہیں بلکہ رات کا سیاہ خط اور صبح صادق کا سفید خط مراد ہے۔ جملہ مزاحی ہے مگر بھرپور ہے علم و حکمت سے جو واقعہ کے مطابق ہے اور تعلیم و ارشاد سے لبریز۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے سواری کے لئے اونٹ دے دیجئے۔ فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کراؤں گا۔ اس نے حیرانی کے لہجہ میں عرض کیا یا رسول اللہ بھلا اونٹنی کا بچہ میری کیا سہار کرے گا اور میرا بوجھ کیسے سنبھالے گا؟ بس آپ تو مجھے اونٹ ہی عنایت فرما دیں یہ بچہ کا قصہ چھوڑ دیں۔ جب زیادہ حیران ہونے لگے تب صحابہؓ نے اسے سمجھایا کہ خدا کے بندے اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ تب وہ خوش ہو کر مطمئن ہوا۔

ایک انصاری عورت خدمت نبوی ﷺ میں حاضر تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ جا جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جا، اس کی آنکھوں میں سفیدی ہے۔ وہ ایک دم گھبرائی بوکھلائی ہوئی خاوند کے پاس پہنچی۔ اس نے کہا، تجھے کس مصیبت نے گھیرا جو گھبرائی ہوئی دوڑتی آ رہی ہے؟ اس نے کہا مجھے ابھی نبی کریم ﷺ نے خبر دی کہ تمہاری آنکھوں میں سفیدی ہے۔ اس نے کہا ٹھیک ہے، مگر سیاہی بھی تو ہے۔ تب اسے اندازہ ہوا کہ یہ مزاح تھا اور ہنس کر خوش ہوئی اور فخر محسوس کیا کہ اللہ کے

رسول ﷺ مجھ سے ایسے بے تکلف ہوئے کہ میرے ساتھ مذاق فرمایا۔ مگر سبحان اللہ مذاق کیا تھا، حقیقت سے لبریز تھا۔ جس میں ایک بات بھی خلاف واقعہ نہ تھی۔ نفس میں نشاط آوری مزید برآں تھی۔

نخعیؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا صحابہ بھی ہنسی دل لگی کر لیتے تھے؟ فرمایا ہاں، درحالیکہ ایمان ان کے قلوب میں جمے ہوئے پہاڑ کی طرح جڑ پکڑے ہوئے ہوتا تھا۔ یعنی اس ہنسی میں بھی خلاف واقعہ یا خلاف دیانت کوئی بات نہ ہوتی تھی۔ روایات میں ہے کہ حضرات صحابہؓ آپس میں باتیں کرتے، اشعار بھی ہوتے، خوش طبعی بھی ہوتی، لیکن جوں ہی ذکر اللہ درمیان میں آجاتا تو ان کی نگاہیں ایک دم بدل جاتیں اور یوں محسوس ہوتا کہ گویا آپس میں ان کی کوئی جان پہچان ہی نہیں۔

بہرحال جہاں حضرات صحابہ کا جوہر فکر آخرۃ گریہ و بکا اور خوف وخشیت تھا وہیں حق نفس ادا کرنے کے لئے جائز خوش طبعی اور علمی مزاح بھی ان کا جوہر نفس تھا۔ ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰؓ بیچ میں تھے اور دونوں حضرات دونوں طرف۔ فاروق اعظمؓ نے مزاحاً فرمایا:

علی بیننا کالنون فی لنا

علی ہم دونوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے لنا کے درمیان نون (کہ ایک طرف لام اور ایک طرف الف اور بیچ میں نون) اس کلمہ کے الفاظ کی نشست سے اشارہ تھا اتحاد باہمی کی طرف کہ جیسے لنا میں تینوں حرف باہم جڑے ہوئے ہیں ایسے ہی باہم جڑ کر ایک ہیں اور معناً اشارہ تھا اس طرف کہ جب ہم باہم متحد ہیں تو سب کچھ ہمارے ہی لئے ہے کیونکہ لنا کے معنی ہیں (ہمارے لئے)

حضرت علیؓ نے برجستہ جواب دیا جو مزاح وخوش طبعی کی جان ہے کہ:

لولا کنت بینکما لکنتما لا

اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے۔ (یعنی منفی ہو جاتے) اور کچھ بھی نہ

رہتے کیونکہ لنا کا نون نکل جانے کے بعد لا رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں ''نہیں''
یعنی تم میرے بغیر کچھ نہیں ۔کتنا پاکیزہ مذاق تھا جو علم و حکمت، مناسبات لفظی و معنوی
اور صنائع کلام سے لبریز ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک لڑکی سے مذاق میں فرمایا کہ مجھے تو خالق خیر نے پیدا کیا ہے اور
تجھے خالق شر نے ۔وہ بے چاری رو پڑی اور بھول پن سے یوں سمجھی کہ جب خالق
شر نے مجھے بنایا ہے تو بس شر محض ہوں اور مجھ میں فاروق اعظمؓ جیسی کوئی خیر نہیں
ہو سکتی کیونکہ مجھے خالق خیر نے پیدا ہی نہیں کیا اور یا مجھے گویا خدا نے نہیں پیدا کیا۔نہ
معلوم میں کس مخزن شر سے آپڑی ہوں۔ اس کا گریہ و تحیر دیکھ کر فاروق اعظمؓ نے
فرمایا۔اری اس میں کیا مضائقہ ہے۔خیر ہو یا شر دونوں کا خالق اللہ ہی تو ہے ۔تب
وہ مطمئن ہو کر کھل کھلا پڑی اور سمجھی کہ میں بھی اللہ ہی کی بندی ہوں اور اس کے خالق
شر ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شر میں ہی ہوں۔

صحابہؓ کے بعد تابعین، تبع تابعین، پھر علماء ربانیین عارفین اور حکماء واتقیاء
(متقیین)متقدمین ہوں یا متاخرین ماضی کے اہل کمال ہوں یا حال کے سب ہی
باوجود اعلیٰ ترین خوف وخشیت، تقویٰ وتقدس اور متانت وسنجیدگی کے زندہ دل،
خوش طبع، لطیفہ گو، بذلہ سنج اور ہنس مکھ رہے ہیں اور کبھی بھی ان حضرات نے ترشروئی
تلخ کلامی اور خشکی کو پسند نہیں کیا۔البتہ اس کے حدود کی رعایت کی، اور کبھی اپنے
مذاق کو عامیانہ دل لگی، سوقیانہ مذاق (بازاری مذاق)یا معاذاللہ تمسخر نہیں بنایا جن کی
شریعت نے ممانعت کی ہے۔کیونکہ اس تمسخر اور مسخرہ پن کے مذاق کے بارے میں
حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے کہ:

المزاح استدراج من الشیطان

مذاق دل لگی شیطان کی طرف سے ایک ڈھیل ہے۔جس سے رفتہ رفتہ اپنی طرف
کھینچ لیتا ہے۔

ان ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محروسہ خلافت (خلافت کے محفوظ و مقبوض علاقوں) میں فرمان بھیجا تھا کہ لوگوں کو مذاق دل لگی سے روکا جائے۔ اس لئے کہ اسے مروت جاتی رہتی ہے اور انجام کار غیظ و کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو نزاع باہمی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

اس سے واضح ہے کہ مزاح ایک جنس ہے جس کی ایک نوع مذموم ہے اور ایک ممدوح ومطلوب۔ ایک نزاع آور اور ایک محبت آور۔ اس لئے جنس مزاح کو علی الاطلاق (مطلقاً یعنی بغیر کسی کے قید کے) مذموم نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہئے کہ مزاح ایک جذبہ ہے جس کا منشا باہمی اور مابینی تقارب (ایک دوسرے کی قربت) ہے مگر کم عقل اور بے ہودہ لوگ اسے اپنے جاہلانہ رنگ سے مضر اور بعض بیگانگی کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔

بہر حال اس جذبہ ظرافت اور جوہر خوش طبعی کو طبعی جذبہ کہا جائے یا نفسانی داعیہ، عقلی ابھار کہا جائے یا ذکاوت و تیزی طبع کا جوہر، ہر صورت میں وہ ایک شرعی مقام رکھتا ہے۔ جس سے انبیاء اللہ سے لے کر اقطاب اغواث اور علماء و عرفاء سب ہی گزرے ہیں۔ اس لئے اس کے آثار و لطائف کا مذاکرہ اور اس کی لطف آمیز حکایات کی نقل و روایت نہ منافی علم و حکمت ہے، نہ مناقض دین و دیانت، بلکہ وہ رابطہ باہمی، قرب مابینی (آپس میں ایک دوسرے کی قربت)، آپس داری اور افادہ و استفادہ کی استعداد کا ایک بہترین اور موثر ذریعہ ہے۔

اس لئے علماء محققین نے نہ صرف مزاح کا موقع بموقع استعمال ہی کیا ہے بلکہ اس کے آثار و طریق کو باقی رکھ کر آئندہ نسلوں تک پہنچانے کی بھی سعی کی ہے اور اس سلسلہ میں ذکاوت و ذہانت، حاظر جوابی اور مزاح و لطائف وغیرہ پر کتابیں بھی لکھی گئیں اور مواعظ و ادب کی کتابوں میں اس پر ابواب و فصول بھی باندھے گئے۔ جیسے عقد الفرید، المستطرف اور مختلف کشکول وغیرہ اس کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ ابن

جوزی نے ایک مستقبل کتاب ہی بہ نام کتاب الاذکیاء اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے جس میں ذکاوت ذہانت کے مختلف الانواع نمونے پیش فرمائے ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے لے کر اولیاء، عرفا، علما، صلحا، ادبا، شعرا، رؤسا، ارباب صنعت و حرفت، قضاۃ و الیان، ملک عوام، حتیٰ کہ بدوضع طبقات تک کے مزاح و خوش طبعی اور ذکاوت کے مقالات اور معاملات کے نمونے ابواب و فصول پر منقسم کر کے یکجا کر دیئے ہیں۔ جن سے مختلف اہل کمال کی رسا عقلوں، ذہانتوں، طباعیوں اور زندہ دلی کے جوہر نمایاں ہوتے ہیں اور عقلوں کو مختلف معنوی راہوں میں گھومنے پھرنے کی راہیں ملتی ہیں۔ یہ کتاب فی الحقیقت تاریخ بھی ہے۔ مردہ دلوں اور پژمردہ طبیعتوں کے لئے روح افزاء طب بھی ہے اور کند عقلوں میں تیزی اور امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ آدمی ہنستا بھی ہے اور عبرت بھی پکڑتا ہے۔ پابند منفرح بھی ہوتا ہے اور سوچتا بھی ہے اور اس طرح ایک زندہ طبیعت لے کر اعلیٰ مقاصد کے لئے دوڑتا بھی ہے۔ پس ابن جوزی نے کتاب الاذکیاء لکھ کر دل لگی نہیں کی بلکہ دل کی لگی کا سامان کیا ہے۔ انہوں نے مزاحی حکایات لکھ کر کسی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ سنن صالحین کو یکجا کیا اور اسوۂ حسنہ کی ضروری تفصیلات جمع کی ہیں جو بدعت نہیں، تقویت سنت ہے۔

مگر علامہ ابن جوزی کا یہ ذخیرہ عربی زبان میں تھا۔ زبان بھی ادیبانہ اور خطیبانہ تھی اس لئے اس کا افادہ محض علماء اور ادباء تک محدود تھا اور ان میں بھی ذی استعداد علماء ہی اس سے فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ غیر عربی دان طبقہ اس کتاب کی لطافتوں سے یکسر محروم تھا۔ اس لئے اس کتاب کا باوجود مفید عام ہونے کے عام طبقوں میں کوئی چرچا نہیں تھا۔ میرے محترم بزرگ اور دوست، مولانا اشتیاق احمد صاحب دیوبندی فاضل دیوبند و صدر شعبہ کتابت دارالعلوم دیوبند نے اس مشکل کو حل فرما دیا۔ مولانا ممدوح علمی استعداد کے ساتھ طبعاً ذکی، ذکاوت پسند اور ذکی الحس واقع ہوئے ہیں۔

چنانچہ عرصہ دراز سے باوجودیکہ درس تدریس اور تعلیم اور تعلم کا کوئی مشغلہ جاری نہیں لیکن اس طبعی ذکاوت و حفظ سے علمی استعداد محفوظ اور مسائل مستحضر ہیں۔ ممدوح کی نگاہ اتفاقاً کتاب الاذکیاء پر پڑ گئی۔ ذکی کو ذکات ہی کی سوجھتی ہے اور ذکاوت اپنا راستہ خود ہی ڈھونڈ نکالتی ہے۔ آپ کی ذکاوت نے رہنمائی کی کہ کتاب الاذکیاء کی ذکاوتوں کو عربیت کی حد بندیوں سے نکال کر ہندوستان کے منظر عام پر لایا جائے اور عربی لباس کی جگہ اردو کے مرصع لباس میں اسے جلوہ گر کیا جائے۔ تاکہ غیر عربی داں اذکیاء تو اس ذکاوت سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکیں اور اغبیاء اپنی غباوت کا معالجہ کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے کتاب الاذکیاء کا عام فہم سلیس با محاورہ اردو ترجمہ جس میں اصل عبارت کی روح بدستور قائم ہے یاران نکتہ داں کے لئے پیش کیا ہے۔ اصل کتاب میں علامہ ابن جوزی کی ذکاوت کی روح دوڑ رہی ہے اور ترجمہ میں اس روح کے تحفظ کے ساتھ مترجم کی ذکاوت کی روح بھی کارفرما ہے۔ اس لیے ترجمہ دو ذکاوتوں کا مجموعہ بن کر دو روحوں کا پیکر بن گیا ہے۔ اس لئے مستفیدین اگر بنظر غائر مطالعہ کریں گے تو دوہری ذکاوت سے بہرہ مند ہوں گے اور ان پر واضح ہوگا کہ یہ کوئی مروجہ قسم کے لطیفوں اور ہنسنے ہنسانے کے عامیانہ قصوں کا کوئی گول گپا نہیں بلکہ ادبی، تاریخی، تہذیبی، علمی اور شرعی دلچسپیوں کا ایک خزانہ ہے جس میں بہت سی باتیں مزاح کی ہیں مگر دانائی اور زیرکی کے آثار پیدا کرتی ہیں اور ان سے بشاشت آمیز سنجیدگی، طلاقتہ وجہ (خندہ پیشانی) اور تبسم آمیز لہجہ میں علمی لطائف بولنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

عرصہ دراز گذرا کہ میں نے بھی اس کتاب کا مطالعہ کیا تھا اور اکثر سفر و حضر میں یہ کتاب الاذکیاء میرے ساتھ رہتی تھی۔ کئی بار بطور آرزو یہ خطرہ گذرا کہ کاش اس کا ترجمہ ہو جائے۔ الحمدللہ کہ ایک عرصہ کے بعد اس خواب کی تعبیر ترجمہ کتاب الاذکیاء کی صورت میں سامنے آ رہی ہے اس لئے ترجمہ اور تکمیل آرزو کی دوہری خوشی میسر

آئی۔

فللہ الحمد و المنتہ ثم للتمرجم۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب الاذکیاء کے اس بامحاورہ اور علمی ترجمہ اور اس کے ضمن میں مترجم ممدوح کے تاریخی فٹ نوٹس کو جو مستقلاً افادی شان رکھتے ہیں قبول فرمائے، اس کا نفع عام ہو اور مترجم دام مجدۃ کو اس علمی عرق ریزی پر دارین میں بہترین صلہ اور بدلہ عطا فرمائے آمین۔

محمد طیب غفرلہ

1 مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۸۔۴۔۷۲ھ

مقدمہ

از مترجم مولانا اشتیاق احمد صاحب مدظلہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين و الصلوٰة و السلام على خير خلقه سيد الاولين والاخرين سيدنا و مولانا محمد خاتم النبين و اله و صحبه اجمعين . اما بعد !

مقدم العلماء (علماء کے پیشوا) حضرت امام ابن الجوزی رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف کردہ "کتاب الاذکیاء" کے حوالہ سے بعض کتب میں سلف کے چند واقعات ذکاوت میری نظر سے گذرے جو نہایت دلچسپ اور اعلیٰ درجہ ذکاوت کا نمونہ تھے تو مجھے اس کے مطالعہ کا شوق ہوا۔ یہ کتاب الحمدللہ آسانی سے دستیاب ہو گئی۔ اس کو دیکھ کر معلوم ہوا کہ یہ فرضی اور اختراعی لطائف کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ اس کا اکثر بلکہ تمام تر حصہ تاریخی واقعات اور احادیث سے مستنبط ہے اور جس قدر مقولات اور حکایات اس میں تحریر کی گئی ہیں، بے اصل کہانیاں اور عامیانہ باتیں نہیں ہیں بلکہ بیش قیمت سات سو علمی لطائف ہیں اور جس قدر بھی زریں مقولات اور دلچسپ قصص تحریر کئے گئے ہیں، سب میں کتاب کے موضوع یعنی ذکاوت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے اور حسن ترتیب کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور حضور ﷺ و خلفا راشدین و سلاطین اور اکابر سلف کی مجالس کے بہت سے دلچسپ سوالات اور برجستہ جوابات کو ایسے دلنشین انداز میں ذکر کیا گیا ہے کہ گذشتہ بابرکت دور کا نقشہ اس طرح پیش نظر آ جاتا ہے کہ گویا ہم خود اس مجلس کے شریک ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شگفتہ مزاجی کے ساتھ باہمی تعلقات سے جن کا مختلف مناسب مواقع میں ذکر کیا گیا ہے واضح ہو جاتا ہے کہ ان حضرات کی زندگی کے تمام لمحات دنیا سے کنارہ کشی کے ساتھ زاہدانہ طور پر ہی بسر نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی معاشرت باہمی طور پر نہایت سنجیدہ

اور شگفتہ دلی کے ساتھ عنایت اعتدال پر تھی۔ علمی اور ادبی ذوق رکھنے والوں کے لئے شعراء اور نساء حنفطنات (ذہین وفطین عورتوں) کی حاضر جوابیاں نثر میں یا برمحل اشعار میں جوارتجالاً (فی البدیہہ) اور بے ساختہ کہے گئے بہت ہی جاذب توجہ ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے نوادر نظر سے گذرے جن سے خواص اہل علم اور عوام سب ہی متمتع (فائدہ اٹھانے والا) اور لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ حضرت مصنف قدس اللہ سرہ نے جن افاضات کے پیش نظر اس کتاب کی تدوین کی ہے جن کو مختصر دیباچہ میں ذکر بھی کیا ہے یعنی یہ کہ تاریخی حیثیت سے ناظرین کو ان عقلاء کے مرتبہ کا صحیح علم ہو جائے جن کا ذکر کسی واقعہ میں کیا گیا ہے اور یہ کہ مطالعہ کرنے والوں کی عقل میں حدت استنباط نتائج (پر جوش نتائج حاصل کرنے) کا ملکہ ہو جائے وغیرہ۔ یقیناً یہ اپنے موضوع میں مکمل ہونے کے ساتھ اس سے بہت زیادہ فوائد کی حامل ہے۔ امید ہے کہ ہمارے طلبہ اور نوجوانوں کے لئے اس کا مطالعہ ایک بڑے شفیق مربی کی طویل صحبت کا فائدہ بخشے گا جو افسوس ہے کہ کمیاب ہوتی جا رہی ہے۔

یہ کتاب عربی زکان میں ہے جس سے ایسے اصحاب ہی مستفید ہو سکتے ہیں جو عربی سمجھنے کی استعداد رکھتے ہوں۔ اس کی افادیت کو دیکھ کر میرے دل میں یہ داعیہ (شوق) پیدا ہوا کہ اگر اس کا ترجمہ اردو زبان میں اس انداز کے ساتھ ہو جائے کہ کلام روح اس نشاۃ ثانیہ (دوسری پیدائش یعنی دوسری زبان اردو) میں آ کر باقی رہے جس سے خواص کے ساتھ عوام بھی پورے طور پر محفوظ ہو سکیں تو اس کی افادیت عام ہو سکتی ہے۔ تو کلا علی اللہ حسب ذیل التزامات کے ساتھ ترجمہ شروع کر دیا گیا۔

۲۔ ترجمہ کے بامحاورہ ہونے کا اس حد تک خیال رکھا گیا ہے کہ کلام کا مطلب سمجھنے میں عام استعداد کے ناظرین کو الجھن نہ پیش آئے اور عربی الفاظ کے ترجمہ سے مطابقت بھی قائم رہے۔

۳۔ بعض لطائف ایسے ہیں جن کا تعلق الفاظ کی خصوصیت سے ہے۔ ایسے مواقع

پر صرف ترجمہ پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ وہ الفاظ یا عبارت لکھ کر قوسین کے درمیان یا بالمقابل دوسرے کالم میں ترجمہ لکھ دیا گیا۔

۴۔ اشعار میں صرف ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اصل شعر لکھ کر نیچے اس کا بامحاورہ ترجمہ کر دیا گیا تا کہ عربی قابلیت رکھنے والے اصحاب لطف کلام سے بہرہ اندوز ہوسکیں۔

۵۔ کسی ترجمہ کو بامحاورہ یا کسی مضمون کو واضح کرنے کے لیے اگر کوئی اضافہ ضروری سمجھا گیا تو اس کو قوسین سے ممتاز کر دیا گیا۔

۶۔ اگر اصل میں اتنا اختصار دیکھا گیا کہ جو مطلب سمجھنے میں مخل (روکاٹ) ہو تو اس کی بقدر ضرورت وضاحت کر دی گئی۔

۷۔ جو بات کسی تاریخی واقعہ سے متعلق ہے تو اس واقعہ کو بھی ذکر کر دیا ہے تا کہ ناظرین کی بصیرت اور علم میں اضافہ ہو۔

۸۔ جس حکایت میں ذکاوت کا پہلو روشن نہیں تھا وہاں قوسین کے درمیان اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔

۹۔ جملہ حکایات کتاب پر شمار کے نمبر لگا دیئے گئے اور اگر کوئی مناسب مقام حکایت کسی دوسری کتاب سے اخذ کر کے فٹ نوٹ میں لکھی گئی تو اس پر نمبر نہیں لگایا گیا۔

۱۰۔ اگر کوئی حکایت کسی مستند کتاب میں اس سے مختلف صورت میں ذکر کی گئی تو اس کو بھی فٹ نوٹ میں تحریر کر دیا گیا۔

ترجمۃ المؤلف (مؤلف کے حالات زندگی)

اس کتاب کے مؤلف امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ چھٹی صدی کے جلیل القدر علماء اسلام میں سے ہیں۔ بغداد میں رہتے تھے۔ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن علی ہے۔ جمال الدین خطاب اور ابن الفرج کنیت ہے۔ آپ کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک بواسطہ محمد بن ابی بکر پہنچتا ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے بہت بڑے خطیب اور بہت سے علوم حدیث وتفسیر وفقہ وادب وتاریخ وغیرہ میں بے مثال تھے۔ بغداد میں ۵۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی مجالس وعظ اس قدر موثر ہوتی تھیں جن کی نظیر دنیا میں نہ تھی جس سے ہزاروں آدمی نصیحت حاصل کر کے گناہوں سے تائب ہوتے تھے اور ہزاروں مشرک اسلام قبول کرتے تھے۔

آپ کی تصنیفات مختلف علوم میں تین سو چالیس سے زیادہ ہیں، اور ان میں سے بعض تو اس قدر مبسوط ہیں، کہ بیس جلد تک پہنچ گئی ہیں، کل مجلدات کی تعداد دو ہزار ہے۔ آپ نے آخری عمر میں اس کا اظہار کیا ہے، کہ میں نے ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ اور میرے ہاتھ پر ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی ہے، اور بیس ہزار یہودیوں اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ منقول ہے کہ جن قلموں سے آپ احادیث رسول ﷺ لکھتے تھے، ان کے تراشے محفوظ رکھتے تھے، ان کا انبار لگ گیا، آپ نے یہ وصیت کی تھی، کہ میرے انتقال کے بعد جب غسل دیا جائے، تو اسی سے پانی گرم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، تو پھر بھی اس کا ایک حصہ باقی بچ گیا۔ آپ کی وفات بغداد میں ۵۹۷ء میں ہوئی۔ (ماخوذ از ترجمۃ المولف تلقیح)

المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد

اشتیاق احمد عفا اللہ عنہ

دیوبندی، یکم ربیع الاول ۱۳۷۲ ہجری

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے ہم کو فہم کامل (سمجھ کر سمجھنے کا

اہل) بننے کی صلاحیت بخشی، اور ہم کو علم کے زیور سے آراستہ فرمایا، اور عقل کی باگ ڈور کا مالک بنایا، اور ہم کو قوت گویائی (بولنے کی طاقت) سے مزین کیا، اور پناہ چاہتے ہیں، ہم اللہ سے صفا فکر کی مکدر ہونے سے اور قوت ذہن کے کند ہو جانے سے، اور رحمتیں نازل فرمائے اللہ اس ذات پر جس کو جامع کلمات کے ساتھ اس امت کی طرف مبعوث فرمایا گیا، جو دوسری امتوں سے زیادہ عقل مند ہے، اور آپ کے تمام پیرو کار اور آپ کے اتباع کے واضع راستوں پر چلنے والوں پر بہت بہت سلام بھیجے۔

امابعد عقل سب سے بڑی بخشش ہے کیونکہ وہ اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے اور اسی سے نیکیوں کے اصول بنتے ہیں اور انجام کا لحاظ کیا جاتا ہے اور باریکیوں کو سمجھا جاتا ہے اور فضائل حاصل کیے جاتے ہیں اور چونکہ نعمت عقل کے سلسلہ میں عقلاء سے باہم اختلاف ہے تو میں نے چاہا کہ ایک کتاب میں ایسے اہل ذکاوت کی باتیں جمع کی جائیں جن کی عقلی قوت طاقت ور ہو اور ذکاوت بوجہ ان کی عقلوں کی جوہریت کے روشن ہو۔ اس سے تین غرضیں ہیں۔

اول یہ کہ جن کے واقعات تحریر کیے جائیں ان کی ذکاوت کا مرتبہ پہچانا جا سکے۔ دوم یہ کہ سامعین میں اگر اس مقام پر پہنچنے کی استعداد ہے تو ایسے حالات کے علم سے ان کی عقل میں بھی نکتہ آفرینی پیدا ہو سکے گی اور یہ ثابت امر ہے کہ ذی عقل سے ملنا اور صحبت میں بیٹھنا سمجھدار کے لیے مفید ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ رضی کا مقولہ ہے۔

فانتی ان اری الدیار بطرفی فلعلی اعی الدیار بسمعی

یہ تو میری قسمت میں نہیں کہ میں ان شہروں کو بچشم خود دیکھ لوں۔ مگر یہ امید ہے کہ اخبار مسموعہ (سنی ہوئی خبروں) کے ذریعہ سے ان کا تصور اپنے ذہن میں جما لوں۔

یحیٰی بن اکثم کہتے ہیں کہ مامون الرشید کا مقولہ ہے جو ابراہیم سے ہم نے یہ کہتے سنا کہ لوگوں کی عقلوں کے توازن پر نظر کرنے سے زیادہ کوئی چیز دلچسپ نہیں ہے۔

سوم یہ کہ ہر ایسے شخص کی تادیب بھی ہو سکے گی جو خودرائی (عجب) کے پندار (گمان) میں مبتلا ہوگا جبکہ اس کے سامنے ایسی چیزیں آئیں گی جن تک رسائی اس کے ذہن کے لئے دشوار ہوگی اور اللہ توفیق بخشنے والا ہے۔

باب ۱
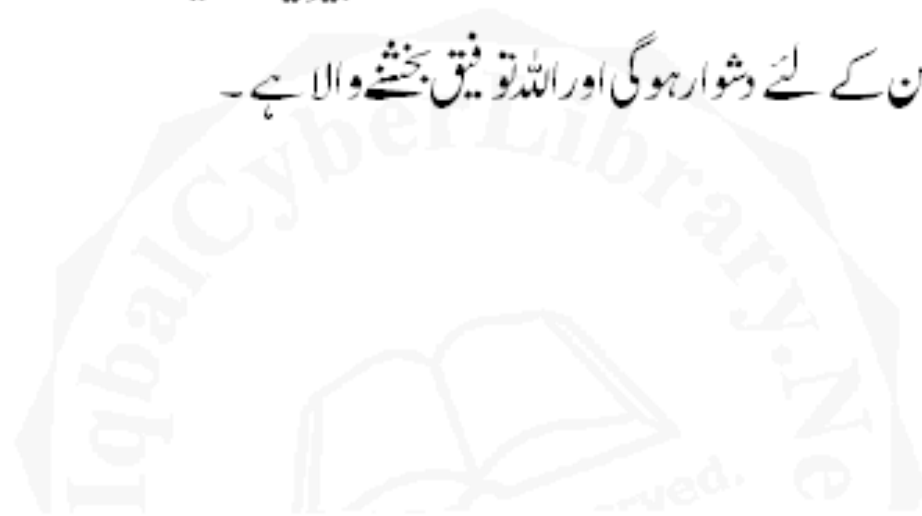
فضلیت عقل کے بیان میں

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت :۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ملے اور سوال کیا کہ اے ام المومنین ایک شخص قیام کم کرتا ہے اور زیادہ سوتا ہے (یعنی نوافل کم پڑھتا ہے) دوسرا شخص قیام زیادہ کرتا ہے اور کم سوتا ہے، ان دونوں میں سے آپؓ کس کو پسند کریں گی؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ یہی سوال میں نے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ جواب دیا تھا کہ دونوں میں سے پسندیدہ شخص وہ ہے جو زیادہ ذی عقل ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا سوال دونوں کی عبادت کے بارے میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ دونوں سے صرف عقل کے باب میں سوال ہوگا جو زیادہ عقل مند ہے (عقل معاد آخروی عقل) مراد ہے وہ دنیا و آخرت میں کم عقل سے فضلیت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص کے اسلام کو اس وقت تک بلند مرتبہ نہ سمجھو جب تک اس کی عقل کی گرفت کو نہ پہچان لو۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کا یہ ارشاد میں نے سنا کہ پہلی شے جس کو اللہ نے پیدا کیا قلم ہے۔ پھر نون کو پیدا کیا اور اس سے دوات مراد ہے۔ پھر حکم کیا کہ لکھ، قلم نے سوال کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا کہ لکھ جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے۔ پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا کہ مجھ کو اپنی عزت کی قسم میں تجھ سے مکمل کروں گا اس کو جو میرا پسندیدہ ہوگا اور اس کو کم دوں گا جو مجھے ناپسند ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا تو اس کو حکم دیا کہ پیچھے ہٹ، تو وہ پیچھے ہٹی۔ پھر حکم دیا کہ آگے بڑھو تو آگے بڑھی تو فرمایا

میری عزت کی قسم میں نے کوئی چیز تجھ سے زیادہ اچھی پیدا نہیں کی ۔ تیرے ہی اعتبار سے ہم عطا کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم سلب کریں گے اور تیرے ہی اعتبار سے ہم مواخذہ کریں گے ۔

وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے انبیاء پر نازل کیا کہ شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مومن سے زیادہ شاق نہیں، حالانکہ وہ سو جاہلوں کو برداشت کرلیتا ہے۔ چنانچہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور ان کی گردنوں پر سوار ہو جاتا ہے اور جس طرف لے جانا چاہتا ہے وہ اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور عقلمند مومن سے مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس پر سخت دشوار ہوتا ہے۔ یہاں تک اپنے مطلب کی کوئی شے اس سے حاصل نہیں کرسکتا۔

وہب کا قول ہے کہ شیطان کے لئے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ٹلا دینا چٹان چٹان اور پتھر جدا کرکے آسان ہے صاحب عقل مومن کے مقابلہ سے۔ کیونکہ مومن جب صاحب عقل و صاحب بصیرت ہوگا تو شیطان پر پہاڑ سے زیادہ بھاری اور لوہے سے زیادہ سخت ہوگا اور وہ ہر حیلہ سے اس کو اس کے مقام سے ہٹانے کی کوشش کرے گا مگر وہ نہ ہٹا سکے گا اور وہ افسوس کرتا ہوا اعتراف کرے گا کہ میرا اس کو گمراہ کرنے پر بس نہ چلا اور پھر وہ جاہل کی طرف مڑ جائے گا اور اس کو اسیر کرکے اس کی گردن پر سوار ہو کر ایسے رسوائی کے مقامات پر پھینک مارے گا جو آخرت سے پہلے دنیا ہی میں برباد کردیں۔ جس کے نتیجہ کے طور پر وہ کوڑوں کی اور پتھراؤ کی سزا میں گرفتار ہو۔ اس کا سر مونڈ اور منہ کالا کیا جائے اور ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں اور سولی دیا جائے اور دو آدمی ایک ہی قسم کے نیک عمل کرنے میں بظاہر بالکل برابر ہوتے ہیں مگر جب ان میں کا ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ عقل مند ہوتا ہے تو ان دونوں اعمال کے درجات میں مشرق و مغرب کا بلکہ اس سے بھی زیادہ تفاوت ہوتا ہے۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے

اللہ کے معاملے میں ہوشیار رہنا کیونکہ اللہ کے معاملوں میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اعمال بھی سب سے زیادہ اچھے ہوتے ہیں اور شیطان صاحب عقل سے بھاگتا ہے اور اس میں یہ طاقت نہیں کہ اس سے جیت سکے۔ اے بیٹے جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا ہو اس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالی کی نہیں ہوسکتی۔

مطرف فرماتے ہیں کہ بندے کو ایمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی افضل چیز نہیں دی گئی۔

حضرت معاویہ بن قرۃ فرماتے ہیں کہ لوگ حج بھی کرتے ہیں اور عمرہ بھی اور جہاد بھی کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں (مگر اجر میں سب برابر نہیں رہیں) لیکن قیامت کے دن ان کی عقلوں کی مقدار کے مناسب ہی ان کو اجر دیا

باب ۲

○ عقل کی ماہیت اور اس کے محل کے بیان میں

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مقولہ ہے کہ عقل (انسان کی ایک طبعی صفت ہے جو اس کی ماہیت (حقیقت) کے ساتھ گڑی ہوئی شے ہے اور یہی محاسبیؒ سے منقول ہے۔ محاسبی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپؒ نے فرمایا کہ عقل ایک نور ہے اور دوسروں نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل ایک قوت ہے، جس کے ذریعہ سے معلومات کی حقیقتوں کو جدا جدا کیا جاتا ہے اور بعض نے یہ تعریف کی ہے کہ عقل علوم ضروریہ کی ایک نوع ہے اور وہ ایسا علم ہے جس سے جائز امور کا جواز اور محالات کا محال ہونا منکشف ہو جائے اور بعضوں نے یہ کہا ہے کہ عقل ایک جوہر بسیط ہے اور بعضوں کا یہ قول ہے کہ عقل ایک شفاف جسم ہے اور ایک اعرابی سے عقل کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے جواب دیا کہ تجربات کا نچوڑ ہے جو بطور غنیمت ہاتھ لگ جائے۔

اور سمجھ لو کہ اس بات میں تحقیق یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس اسم یعنی عقل کا اطلاق مشترک طور پر چار معنوں پر ہوتا ہے۔ اول وہ وصف جس کے ذریعہ انسان دیگر بہائم (حیوانات) سے ممتاز کیا جاتا ہے اور یہ وہ وصف ہے جس سے انسان میں علوم نظریہ کے قبول کرنے کی استعداد ہوئی اور قوت فکریہ کے مخفی نقشے کے مطابق صنعتوں کی تیاری و تدابیر کی اس میں صلاحیت ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کو ایک گڑی ہوئی چیز (عریزۃ) کہا ہے ان کی یہی مراد ہے، اور گویا وہ نور ہے جو انسان کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اشیاء کے ادراک کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

دوسرا اس علم پر اطلاق ہوتا ہے جو طبیعت انسانی میں رکھا گیا ہے۔ جس سے جائز شے کا جواز اور محال کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تیسرا اطلاق اس علم پر بھی آتا ہے جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کو بھی عقل کہہ دیا جاتا ہے۔ چوتھا اطلاق اس

قوت کے منتہی پر بھی آتا ہے جس کو گڑی ہوئی چیز کہا گیا تھا اور وہ منتہی یعنی آخری حد یہ ہے کہ وہ قوت ان خواہشوں کو فنا کر ڈالے جو اس کو (انجام سے لاپروا کر کے) جلد پیدا ہونے والی لذت کی طرف دعوت دیتی ہیں اور لوگ ان حالات میں مختلف درجات پر ہیں بجز قسم ثانی کے کہ وہ ایک علم ضروری ہے اور ہم نے اس کی شرح اور عقل کے فضائل پورے طور پر اپنی کتاب منہاج القاصدین میں تحریر کر دیئے ہیں۔ یہاں جس قدر اشارہ کر دیا گیا وہ کافی ہے۔

فصل اس اسم یعنی عقل کے مشتق کے بارے میں ثعلب کا قول ہے کہ اس کے اصلی معنی امتناع (روکنا) ہیں کہا جاتا ہے عقلت الناقۃ جب ہم نے ناقہ کو چلنے سے روک دیا ہو اور عقل بطن الرجل جب اسہال بند ہو جائیں۔

فصل عقل کے مقام کے بارے میں امام احمد سے مروی ہے کہ اس کا مقام دماغ اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور ایک جماعت کی ہمارے اصحاب (یعنی حنابلہ) میں سے یہ رائے ہے کہ اس کا مقام دل ہے۔ امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں۔

فتکون لہ قلوب یعقلون بہا۔

اور اس آیت سے بھی لمن کان لہ قلب یہاں قلب عقل کے معنی میں ہے (جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں) اس لئے کہ قلب عقل کا محل ہے۔

باب 3

''ذہن'' اور ''فہم'' اور ''ذکا'' کے معنی

ذہن کی تعریف یہ ہے کہ ذہن ایک قوت ہے نفس میں جو رایوں کے حاصل کرنے کے لئے مستعد تیار رہتی ہے اور اس قوت کی تیاری کے ساتھ جبکہ جید او راعلیٰ کا مفہوم شامل کر دیا جائے گا تو فہم کی تعریف ہو جائے گی اور اسی قوت کے ساتھ حدس کی جودت یعنی اعلیٰ درجہ کا مفہوم شامل کیا جائے کہ قلیل وقت میں بغیر دیر لگائے کام کرے تو یہ ذکاء کی تعریف ہو جائے گی (حدس کے معنی ہیں ذہن کا اصل مفہوم کی طرف اور نتیجہ حاصل کرنے کے لئے سرعت کے ساتھ منتقل ہونا) تو ذکی یعنی ذکا کسی قول کو سنتے ہی اس کی مراد جان لیتا ہے۔ بعض لوگوں نے یہی تعریف فہم کی کی ہے۔ ان کا قول ہے کہ تعریف فہم کی یہ ہے کہ کسی قول کو سنتے ہی اس کے معنی کا علم ہو جانا فہم ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ذکاء کی تعریف ہے سرعت فہم اور اس کی باریک بینی اور بلادت اس کے جمود کو کہتے ہیں۔ زجاج کا قول ہے کہ ذکاء کے معنی لغت میں کسی شے کے تمام ہونے کے ہیں۔ جب عمر اپنے کمال پر پہنچ جائے تو الذکاء فی السن کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب فہم اپنے کمال پر پہنچ جائے گی تو اس کو الذکاء فی الفہم کہا جائے گا۔ تو ذکاء کا مفہوم ہوگا کہ وہ ایسی فہم ہے جو کامل اور اصل مراد کو سرعت کے ساتھ قبول کرنے والی ہو اور بولتے ہیں ذکیت النار جب ہم آگ کو پورے طور پر سلگائیں، ابوبکر بن الانباری فرماتے ہیں کہ یہ قول فلان ذکی جس کے معنی کامل سمجھ اور تام الفہم کے لیتے ہیں ماخوذ ہے عرب کے اس مقولہ سے کہ قد ذکت النار تذکو جب کہ آگ سلگنے کا عمل تام ہو جائے اور کہا جاتا ہے اذکیتھا انا جبکہ ہم پورے طور پر سلگانا ختم کر لیں اور کہا جاتا ہے مسک ذکی جب مشک خوشبو پوری اور اپنی قوت نفاذ میں کامل ہو۔ جمیل کا قول ہے:

أ صادات فؤادی بعینها او مبتسم کانه حین ابدته لنا برد عذب

كان ذكى المسک خالطه، و الزنجبيل مأالمزن و الشهدا

محبوبہ نے میرے دل کو اپنی دونوں آنکھوں سے شکار کرلیا اور جائے تبسم یعنی لبوں سے جب اس نے ہم پر اس کو ظاہر کیا تو گویا وہ اولا ہے اور ایسا میٹھا ہے گویا کہ تیز مہکتا ہوا مشک اور زنجبیل اور بارش کا پانی اور شہد اس میں ملے ہوئے ہیں۔

اور کہا جاتا ہے قد ذکیت الشاۃ جب بکری کے ذبح سے فارغ ہو جائیں اور اس کی ضروری حد تمام کرچکیں۔کسی شاعر نے کہا ہے:

نعم ھو ذکیھا وانت اضعتھا

والھاک عنھا خرقۃ وفطیم

ہاں اس نے بکری کے ذبح سے فراغ پائی مگر تو نے اسے ضائع کیا اور تجھے اس سے خرفہ اور فطیم نے غافل کر دیا۔

اور عرب کا محاورہ ہے جری المذکیات غلاب (گھوڑوں نے غلبہ کے ساتھ یعنی شاندار طریقہ پر چلنا شروع کیا) یعنی پورے عمر کے گھوڑوں نے جو طاقت وغلبہ میں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے چلنا شروع کیا۔اس محاورہ کی بناء یہ ہے کہ گھوڑوں میں جو مذکیہ ہیں یعنی وہ جن کی قوت اور شباب مکمل ہو جائے،ان پر بوجھ سخت زمین پر کھڑا کر کے رکھا جاتا ہے۔کیونکہ ان قوت اور ان کے اعضاء کی سختی قابل اعتماد ہوتی ہے اور وہ نوعمر امنٹ اور چھوٹے گھوڑوں کی طرح نہیں ہوتے جن کے لئے ان کے کمزور اور چھوٹے ہونے کی وجہ سے نرم زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔کیونکہ ان میں پورے گھوڑوں جیسا جماؤ نہیں ہوتا اور بعض لوگ اس طرح بولتے ہیں جری المذکیات غلاء اور غلاء جمع غلوۃ کی ہے۔غلوۃ اس فاصلہ کو کہتے ہیں جو ایک تیر زیادہ سے زیادہ طے کرسکتا ہے۔ذکاء کے معنی سمجھ کی پختگی ہے۔اس کی مثال میں کسی شاعر کا شعر ہے:

سھم الفوأد ذکاؤہ ماشلہ

عــنــد الــعــزيــمة الانــام ذكــاء

دل کا تیر اس کی ذکاوت ہے کہ پختہ ارادہ کے وقت میں کسی کی ذکاوت اس کی ذکاوت کے مثل نہیں ہے۔

اور زہیر کا ایک یہ شعر ہے جس میں ذکاء کو پوری عمر کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

ویــفــضــلــهــا اذا جتهــدت عــلــيــه

تــمــام الســن مــنــه والــذكــاء

جب کبھی وہ اس کا مقابلہ کرتی ہے تو نر کو اس کی عمر کی پختگی اور کمال سن مادہ پر غالب کر دیتا ہے۔

اور لفظ ذکاء جو ان دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے مد کے ساتھ ہے اور ذکاء بمعنی آگ کو پورے طور پر بھڑکنا الف سے بغیر مد تحریر کیا جاتا ہے۔ ایک شاعر کا قول ہے۔

وتــضــوم فــی الــقــلــب اضــطــراماً کــانــه

ذکــا الــنــار تــرفــیــه الــریــاح الــنــوافــح

اور محبوبہ دل میں ایسی آگ بھڑکاتی ہے گویا کہ وہ پوری بھڑکی ہوئی آگ ہے۔ جس کو تیز ہوائیں بھڑکنے میں مدد پہنچا رہی ہیں۔

اور کہا جاتا ہے مسک ذکی اور مسک ذکیۃ جس کے نزدیک مسک مذکر ہے وہ مذکر کے اور جس کے نزدیک مؤنث ہے وہ مؤنث کے صیغہ کے ساتھ استعمال کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ تانیث باعتبار رائحہ ہے۔ فراء سے یہ شعر مروی ہے۔

لــقــد عــاجــلــتــنــی بــالســبــاب وثــوبــهــا

جــدیــل ومــن اثــوابــهــا الــمــســك تــنــفــخ

اس نے مجھے گالیاں دینے میں جلدی کی، حالانکہ اس کے کپڑے نئے تھے اور ان میں سے مشک کی خوشبو مہک رہی تھی۔

یہاں مسک بول کر رائحتہ المسک مراد لیا گیا ہے۔

ابوغفان مہزمی کا قول ہے کہ مسک اور عنبر دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ مذکر بھی اور مونث بھی۔ باب ۴

ان علامات کا بیان جن سے کسی عاقل

اور ذکی کی عقل اور ذکاء پہچانی جاتی ہے

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ یہ علامات دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو باعتبار صورت کے ہیں۔ دوسری وہ جو معنوی ہیں اور احوال وافعال سے متعلق ہیں۔

پہلی قسم کا بیان:

معتدل مزاج اور اعضاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوت اور ذہانت کی دلیل ہے:

حکماء کا قول ہے کہ معتدل مزاج اور اعظاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوت اور ذہانت کی دلیل ہے۔ موٹی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوت اور اس کی زیادتی پر، اور جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی اور اس میں تیزی ہو وہ مکار، حیلہ باز، چور ہے اور سیاہ پتلی والی آنکھ اوروں سے زیادہ اچھی ہے اور جب سیاہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو اور اس میں زردی اور سرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے اور جس کی آنکھ چھوٹی اور اندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا اور جس کا چہرہ ہنستا ہوا ہو وہ سمجھدار ہوگا اور اہم کاموں کا اہتمام کرنے والا اور لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کا زیادہ اظہار ہوتا ہے اور معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

(۲) عقلمند آدمی جب اس کا چہرہ اور قد سامنے ہو تو چھپ نہیں سکتا:۔

عجلان کہتے ہیں کہ مجھ سے زیاد نے کہا کہ میرے پاس کسی عقلمند آدمی کو لاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں نہیں سمجھا کہ آپ کی مراد کس شخص کو بلانا ہے۔ انہوں نے جواب

دیا کہ عقل مند آدمی جب اس کا چہرہ اور قد سامنے ہوتو چھپ نہیں سکتا تو میں تلاش میں نکلا ہی تھا کہ ایک شخص میرے سامنے آیا جو وجیہہ اور دراز قد و فصیح اللسان تھا۔ میں نے اس کو چلنے کے لئے کہا۔وہ آ کر زیاد سے ملا۔زیاد نے کہا کہ اے شخص میں آپ سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں ایک معاملہ میں۔کیا آپ تیار ہیں۔اس نے جواب دیا کہ میں پیشاب کو روکے ہوئے ہوں اور ایسے شخص کی رائے نا قابل اعتماد ہے۔ زیاد نے مجھ سے کہا کہ اے عجلان اس کو بیت الخلاء لے جاؤ۔(میں نے پہنچا دیا)۔ جب وہ نکلا تو اس نے کہا میں بھوکا ہوں اور بھوکے کی رائے نا قابل اعتبار ہے۔زیاد نے کہا اے عجلان اس کو کھانا دو تو کھانا لایا گیا۔پھر جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو کہا اب پوچھئے آپ کو جس امر کی ضرورت ہو تو ان سے جو سوال بھی کیا گیا ان کے پاس اس کا مناسب جواب موجود تھا۔

یوسف بن حسین کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنونؒ سے سنا کہ فرماتے تھے جس شخص میں تم پانچ صفات پاؤ اس کے لئے سعادت کی امید رکھو۔خواہ اس کی موت سے دو گھڑی قبل ہی اس کو نصیب ہو۔پوچھا گیا کہ وہ کیا ہیں؟ تو فرمایا کہ استواءِ خلق (یعنی اعضا کا تناسب اور مزاج معتدل ہونا) اور روح یعنی خون کا ہلکا ہونا اور عقل رسا اور صاف توحید (جو شائبہ شرک جلی و خفی سے پاک ہو) اور پاکیزہ طینت۔

دوسری قسم کا بیان

مناسب موقع پر خاموشی، سکون، نیچی نظر اور برمحل حرکات سے کسی عاقل کی عقل پر استدلال کیا جاسکتا ہے

مؤلف فرماتے ہیں کہ کسی عاقل کی عقل پر اس کی مناسب موقع خاموشی اور سکون اور نیچی نظر اور برمحل حرکات سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ نیز انجام بینی سے اور دنیاوی خواہشیں جب کہ ان میں آخرت کا ضرر ہو اس کو پھسلا نہیں سکتیں اور عقل منداپنے فیصلہ میں خواہ کھانے پینے کے بارے میں ہو اور کسی قول وفعل میں، اسی امر کو اختیار کرے گا جو انجام کے اعتبار سے اعلیٰ اور بہتر ہوگا اور جس چیز میں نقصان کا اندیشہ ہوگا اس کو ترک کر دے گا اور اسی کام کی تیاری کرے گا جس کا پورا ہونا ممکن ہو۔ حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ کیا میں عاقل کی علامتیں بتاؤں؟ وہ یہ ہیں کہ اپنے سے بڑے کے ساتھ تواضع سے پیش آئے، چھوٹے کو حقیر نہ جانے، اپنی گفتگو میں بڑائی کے اظہار سے بچے، لوگوں کے ساتھ معاشرت میں ان کے آداب معیشت کو ملحوظ رکھے اور اپنے اور خدا کے درمیان تعلق کو سخت اور مضبوط رکھے تو وہ عقل مند دنیا میں اس تعلق کو ہر نقصان سے بچاتا ہوا چلتا پھرتا ہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ نعمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹے انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس صفات نہ ہو جائیں۔ کبر یعنی نخوت وغرور سے محفوظ ہو اور نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر حیات پر اکتفا کرے اور زائد کو خرچ کر دے۔ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے اور اپنا پہلو گرا لینے کو عزت اور سر بلندی پر ترجیح دے۔ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے اور اپنی طرف سے کسی سے حاجت کے لئے تحکم اور بدمزاجی نہ اختیار نہ کرے۔ دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے

اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے اور دسویں خصلت جو بڑی بلند ہمتی کی چیز ہے اور نیک نام کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور اپنے آپ کو سب سے برا سمجھے اور اگر کسی کو اپنے ساتھ اچھا دیکھے تو خوش ہو اور اس بات کا خواہش مند ہو کہ اس کی عمدہ صفات خود بھی اختیار کرے اور کسی کو بری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ (انجام) اللہ کے ہاتھ میں ہے (ہم کو کیا خبر) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو کہ عقل مکمل ہو گئی۔ مکحول سے حضرت لقمان کا یہ قول مروی ہے جو اپنے بیٹے سے فرمایا کہ انسان کے شرف اور سرداری کی بناء حسن عقل پر ہے۔ جس کی عقل اعلیٰ درجہ کی ہو گی وہ اس کے تمام گناہوں کو ڈھک لے گی اور اس کی تمام برائیوں کی اصلاح کر دے گی اور اس کو رضائے مولیٰ حاصل ہو جائے گی۔ ملہب بن ابی صفرہ کا قول ہے کہ بڑائی کی بات یہ ہے کہ کسی بڑے شخص میں عقل زبان سے بڑھی ہوئی ہو۔ یہ نہیں کہ زبان عقل سے بڑھی ہوئی ہو۔

باب ۵

انبیاءمتقدمین (گزشتہ نبیوں) کی ذہانت کے واقعات

سب کو معلوم ہے کہ انبیاء کی ذہانت سب ذہین لوگوں سے اونچے درجہ کی ہوتی ہے۔ مگر ہم نے بہتر سمجھا کہ اس بات میں اپنی کتاب کو ان کے کچھ احوال سے خالی نہ چھوڑیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذہانت کا عجیب واقعہ:

حضرت ابن عباس سے مروی ہے، کہ جب حضرت اسماعیل جوان ہو گئے، تو اپنی قوم جرہم کی عورت سے نکاح کر لیا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ملنے (شام سے) آئے تو اسماعیل علیہ سلام کو نہ پایا، آپ نے ان کی بیوی سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ وہ معاش کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر اس سے معاشی حالات دریافت کیے، تو اس نے کہا ہم بڑی تنگی اور سختی سے گزارا کرتے ہیں۔ اور شکایتیں کرنا شروع کر دیں۔ آپ نے فرمایا جب تمہارا شوہر آ جائے تو اس سے ہمارا سلام کہہ دینا، اور یہ کہ اپنے گھر کی دہلیز بدل دے۔ جب حضرت اسماعیل واپس آئے تو انہیں پیغام پہنچا دیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ میرے والد (حضرت ابراہیم علیہ سلام تھے)، اور مجھے یہ حکم دے گئے ہیں کہ تجھے اپنے سے جدا کر دوں، اب تو اپنے متعلقین کے پاس واپس چلی جا۔ مولف کا قول ہے کہ یہ حدیث حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اعلیٰ ذہانت پر بھی دلالت کر رہی ہے۔

(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذہانت کے عجیب وغریب واقعات (حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ)۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ دو عورتیں سفر کر رہی تھیں، ہر ایک کی گود میں بچہ تھا۔ ان میں سے

ایک کے بچے کو بھیڑیا لے گیا، اب دوسرے بچے پر دونوں عورتوں نے جھگڑنا شروع کر دیا۔ (ہر ایک اس کو اپنا کہتی تھی،)

اب دونوں نے یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے دونوں میں بڑی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا، کہ بچہ پر اس کا قبضہ تھا، اور ثبوت کوئی بھی پیش نہ کر سکی تھی، آپ نے ان سے حال دریافت کیا، تو انہوں نے پورا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے یہ سن کر حکم دیا، کہ چاقو لاؤ، میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دوں گا۔ چھوٹی نے آمادگی دیکھ کر کہا، کہ کیا آپ اسے واقعی ہی کاٹ دیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ نہ کاٹیے، میں اپنا حصہ اسی کو دیئے دیتی ہوں، یہ سن کر آپ نے فیصلہ کر دیا کہ بچہ چھوٹی کا ہے۔ اور اس کو دے دیا۔ اس کا ذکر بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

(۵) عاقل کے لئے اشارہ ہی کافی ہے:۔

عبد اللہ بن عبید بن عمر کہتے ہیں، کہ سلیمان علیہ السلام نے ایک سرکش جن کو پکڑوا کر بلایا، جب وہ آپ کے دروازے پر پہنچا تو اس نے (یہ حرکت کی کہ) ایک سوکھی لکڑی لے کر اپنے ہاتھ کے برابر ناپ کر دیوار پر سے پھینک دی۔ جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے آ کر گری، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ کو اطلاع دی گئی کہ اس جن نے یہ حرکت کی ہے۔ آپ نے حاضرین دربار سے فرمایا، کہ تم سمجھتے ہو کہ اس سے اس کی غرض کیا ہے، تو سب نے انکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا، کہ اس نے یہ اشارہ کیا ہے، کہ اب تو جو چاہے کر، جیسا کہ یہ لکڑی ہری بھری زمین سے نکلی تھی، پھر سوکھ کر بے جان ہو گئی۔ ایک وقت ایسا بھی آئے گا، تو بھی میرے سامنے ایسا ہو جائے گا۔

(۶) عقل مند مر کر بھی جیتا ہے:

ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان اپنے جلوس میں چلے آ رہے

تھے، انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بیٹے کو یالادین کے لفظ سے یاد کر رہی تھی۔ یہ سن کر حضرت سلیمان ٹھہر گئے، اور کہا اللہ کا دین تو ظاہر ہے (اس لادین کا کیا مطلب) اس عورت کو بلوایا اور پوچھا۔ اس نے کہا میرا شوہر ایک تجارتی سفر میں گیا تھا، اور اس کے ہمراہ اس کا ایک ساجھی تھا۔ اس نے ظاہر کیا کہ وہ مر گیا ہے، اور اس نے یہ وصیت کی تھی، کہ اگر میری بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہو تو اس کا نام لادین رکھوں۔ یہ سن کر آپ نے اس شخص کو پکڑ کر بلوایا، اور تحقیق کی۔ اس نے اعتراف کر لیا کہ میں نے اسے قتل کر دیا تھا، (تو اس کے قصاص میں) آپ نے اسے قتل کرا دیا۔

(۷) چور بے وقوف ہوتا ہے:۔

محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے نبی اللہ میرے پڑوس میں ایسے لوگ ہیں، جو میری بطخ چراتے ہیں، پھر آپ نے نماز کے لئے اعلان کرا دیا، (سب لوگ حاضر ہو گئے)، پھر آپ نے خطبہ دیا، جس کے دوران فرمایا تم میں سے ایک شخص اپنے پڑوسی کی بطخ چراتا ہے، اور ایسی حالت میں مسجد میں آتا ہے کہ اس کا پر اس کے سر پر ہوتا ہے، یہ سن کر چور نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ یہ دیکھ کر آپ نے حکم دیا اس کو پکڑ لو یہی چور ہے،

(۸)۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذہانت:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے، کہ شیطان نے آپ سے مل کر کہا، کہ تیرا عقیدہ کیا ہے، کہ تم کو وہی پیش آتا ہے، جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، بے شک، اس نے کہا، اچھا ذرا اس پہاڑ سے اپنے کو گرا کر دیکھ، اگر خدا نے تیرے ساتھ سلامتی مقدر کر دی ہے تو پھر سلامت ہی رہے گا، آپ نے فرمایا کہ اے ملعون، اللہ عزوجل ہی کو یہ حق ہے، کہ وہ اپنے بندوں کا امتحان لے، بندے کو یہ حق نہیں کہ وہ خدائے عزوجل کا امتحان لے۔

باب ۶

پچھلی امتوں کی دانش مندی کی باتیں

(۹) حضرت لقمان حکیم کی دانائی کے واقعات (لقمان حکیم کی آزادی اس کی دانائی بنی،): حضرت لقمان حکیم کی نسبت منقول ہے، کہ لقمان حکیم نوبی قوم کے ایک سیاہ رنگ غلام تھے، اور اللہ تعالی نے ان کو حکمت و دانش سے نواز دیا تھا، یہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے غلام تھے، جس نے ان کو ساڑھے تین مثقال کے عوض خریدا تھا۔ یہ اس کی خدمت میں لگا رہتے تھے۔ یہ شخص چوسر کھیلتا تھا، اور اس پر بازی لگایا کرتا تھا۔ اور اس کے دروازے کے قریب ایک نہر جاری تھی۔

ایک دن اس شرط پر چوسر کھیلی گئی کہ جو ہار جائے، اس کو اس نہر کا سارا پانی پینا پڑے گا۔ یا اس کا فدیہ ادا کرے گا۔ مکحول کہتے ہیں کہ لقمان کا آقا ہار گیا۔ اب جیتنے والے نے مطالبہ کیا، کہ یا تو نہر کا سارا پانی پئے، یا اپنا فدیہ ادا کرے، اس نے پوچھا، فدیہ؟، اس نے کہا تیری دو آنکھیں جن کو میں پھوڑوں گا، جو کچھ بھی تیرے ملک ہے وہ سب فدیہ ہو گا۔ لقمان کے آقا نے کہا مجھے آج کے دن کی مہلت دو، اس نے منظور کر لیا، کہتے ہیں کہ وہ بہت غمگین اور آزردہ تھا کہ لقمان لکڑیوں کا گٹھہ پشت پر اٹھائے آ پہنچے، اور اپنے آقا کو سلام کیا، اور گٹھہ کو رکھ کر اس کے پاس آئے، اور اس کی عادت تھی کہ جب وہ لقمان کو دیکھتا تو اس کے ساتھ دل لگی کیا کرتا تھا، اور ان کے کلمات حکمت کو سنتا اور تعجب کیا کرتا تھا، انہوں نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا کہ کیا بات ہے میں تم کو آزردہ اور غمگین دیکھتا ہوں، اس نے اعراض کیا۔ آپ نے بار بار سوال کیا۔ لیکن اس نے جواب دینے سے گریز کیا، چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا مجھے اپنی مشکل بتائیے ہوسکتا ہے میں اس کو حل کر دوں۔ اب اس نے پورا قصہ سنایا، لقمان نے کہا غم نہ کیجئے، میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔ آپ نے فرمایا جب وہ آپ سے پانی پینے کا سوال کرے تو اس سے پوچھنا، کہ دونوں کناروں

کا پانی پیوں، یا نہر کی لمبائی کا، تو وہ تم سے کہے گا، دونوں کناروں کے درمیان کا، تو تم اس سے کہنا، میں پانی پینے پر آمادہ ہوں، تو لمبائی سے پانی کو روکے رکھ، جب تک میں دریا کے دونوں کناروں سے پانی نہ پی لوں، یہ اس کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ پانی کو روکے رکھے، جب وہ شخص آیا، تو اس نے کہا میری شرط پوری کر، آقا نے جواب دیا کہ دونوں کناروں کا پانی پیوں یا لمبائی کا۔ اس نے کہا دونوں کناروں کا۔ اب انہوں نے کہا بہت اچھا، لمبائی کے پانی کو روک لو، اس نے کہا یہ تو ناممکن ہے۔ اس طرح عدم ایفائے عہد کی ذمہ داری اس پر پڑی، اور یہ غالب آ گیا۔ مکحول کہتے ہیں اس نے لقمان کو آزاد کر دیا۔

(۱۰)۔ عقل مند غصے کے وقت پہچانا جاتا ہے۔ (لقمان حکیم کی ایک وصیت):۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں، کہ لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی، کہ بیٹا جب تم کسی سے بھائی چارہ کرنا چاہو تو (آزمائش کے طور پر) پہلے اس کو غصہ دلا دو، اگر اس نے بحالت غضب بھی انصاف کو قائم رکھا تو اس کو بھائی بنا لو، ورنہ اس سے بچو،

(۱۱) عقل مند ناخوشگوار حالات پہلے سے بھانپ لیتا ہے:۔ اور اسی درجہ کا وہ واقعہ ہے، جو عبداللہ بن عامر ازدی کا ہے، کہ انہوں نے سیل عرم کی تباہی سے بچنے کے لئے کیسا حیلہ تجویز کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس آیت لقد کان فی مسکنھم ایۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کہ ان کے باغات گرمی اور سردی دونوں موسموں میں پھل دیا کرتے تھے۔ لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا انکار کیا (اور کفر اور بدکاریوں میں مبتلا ہو گئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سیل عرم (یعنی اس بند کی رو جو پہاڑوں کا پانی روکنے کے لئے بنایا گیا تھا) کو بھیج دیا۔ جس کی صورت یہ ہوئی، کہ اس سنگین بند پر (جو انہوں نے پانی کے بہت ذخیرے کو روکنے کے لئے بنایا گیا تھا) اس مقام کے جس کو قوم نے اپنا پانی لینے کا مقام بنا رکھا تھا۔ دوسری جانب بڑے بڑے

چوہے مسلط کر دیئے گئے۔جن کے پنجے اور دانت لوہے کے تھے۔(چونکہ وہ ایسی جانب کا واقعہ تھا جس پر لوگوں کی نظر نہیں پڑتی تھی،اس لئے لوگ بے خبر رہے تھے۔)سب سے پہلے اس واقعہ سے عامر ازدی باخبر ہوئے،(انصار مدینہ ان ہی کی اولاد سے ہیں،)انہوں نے حضورﷺ کی بعثت کی پیشین گوئی کی تھی۔اور اپنی اولاد کو ان کی خدمت ونصرت کی وصیت کی تھی۔(از مترجم)انہوں نے بند پر جا کر دیکھا،کہ چوہے اپنے آہنی پنجوں سے زمین کھود رہے ہیں۔اور اپنے آہنی دانتوں سے پتھروں کو کاٹ رہے ہیں۔انہوں نے اپنے متعلقین کے پاس جا کر اپنی بیوی کو خبر دی،اور یہ حال دکھایا،اور بیٹوں کو بلا کر یہ سب دکھایا،اور کہا جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں،تم نے سب دیکھ لیا ہے۔اب اس تباہی سے بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی،جو حیلے کئے گئے چل نہیں سکے،کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے،اور اس نے ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ایک حیلہ یہ کیا گیا کہ بلیوں کو لا کر چھوڑا گیا(کہ وہ چوہوں کو کھانا شروع کر دیں،تا کہ یہ فناہ ہوں اور بھاگ جائیں۔)مگر حال یہ ہوا کہ چوہے بلیوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے،اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔بلیوں نے جب ان کو دیکھا تو ڈر کر بھاگ گئیں۔عبداللہ نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اب اپنی جانوں کو بچانے کے لئے کوئی حیلہ نکالتا ہوں۔انہوں نے اپنے سب سے چھوٹے بیٹے اور سب کو بلا کر سمجھایا،کہ آج جب میں بیٹھک میں بیٹھوں،وہاں روزانہ اکابر قوم ان کے پاس آ کر بیٹھا کرتے تھے۔اور یہ سب معزز رئیس قوم تھے۔کہ ان سے دوسرے روسا بھی حسد کرتے تھے۔اور یہ سب لوگ آ چکیں تو میں اس تم سب سے چھوٹے کو کوئی حکم دوں گا۔اس کو چاہیئے کہ اس کی بالکل پرواہ نہ کرے۔پھر میں اس کو سخت سست کہوں گا تو اسے چاہیئے کہ میرے مقابلے پر آ جائے اور میرے منہ پر طمانچہ مارے،اور تم لوگ اس پر بالکل غصہ نہ کرنا،جب بیٹھنے والے دیکھیں گے کہ تم اس پر نہیں بگڑے تو ان میں سے کسی کی ہمت نہ

ہو گی کہ اس پر بگڑے، بس موقع پر میں ایسی قسم کھاؤں گا جس کا کنارہ نہیں ہو سکتا، کہ میں ہرگز ایسی قوم میں نہیں رہوں گا، جس کا یہ حال ہو کہ سب سے چھوٹا بیٹا میرے منہ پر تھپڑ مارتا ہے۔ مگر قوم اس پر کوئی اثر نہیں لیتی۔

دوسرے دن حسب معمول ان کے ہاں قوم کا اجتماع ہو گیا تو عبداللہ نے طے شدہ تجویز کے مطابق اپنے چھوٹے بیٹے کو کسی کام کا حکم دیا، اس نے پرواہ نہ کی، دوبارہ حکم دیا، وہ پھر ٹال گیا۔ اس پر عبداللہ نے اسے سخت سست کہا، جس پر وہ مقابلے پر اتر آیا اور باپ کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اس واقعہ سے قوم کو بہت تعجب ہوا، کہ چھوٹے بھائی کی اس حرکت پر بڑے بھائی کیوں نہیں بگڑے (تو ہم کیوں دخل دیں)، جب ان میں سے کسی نے بھی دخل نہ دیا تو بڑے میاں نے قسم کھائی، کہ میں یہاں سے ترک وطن کروں گا، اور یہ جگہ چھوڑ دوں گا۔ میں ایسی قوم میں نہ رہوں گا، جن پر بیٹے کے مقابلے کا بھی کچھ اثر نہ ہو۔ قوم نے عذر کرنا شروع کیا، کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ کے بیٹے اس معاملے کا کوئی اثر قبول نہیں کریں گے، ہم اسی انتظار میں رہے۔ انہوں نے اپنا ساز و سامان قوم کے سامنے فروخت کے لئے رکھ دیا، اور لوگوں نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر قیمت لگانا شروع کر دی۔ اب انہوں نے اپنا سب کچھ ساتھ لے کر مع متعلقین کے یہاں سے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد اس قوم پر تھوڑا ہی وقت گزر رہا تھا کہ چوہوں نے اس بند کو توڑ ڈالا، اور اچانک رات کے وقت جب کہ وہ سو رہے تھے، سیلاب نے ان لوگوں کو پکڑ لیا، اور ان کے جانوروں

باب ۷

آنحضرت کے وہ ارشادات جن سے آپ کی فطری قوت ذہانت واضع ہوتی ہے

جو کمالات آنحضرت ﷺ کو وحی کے نزول اور تہذیب سے حاصل ہوئے وہ بے شمار واقعات ہیں، اور یہاں ہمارا مقصد ان کا اظہار نہیں ہے۔ ہماری مراد صرف قسم اول ہے۔ (یعنی آپ کی قوت فطانت کے بارے میں کچھ واقعات بیان کرنا۔

۱۲ "ایک اونٹ سو آدمیوں کے لئے کافی ہوسکتا ہے"

آنحضرت ﷺ کی ذہانت کا ایک واقعہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، کہ جب حضور ﷺ نے غزوہ بدر کے لئے کوچ فرمایا، تو ہم نے آپ ﷺ کے قریب دو آدمیوں کو دیکھا (جو دشمن کیمپ کے تھے) ایک شخص قریش میں کا تھا۔ دوسرا غلام تھا عقبہ بن ابی معیط کا (جب ہم نے ان کا پیچھا کیا) تو قریشی تو چھپ گیا مگر غلام پکڑا گیا۔ ہم نے اس سے قوم کی تعداد کے بارے میں پوچھنا شروع کیا، تو جواب میں وہ صرف یہ کہتا تھا، واللہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کی طاقت بڑی ہے۔ اس پر مسلمانوں نے اس کو مارنا شروع کر دیا۔ مگر اس نے تعداد نہیں بتائی، حتیٰ کہ اسے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا، کہ وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ اس نے جواب دیا، روزانہ بیس اونٹ، آپ نے فرمایا کہ معلوم ہوگیا، ان کی تعداد دو ہزار ہے، کیونکہ ایک اونٹ سو آدمیوں کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔

(۱۳) حضور ﷺ کا بعض غزوات میں توریہ:۔

کعب بن مالک سے روایت ہے کہ کبھی حضور ﷺ نے بعض غزوات کے موقعوں پر ایسی گفتگو فرمائی، جس سے اصل موقع کے خلاف دوسری جگہ کا ارادہ سمجھا جاتا تھا۔ یہ

روایت صحیحین میں ہے۔

۱۴:۔رسول ﷺ کا شراب حرام ہونے سے پہلے مراد خداوندی کو بھانپ لینا:۔

ابوسعید حذریسے مروی ہے کہ ہم نے شراب حرام ہونے سے پہلے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے شراب سے بچانے کا ارادہ کیا ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ جلدی ہی اس کے بارے میں حکم نازل ہونے والا ہے۔جس کے پاس کچھ ہو وہ بیچ کر نفع کما لے۔اس کے تھوڑی ہی دنوں کے بعد شراب کے حرام ہونے کا حکم آ گیا۔حضور نے فرمایا جس کے پاس کچھ شراب موجود ہو تو وہ نہ پیے اور نہ ہی بیچے،تو لوگوں کے پاس جس قدر بھی شراب موجود تھے لے کر سڑکوں پر آ گئے اور بہادی۔یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔

(۱۵)،جب نماز میں کسی کو حدث ہو جائے تو ناک پکڑ کر جماعت سے نکل جائے:

حضرت عائشہ سے مروی کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں کسی کو حدث ہو جائے ،یعنی گوز نکل کر وضو ٹوٹ جائے،تو اپنی ناک پکڑ کر جماعت سے نکل جائے (ناک پکڑنے) کو اس حالت کی علامت قرار دے دیا۔ورنہ جماعت کے سامنے نکلنے میں بڑا فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۶)آنحضرت ﷺ کی فطری ذہانت کا ایک واقعہ:۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر شکایت کی،کہ میرا ایک پڑوسی ہے جو مجھے دکھ پہنچاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا جاو اپنا سامان نکال کر باہر راستہ پر رکھ دے۔اس شخص نے گھر جا کر اپنا سامان نکالنا شروع کیا۔لوگوں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میرا ایک پڑوسی

مجھے تنگ کرتا تھا۔ میں نے اس کی شکایت حضورﷺ سے کی تو آپ نے فرمایا جا اور اپنا سامان نکال کر باہر رکھ دے۔ اب لوگوں نے یہ بات سن کر لوگوں نے اس برے ہمسائے کو بد عائیں کرنا اور لعنت بھیجنا شروع کیں۔ اس کی اطلاع اس کو بھی ہوگئی وہ آیا اور کہا کہ بھائی تو اپنے گھر چل، اب میں تجھے نہیں ستاؤں گا۔

(۱۷) غزوہ خندق میں آنحضرتﷺ کا حضرت خذیفہؓ کو مشرکین کے حالات سے باخبر ہونے کے لئے بھیجنا:۔

زید بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت خذیفہ سے کہا، کہ اے خذیفہ ہم اللہ سے شکایت کریں گے، کہ تم کو رسول اللہ کی صحبت نصیب ہوئی، تم نے وہ زمانہ پایا اور ہم محروم رہ گئے۔ اور تم نے زیارت کی اور ہم نہ کر سکے۔

خذیفہ نے کہا ہم اللہ سے شکایت کریں گے کہ تمہیں ہم سے افضل ایمان ملا، باوجود کہ رسول اللہﷺ کو نہ دیکھنے کے تم ان پر ایمان لے آئے۔ واللہ اے بھتیجے تجھے کیا خبر، اگر تو آپﷺ کا زمانہ پالیتا تو تیرے اعمال کس نوعیت کے ہوتے۔ تجھے معلوم ہے کہ ہم خندق کی رات آنحضرتﷺ کے ساتھ تھے۔ یہ ایک بڑی ٹھنڈی، اندھیری، خطرناک رات تھی۔ اور ابو سفیان اور اس کے ساتھی میدان میں موجود تھے۔ تو رسول اللہﷺ نے فرمایا کون شخص ہے، جو قوم کی حالت دیکھ کر آئے، اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا کرے گا۔ پھر آپﷺ نے فرمایا، جو قوم کی حالت دیکھ کر آئے اور خبر دے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ابراہیم علیہ السلام کا رفیق بنائے گا۔ یہ سن کر واللہ ہم میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔ آپﷺ نے فرمایا، کہ کون شخص ہے جو قوم کے حالات دیکھ کر آئے اور ہم کو خبر دے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو میرا رفیق بنائے گا۔ تو واللہ ہم میں سے کوئی نہ اٹھا، پھر ابو بکرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ خذیفہؓ کو بھیج دیجیے۔ یہ سن کر آپﷺ نے فرمایا کہ اے خذیفہ کیا تم جانے کے لئے رضامند ہو، میں نے عرض کیا یا رسول

ﷺ میں قتل ہونے سے نہیں ڈرتا، لیکن میں قید ہو جانے سے ڈرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ہرگز قید نہیں ہو سکتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں، میں تعمیل کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم قوم میں داخل ہو جاؤ، پھر قریش کے پاس پہنچو اور کہو، کہ اے جماعت قریش لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ کل وہ تم کو پکاریں اور کہیں کہ کہاں ہیں قریش، کہاں ہیں قوم کے رہنما؟ کہاں ہیں قوم کے سردار؟، پھر وہ تم کو سب سے آگے کر دیں گے، کہ تم سے ہی جنگ کی ابتدا ہو۔ اور پہلے تمہارا ہی قتل واقع ہو۔ پھر قیس کے پاس پہنچو اور کہو کہ اے جماعت قیس لوگوں کا ارادہ یہ ہے کہ کل تم کو کہیں گے کہاں ہے گھوڑوں کی پشت کے مالک، کہاں ہیں شہ سوار، پھر وہ تم کو ہی آگے کر دیں گے، تا کہ تم سے ہی جنگ شروع ہو، اور تمہارے ہی لوگ قتل ہوں۔ یہ سن کر میں روانہ ہو گیا، اور قوم میں جا پہنچا اور اس بات کو پھیلانا شروع کر دیا، جس کا مجھے حضور نے حکم دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب سحر قریب ہوئی تو ابو سفیان اٹھا اور لات وعزیٰ بتوں کا نام لے کر یعنی شرک کر کے بولا، ہر شخص کو چاہیئے کہ وہ دیکھے اس کے پاس کون بیٹھا ہے۔ اور میرے پاس مسلمانوں ہی کا ایک شخص بیٹھا ہے۔ میں گھبرا کر دوسرے شخص کا ہاتھ جھپٹ کر پکڑ لیا، اور پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں، تو میں نے کہا یہ تو دوست ہے۔ جب صبح ہو گئی تو لوگوں نے پکارا کہاں ہیں قریش کے سردار، تو لوگوں نے کہا یہ تو وہی بات ہوئی جس کی ہم کو رات اطلاع ملی تھی۔ جب یہ آواز لگی کہاں ہیں ابو کنانہ؟ کہاں ہیں تیر انداز، تو ان لوگوں نے کہا، وہ اطلاع ٹھیک تھی جو ہمیں رات ملی۔ اب انہوں نے ایک دوسرے کو ذلیل کرنا شروع کر دیا۔ اور اللہ نے اس رات میں ان پر اندھی کو بھی مسلط کر دیا، جس نے کوئی خیمہ اکھاڑے بغیر اور کوئی برتن الٹے

تھا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور ابو سفیان کا حال بیان کرنا شروع کیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ اس درجہ ہنستے رہے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے، اور میں آپ کی داڑھوں تک کی زیارت کر رہا تھا۔

(۱۹) حضور ﷺ کا تعریض سے بھرپور ایک کلام:۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک مدعی حاضر ہوا جو ایک شخص کو پکڑے ہوئے تھا۔ جس نے اس کے کسی عزیز کو قتل کر دیا تھا۔ اس سے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ کیا تم دیت یعنی خون بہا لینا چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو کیا معاف کرنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا لے جاؤ، اس کو قتل کر دو۔ جب وہ آپ ﷺ کے پاس سے چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے قتل کر دیا تو وہ اسی قاتل کی مثل ہو جائے گا۔ اب ایک شخص نے اس مدعی سے مل کر رسول اللہ ﷺ کے الفاظ نقل کر دیئے تو اس نے فوراً اسے چھوڑ دیا۔ حالانکہ وہ اس کی گردن میں رسی باندھے کھینچتا ہوا لے جا رہا تھا۔

ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مثل کے لفظ سے یہ مراد نہیں لی تھی کہ اگر اس نے اس کو قتل کر دیا تو وہ گناہگار اور مستحق نار ہونے میں اس قاتل کا برابر ہو جائے گا اور آپ ﷺ یہ مراد کیسے لے سکتے تھے جبکہ قاتل سے قصاص لینے کو اللہ تعالیٰ نے مباح کیا ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اس سے قصاص لے اور آپ ﷺ نے یہ اچھا سمجھا کہ وہ اس کو معاف کر دے تو آپ ﷺ نے ایسا لفظ استعمال کیا جس میں اس مطلب کی طرف اس کی قوت واہمہ دوڑ جائے کہ اگر میں قتل کر دیا تو میں بھی گناہگار ہونے میں اس کے برابر ہو جاؤں گا۔ تا کہ وہ اس کو معاف کر دے اور مراد

(ایسے کلام بولنے کو تعریض کہتے ہیں اور کلام کو معروض جس کی جمع معاریض ہے۔ مترجم) مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ میں ایسی مثالیں بہت ملیں گی۔ خصوصاً معاریض کے سلسلہ میں۔ بطور نمونہ ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

باب ۸

صحابہؓ کی عقل و ذہانت کے واقعات

(۲۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذو معنیین (دو معنوں والا کلام) حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کی نسبت منقول ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب حضور نے ہجرت کی تو آپﷺ اونٹ پر سوار تھے اور ابوبکر آپﷺ کے ردیف (پیچھے بیٹھے ہوئے تھے) یعنی ساتھی اور ابوبکر راستہ کو پہچانتے تھے۔ کیونکہ ان کی آمد و رفت شام کی طرف ہوتی رہتی تھی۔ راستہ میں جب کسی قوم پر گذر ہوتا تھا اور وہ ان سے پوچھتے تھے کہ اے ابوبکر یہ آپ کے آگے کون ہیں؟ تو یہ جواب دیتے تھے کہ ہادی جو میری رہنمائی کرتے ہیں۔ (ہادی کے معنی راستہ بتانے والے کے بھی ہیں اور ہدایت کرنے والے کے بھی چونکہ کفار آپﷺ کی تلاش میں تھے اس لئے ان سے راز افشا بھی نہ ہوا اور صداقت بھی قائم رہی۔)

حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ جب حضورﷺ اور ابوبکرؓ غار سے نکل کر مدینہ کو روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ کا جو جاننے والا بھی ان سے ملا اور اس نے ان سے پوچھا کہ اے ابوبکر یہ کون ہیں تو آپ یہی جواب دیتے رہے کہ یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں اور واللہ ابوبکر نے سچ بولا۔

(۲۱) حضور نبی کریمﷺ کا خطبہ سن کر ابوبکر صدیقؓ کا رونا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے لوگوں سے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا کہ چاہے دنیا میں رہے اور چاہے اللہ کی ان نعمتوں میں داخل ہو جو اس کے پاس ہیں تو اس بندے نے اللہ کے نزدیک رہنے کو پسند کر لیا۔ یہ سن کر ابوبکر رو پڑے۔ ہم کو ان کے رونے سے تعجب ہوا کہ رسول اللہﷺ نے خبر دی کہ اللہ نے خبر دی کہ اللہ نے کسی بندے کو ایسا اختیار عطا

فرمایا تھا (یہ سن کر ابوبکر کیوں روئے) پھر معلوم ہوگیا کہ خود رسول اللہ ﷺ ہی وہ بندے تھے جس کو اختیار دیا تھا اور ابوبکر ہم سے زیادہ رمز شناس تھے۔

(۲۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ذہانت کا ایک واقعہ :۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ کے پاس کپڑوں کے کچھ جوڑے یمن سے آئے جن کو آپ نے لوگوں پر تقسیم کرنا چاہا۔ان میں ایک جوڑا خراب تھا۔آپ نے سوچا اسے کیا کروں۔ یہ جس کو دوں گا وہ اس کے عیب دیکھ کر لینے سے انکار کر دے گا۔آپ نے اس کو لیا اور تہ کرکے اپنی نشست گاہ کے نیچے رکھ لیا اور اس کا تھوڑا سا پلہ باہر نکال دیا۔ دوسرے جوڑوں کو سامنے رکھ کر لوگوں کو تقسیم کرنا شروع کر دیا۔اب زبیر بن العوام آئے اور آپ تقسیم میں لگے ہوئے اور اس جوڑے کو دبائے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس جوڑے کو گھورنا شروع کر دیا۔پھر بولے یہ جوڑا کیسا ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا تم اس کو چھوڑ دو۔وہ پھر بولے۔ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟ اس میں کیا وصف ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کا خیال چھوڑ دو۔اب انہوں نے مطالبہ کیا کہ یہ مجھے دو۔حضرت عمرؓ نے ان سے پختہ اقرار کرلیا اور یہ شرط کر لی کہ اسے قبول کرنا ہوگا اور پھر واپسی نہ ہو سکے گی۔تو نیچے سے نکال کر ان پر ڈال دیا۔ جب زبیرؓ نے اس کو لے کر دیکھا تو وہ ردی نکلا تو کہنے لگے میں تو اس کو لینا نہیں چاہتا۔حضرت عمرؓ نے فرمایا بس بس! اب ہم آپ کے حصہ سے فارغ

ہو چکے۔اس کو ان ہی کے حصہ میں لگایا اور واپس لینے سے انکار کر دیا۔(یاد رہے کہ یہ فروخت کرنے کا معاملہ نہ تھا۔اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ اگر مال میں کوئی عیب ہو تو خریدار پر اس کو واضح کر دیا جائے۔یہ تو مفت تقسم کا معاملہ تھا۔

حضرت عمر فاروق اور جریر رضی اللہ عنہما، ایک ذہانت سے بھرپور مکالمہ:

جریر سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جبکہ عراق کو بچانے کے لئے فارس کی حکومت سے جنگ ہو رہی تھی۔ جریر سے فرمایا تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر قتال کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ جن غنائم پر غالب آؤ گے اس میں کا چوتھائی تمہارا حق ہے۔ جب (مسلمان فتحیاب ہوئے اور) غنائم کثیر مقدار میں جمع ہو گئے تو جریر مدعی ہوئے کہ ان کل میں سے ایک چوتھائی میرا حق ہے تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی۔ جواب میں حضرت عمرؓ نے تحریر فرمایا کہ جریر نے سچ کہا۔ میں نے اس سے ایسا کہا تھا۔ اگر اس نے اور اس کی قوم نے مالی معاوضہ لینے کے لئے جنگ کیا ہے تو اس کو اس کا معاوضہ دے دو اور اگر اس نے اللہ کے لئے اور اس کے اور اس کے حبیب کے دین کے لئے جہاد کیا ہے تو وہ صرف ایک فرد سمجھا جائے گا عام مسلمانوں میں کا۔ جتنا ایک مسلمان کا حق ہوگا اور جو فرائض ایک مسلمان پر ہیں وہی اس پر ہوں گے۔ جب یہ خط سعد کو ملا تو اس کے مضمون سے جریر کو مطلع کیا گیا۔ جریر نے کہا کہ امیر المومنین نے ٹھیک فرمایا ہے۔ مجھے اس کی حاجت نہیں۔ میں صرف ایک عام مسلمان ہی رہنے پر خوش ہوں۔

(۲۴) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک ستارہ شناس (کاہن) کو دور سے پہچاننا:۔

۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا کہ میں کبھی صاحب فراست نہ تھا اور میری رائے نا قابل اعتبار ہوگی۔ اگر یہ شخص ستارہ شناس کہانت میں دخل نہ رکھتا ہو۔ اس کو میرے پاس بلاؤ۔ چنانچہ اس کو بلا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نجوم کے احکام اور

کہانت میں کچھ کہا کرتے تھے۔اس نے اعتراف کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذکاوت کی ایک بہت بڑی دلیل:۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں روایت ہے کہ ایک رات آپ مدینہ کے گشت میں نکلے۔آپ نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں آگ جل رہی ہے۔آپ ٹھہرے اوران کو یا اھل الضوء (اے روشنی والو) کے الفاظ سے پکارا۔اورآپ نے اس سے کراہت کی کہ ان کو یا اھل النار کہہ کر پکاریں۔(اگر چہ اس کے لفظی معنیٰ اے آگ والو حسب موقع تھے۔مگر قرآن میں دوزخیوں کے لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں) اور یہ آپ کی بڑی ذکاوت کی دلیل

(۲۶) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باریک بینی:۔

آپ ہی کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک شخص سے جس کی شادی ہونے والی تھی۔ پوچھا ''کیا ہوگئی۔'' اس نے جواب دیا۔لا اطال اللہ بقاءک (نہیں، اللہ آپ کو دراز زندگی بخشے) آپ نے فرمایا تم صاحب علم ہو پھر علم کو کیوں کام میں نہیں لاتے تم نے کیوں نہ کہا۔لا و اطال اللہ بقاءک (لا اور اطال) کے درمیان واؤ آجانے سے یہ ابہام رفع ہو جاتا ہے کہ اطال پر لا فیہ وارد سمجھا جائے جس کے معنیٰ یہ ہو جاتے ہیں کہ اللہ آپ کی زندگی دراز نہ کرے۔

(۲۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی:۔

حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ کے بارے میں ابو البختری سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور آپ کی تعریف میں حد سے بڑھ کر مبالغہ شروع کر دیا اور دل میں آپ کی طرف سے بغض رکھتا تھا۔آپ نے اس سے فرمایا میں ایسا نہیں ہوں جیسا تم زبان سے بیان کر رہے ہو۔ہاں اس سے بہتر ہوں جو تمہارے دل میں ہے۔

(۲۸) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذہانت سے بھرپور ایک مکالمہ :۔

عبداللہ بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا جو آپ مسکن سے کہہ رہے تھے۔ میں اپنا سر کسی غسل (یعنی بالوں کو صاف کرنے والی چیز مثل اشنان صابن وغیرہ) سے نہ دھوؤں گا جب تک بصرہ جا کر اس کو پھونک نہ دوں اور لوگوں کو اپنی لاٹھی سے ہنکا کر مصر کو نہ روانہ کردوں۔ کہتے ہیں کہ میں ابومسعود بدری کے پاس آیا۔ میں نے ان سے کہا کہ علی بعض ایسے محاورات کلام کو جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور وہ ان سے صادر ہوتے ہیں۔ ایسے مواقع پر رکھ دیتے ہیں (جو دلچسپ ہوتے ہیں) علی کے سر کے بال اڑے ہوئے تھے۔ ان کا سر مثل طشت کے صاف رہتا تھا جس پر بالوں کی خفیف کیلیں ہوتی تھیں (اس صورت میں ایسی چیز سے سر دھونے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی تھی۔)

(۲۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب وغریب فیصلہ :۔

حنبش بن المعتمر سے روایت ہے کہ دو شخص قریش کی ایک عورت کے پاس آئے اور دونوں نے اس کے پاس ایک سو دینار امانت رکھے اور دونوں نے یہ کہا کہ یہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا جب تک ہم میں سے دوسرا بھی ساتھ نہ ہو۔ ایک سال گزر جانے کے بعد ان کا ایک شخص آیا اور عورت سے کہ میرے ساتھی کا انتقال ہو گیا۔ وہ دینار واپس دے دیجئے اس نے انکار کیا اور کہا کہ تم دونوں نے یہ کہا تھا کہ ہم میں سے کسی کو نہ دینا جب تک دوسرا ساتھی نہ ہو اس لئے تجھے تنہا تو نہ دوں گی۔ اب اس شخص نے اس عورت کے متعلقین اور پڑوسیوں کو تنگ کر دیا اور وہ اس عورت سے کہا سنی کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے دینار اس کو دے دیئے۔ اب ایک سال گزرا تھا کہ دوسرا شخص آیا اور اس نے دیناروں کا مطالبہ کیا۔ عورت نے کہا کہ تیرے ساتھی نے میرے پاس آ کر یہ بیان کیا کہ تو مر چکا ہے، وہ سب دینار مجھ سے لے گیا۔ اب یہ دونوں یہ مقدمہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اس کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ عورت نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتی ہوں کہ آپ خود فیصلہ نہ کریں اور ہم کو علیؓ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے پاس دونوں کو بھیج دیا گیا۔ حضرت علیؓ نے فوراً پہچان لیا کہ دونوں نے مل کر اس عورت کے ساتھ فریب کیا ہے۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم میں سے کسی ایک کو مت دینا۔ جب تک دوسرا ساتھی موجود نہ ہو۔ اس نے کہا بے شک کہا تھا، فرمایا کہ تمہارا مال ہمارے پاس ہے جاؤ دوسرے ساتھی کو لے آؤ تا کہ دے دیا جائے۔

(۳۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو طلاق سے بچانے کے لئے ایک عجیب حیلہ :۔

روایت ہے کہ ایک شخص حضرت علیؓ کے سامنے حاضر کیا گیا جس نے یہ حلف کر لیا تھا کہ میری بیوی پر تین طلاق اگر میں رمضان میں اس سے دن میں جماع نہ کروں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو ساتھ لے کر سفر میں چلا جا اور دوران سفر میں روزہ فرض نہیں (اس لئے روزہ نہ رکھنا) اور دن میں جماع کر لینا۔

(۳۱) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی دانشمندی:۔

حضرت حسن بن علی علیہما السلام کے بارے میں مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ میں نے ابوالوفاء بن عقیل کے قلم کا یہ واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جب ابن ملجم کو (جو حضرت علی کا قاتل تھا) حضرت حسنؓ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بات آپ کے کان میں کہنا چاہتا ہوں۔ تو حضرت حسنؓ نے انکار کر دیا اور (اپنے اصحاب سے) فرمایا کہ اس کا ارادہ میرا کان چبا دینے کا ہے پھر ابن ملجم نے بھی لوگوں سے کہا واللہ اگر حسن کے کان پر میرا قابو چل جاتا تو کان کو سوراخ کے پاس سے پکڑتا۔ ابن عقیل لکھتے ہیں کہ اس سید کی حسن رائے دیکھو۔ ایسی حالت میں کہ ان پر ایسی شدید مصیبت نازل ہوئی تھی جو مخلوق کو حواس باختہ کر دینے والی تھی کس حد تک دقیقہ رس تھی اور اس ملعون کو دیکھو کہ اس کی ایسی حالت نے بھی (کہ قتل ہونے ہی والا تھا) اس کو معاندانہ خبیث حرکات سے باز نہ رکھا۔

(۳۲) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی معرفت خداوندی:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ابراہیم بن رباح موصلی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ آپ کو قاضی کے سامنے لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اپنے دعوے کے دعوے کی سچائی پر حلف کر لے اور لے لے۔ اس شخص نے ان الفاظ سے شروع کیا واللہ الذی لا الہ الا ھو (یعنی قسم کھاتا ہوں اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں) آپ نے فرمایا ان الفاظ سے حلف کرو واللہ، واللہ، واللہ جس مال کا دعوے کرتا ہوں تو حسین کے ذمہ واجب ہے۔ اس شخص نے حلف

کرلیا۔ ذرا کھڑا ہوا ہی تھا کہ اس کے پاؤں ڈگمگائے اور مر کر جا پڑا۔ آپ سے پوچھا گیا (کہ آپ نے حلف کے الفاظ کیوں بدلوائے) آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ اللہ کی تمجید بیان کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ حلم کا معاملہ ہو جائے گا۔

(۳۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب ذہانت کے آئینہ میں:۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں رزین سے منقول ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی ﷺ فرمایا وہ مجھ سے بڑے ہیں اور میں ان سے پہلے پیدا ہوا ہوں۔

(۳۴) حضرت عباس رضی اللہ عنہ قبل از اسلام کی ذہانت کا ایک واقعہ:۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ غزوہ بدر سے فارغ ہو گئے تو آپ سے کہا گیا کہ اب اس قافلہ پر حملہ کر دیا جائے (جو کچھ دور سے گذرنے والا تھا) اس کے پیچھے کوئی طاقت نہیں۔ تو حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جبکہ وہ اسیر اور جکڑے ہوئے تھے آپ سے پکار کر کہا کہ ایسا کرنا تمہارے لئے بہتر نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کیوں تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے دو گروہوں میں سے ایک پر فتح دلانے کا وعدہ کیا گیا تھا وہ پورا کر دیا گیا۔

(۳۵) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ذہانت سے بھرپور ایک مشورہ:۔

مجاہد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ آپ کو بدبو ہوا محسوس ہوئی تو فرمایا جس شخص سے ریح خارج ہوگئی اس کو چاہئے کہ اٹھ کر وضو کر آئے۔ شرم کی وجہ وہ شخص نہ اٹھا۔ آپ نے پھر فرمایا، صاحب ریح کو اٹھ کر وضو کر لینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ (بھی) اظہار حق سے نہیں شرماتے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ ہم سب ہی اٹھ کر وضو کیوں نہ کر لیں۔

ایک روایت میں ایسا ہی قصہ حضرت عمرؓ کی مجلس میں پیش آیا تھا کہ حضرت عمرؓ اپنے مکان میں بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ جریر بن عبداللہ بھی تھے۔ (اور دیگر حاضرین

مجلس بھی) تو حضرت عمر کو بدبو ہوا محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا صاحب ریح کو چاہئے کہ اٹھ کر وضو کرے جریر بن عبداللہ نے عرض کیا اے امیر المومنین تمام حاضرین ہی کو وضو کر لینا چاہئے۔حضرت عمر نے تجویز پسند کرتے ہوئے فرمایا تم پر خدا کی رحمت ہو تم جاہلیت کے زمانہ میں بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار رہو۔

(۳۶)عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفرؓ کا قوت حافظہ :۔

حضرت عبداللہ جعفرؓ کے بارے میں ابو ملیکہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ تمہیں یاد ہے جب کہ (بچپن میں) میں اور تم اور عبداللہ بن عباسؓ اکٹھے حضورﷺ سے ملے تھے۔انہوں نے کہا کہ ہاں یاد ہے ہمیں آپ نے اٹھالیا تھا اور تمہیں چھوڑ دیا تھا۔یہ حدیث صحیحین میں ہے۔

اور ہم کو اس کے برخلاف بھی عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت پہنچی ہے کہ عبداللہ بن جعفرؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے یہی سوال کیا تھا اور عبداللہ بن زبیر نے وہ جواب دیا یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ (پہلی روایت صحیح ہے)اس راوی کو الٹا یاد رہ گیا۔تو شک عبداللہ بن زبیرؓ کے حق میں ہوگا۔

(۳۷) عبداللہ بن رواحہؓ کی ذہانت کا مزاح سے بھرپور ایک واقعہ :۔

عبداللہ بن رواحہؓ کے بارے میں عکرمہ مولی ابن عباس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن رواحہؓ اپنی بیوی کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔پھر وہاں سے حجرے کی طرف پہنچے (جہاں ان کی باندی موجود تھی) اس سے مشغول ہو گئے۔جب ان کی بیوی نے بیدار ہو کر ان کو نہ دیکھا تو تجسس کے لئے نکلی اور دیکھا کہ وہ جاریہ یعنی باندی کے پیٹ پر ہیں تو اس نے واپس چھری سنبھالی اور جاریہ کے پاس پہنچی۔عبداللہ نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ بات کیسی سمجھ لو میں اگر اس وقت تم کو اس حالت میں پھر دیکھتی جس میں تم تھے تو اس چھری سے اس کی خبر لیتی۔عبداللہ نے کہا اور میں کہاں

تھا؟ اس نے کہا اس جاریہ کے پیٹ پر۔ عبداللہ نے کہا میں کہاں تھا۔ (انہوں نے ایک ایسا لفظ بولا جس سے اس عورت کو انکار مفہوم ہوا) اس نے کہا کیوں نہیں کہنے لگی۔ اچھا رسول ﷺ نے ہم کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا۔ اگر تم سچے ہوتو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ انہوں نے کہا اچھا سنو۔ (اور قرآن کے لہجہ میں یہ اشعار پڑھ ڈالے)۔

اتانا رسول الله يتلو كتابه، كما لاح منشور
من الصبح ساطع ارانا الهدى بعد العمى فقلو
بنا به موقنات ان ماقال واقع يبيت يجا فى جنبه
عن فراشه ازا استقلت بالكافرين المضاجع،

(ترجمہ) ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ آئے وہ ہم کو اللہ کا کلام سناتے ہیں جس طرح پھیلی ہوئی درخشاں صبح ظاہر ہوتی ہے ہم کو جب کہ ہم بے بصیرت تھے سچا راستہ دکھایا تو ہمارے دل جس چیز کے واقعہ ہونے کی انہوں نے خبر دی اس کا پورا یقین کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول کا یہ حال ہے کہ ان کا پہلو بستر سے جدا ہوتا ہے جس وقت کافروں کے بوجھ سے ان کے بستر دبے ہوئے ہوتے ہیں یعنی آپ اللہ کے حضور میں تمام رات عبادت کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔

اس نے (قرآن سمجھ کر) کہا میں اللہ پر ایمان لائی اور میری آنکھیں جھوٹ کہتی ہیں۔ میں صبح کو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام ماجرا عرض کیا۔ آپ سن کر اتنا ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔

(۳۸) محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی یہود کے سردار کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے ذہانت سے بھرپور ایک چھاپہ مار کارروائی:

محمد بن مسلمہؓ کے متعلق حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ کو کعب بن اشرف (سردار یہود) کی ناپاک سازشوں سے یکسو کرنے کے

لئے کون ہمت کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت اذیت دینے کی کوشش کی ہے محمد بن مسلمہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں، فرمایا ہاں انہوں نے عرض کیا تو یا رسول اللہ یہ میرے ذمہ۔ تو مجھے یہ اجازت دے دیجئے کہ میں اس سے جو گفتگو بھی چاہوں کرلوں۔ فرمایا جو چاہو کرلو۔ اب محمد بن مسلمہ اس کے پاس پہنچے اور گفتگو کی کہ اس شخص نے ہم سے صدقات وصول کرنا شروع کردیئے اور ہم کو بہت تکلیف دے رکھی ہے اور ہم اس سے تنگ آچکے ہیں اور اس خبیث نے جب یہ سنا تو کہا واللہ تمہیں اس کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس سے تکلیف اٹھاتے رہو، اور میں جانتا ہوں کہ آخر کار تمہیں ایسا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں طاقت نہیں رہی ہے کہ اس کی اطاعت کئے چلے جائیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں تک آگے بڑھتا ہے اور (ایک مجبوری یہ آپڑی کہ) اس کے اتباع کے بعد چھوڑ دینا بھی گراں معلوم ہوتا ہے۔ اب انتظار کررہے ہیں کہ اس کا انجام کار کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت میرے آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے آپ کچھ مقدار کھجور قرض دے دیجئے۔ اس نے کہا کہ اس شرط پر مل سکتی ہیں کہ تم اپنی عورتوں کو ہمارے پاس رہن کردو۔ محمد بن مسلمہؓ نے کہا۔ کیسے ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن رکھ دیں۔ کیونکہ تم عرب کے سب سے زیادہ خوبصورت شخص ہو۔ اس نے کہا تو اولاد رہن رکھ دو۔ انہوں نے کہا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ ہماری اولاد پر یہ دھبہ لگایا کریں گے کہ ہم نے ان کو چند من کھجوروں کے بدلے میں رہن رکھ دیا تھا اور ہماری اولاد ہمیشہ گالیاں کھاتی رہے کہ یہ ایک دووسق کھجور پر رہن رکھے گئے تھے۔ اس نے کہا پھر کیا چیز رہن رکھو گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے ہتھیار رہن رکھ دیں گے اس نے قبول کرلیا۔ یہ ہتھیار لانے کا وعدہ کرکے اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ پھر (حسب وعدہ) جب اس یہودی کے پاس گئے تو ان کے ساتھ ابو نائلہ بھی تھے جو اس یہودی یعنی کعب کے رضاعی برادر تھے۔ اور ان کے

ساتھ دو آدمی اور آ گئے ۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ میں اس کے لمبے بالوں کی لٹوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کروں گا۔تو جب تم دیکھو کہ میں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں دے دیا ہے تو تم لوگ اس شخص کو ٹھکانے لگا دیجو۔اب یہ سب لوگ اس کے پاس رات کو پہنچے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کھجور کے درختوں کے پیچھے چھپنے کی ہدایت کردی اور محمد بن مسلمہ نے آ کر اس کو آواز دی۔ جب یہ نکلنے کے لئے آمادہ ہوا تو بیوی نے کہا ایسے بے وقت کہاں جا رہے ہو اس نے کہا کوئی اندیشہ نہیں ۔وہ تو محمد بن مسلمہ ہے اور میرا بھائی ابو نائلہ ہے ۔وہ باہر اس حالت میں آیا کہ ایک ہی کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔اور اس کے بدن سے اچھی خوشبو آ رہی تھی ۔ محمد بن مسلمہ نے کہا تیرا کیسا خوبصورت بدن ہے ۔اور کیسی اچھی خوشبو آ رہی ہے ۔ اس نے کہ میرے پاس فلاں کی بیٹی ہے اور وہ عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ عطر کی شوقین ہے انہوں نے کہا کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اسے سونگھ لوں ۔اس نے کہا ہاں ۔تو محمد نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیر کر سونگھا۔پھر کہا کیا اجازت ہے کہ میں یہ عجیب خوشبو اپنے ساتھیوں کو بھی جا کر سنگھا دوں اس نے اجازت دے دی۔اب انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں اچھی طرح پہنچا کر بالوں کو لپیٹ لیا اور اپنے ساتھیوں کو بلا لیا اور کہا اس دشمن خدا کو ختم کر دو تو ان سب نے اس پر حملہ کر دیا اور قتل کر دیا پھر رسول ﷺ کی خدمت میں آ کر واقعہ کی اطلاع دی ۔

حضرت ابن عباسؓ سے بھی ایک روایت ہے آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو ایک یہودی کے قتل کے لئے بھیجا تھا۔انہوں نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں یہ خدمت اس صورت میں انجام دے سکتا ہوں کہ آپ مجھے یہ اجازت دے دیں کہ جو چاہوں وہ کہہ سکوں ۔آپ نے فرمایا کہ جنگ تو دھوکہ ہی ہوتا ہے ۔تم جو چاہو کرو۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو بروایت ضحاک ابو رافع یہودی کے قتل کی جو روایت

پہنچی وہ بھی اس قصہ سے ملتی جلتی ہے۔اس لئے ہم نے اس کے ذکر سے کتاب کو طول دینا نہیں ہے۔

(۳۹)سویبط بن سعد بن حرملہ رضی اللہ عنہ کی ظریف الطبعی :۔

سویبط بن سعد بن کے متعلق ام سلمہ فرماتی ہے

ہیں کہ ایک سال قبل از وفات حضورﷺ ابو بکر تجارت کے لئے بصرہ گئے اور ان کے ساتھ نعیمان اور سویبط گئے اور یہ دونوں غزوۂ بدر میں شریک تھے اس سفر میں نعیمان زادراہ کے نظم پر متعین تھے اور سویبط بہت ظریف الطبع تھے۔ایک دفعہ انہوں نے نعیمان سے کہا کچھ کھلاؤ۔نعیمان نے کہا کہ ابوبکرؓ کے آنے پر۔انہوں نے کہا، اچھی بات مجھے تمہاری خبر لینی ہے۔دوران سفر میں ایک قوم پر ان کا گزر ہوا تو ان سے سویبط نے کہا کہ میرے پاس ایک غلام ہے۔کیا تم خرید تے ہو۔انہوں نے منظور کرلیا۔انہوں نے کہا (یہ بتائے دیتا ہوں کہ) میرے غلام کو ایک خاص بات کی عادت ہے۔وہ تم سے کہے گا کہ میں آزاد ہوں جب یہ گفتگو سنو تو ہٹ مت جانا اور نہ کبھی اس معاملہ کو چھوڑ دو انہوں نے کہا نہیں ہم تم سے ضرور خریدیں گے۔چنانچہ دس اونٹوں پر معاملہ ہوگیا۔اب وہ لوگ آئے اور انہوں نعیماں کی گردن پر دو پٹہ ڈال دیا یا رسی۔نعیمان نے لوگوں سے کہا کہ یہ تم سے مذاق کر رہا ہے میں تو آزاد ہوں غلام نہیں ہوں۔انہوں نے کہا، ہمیں تیری سب عادت بتا چکا ہے۔یہ لوگ نعیمان کو کھینچ لے گئے پھر جب ابو بکرؓ آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے وہ دس اونٹ ساتھ لے کر اس قوم کا پیچھا کیا۔وہ ان کو واپس کئے اور نعیمان کو چھوڑا کر لائے۔ جب یہ قافلہ واپس ہوا اور سب حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ سنایا تو حضورﷺ اور اصحاب اس قصہ کو سال بھر تک جب یاد کرتے تھے ہنسا کرتے تھے۔

(۴۰) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عقل ودانش کی وجہ خود اس کی زبانی:۔

حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان کے متعلق ربیعہ بن ناجد کہتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ عقل کا اتنا اونچا مقام آپ کو کیسے حاصل ہوا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں کبھی کسی پر بھروسہ کر کے بےفکر نہیں ہوا۔

ثعلبؓ کہتے ہیں کہ جنگ صفین والے دن معاویہؓ نے اپنے لشکر کے ایک بازو پر نظر ڈالی جو ٹیڑھا تھا تو اس کو اشارہ کیا وہ فوراً سیدھا ہو گیا۔ پھر دوسرے بازو پر نظر کی وہ بھی ٹیڑھا ہو رہا تھا اس کو بھی اشارہ کیا تو وہ بھی سیدھا ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا اس (طریق جنگ) پر آپ نے حضرت عثمان کے زمانہ سے غور کرنا شروع کیا۔ تو آپ نے فرمایا واللہ میں نے اس پر عمرؓ کے زمانہ میں غور کیا تھا۔

(۴۱) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظرافت سے بھرپور ایک جواب:

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص حضرت معاویہؓ کے حاجب (چوکیدار) کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ معاویہؓ کو اطلاع کر دو آپ کا باپ شریک اور ماں شریک بھائی دروازہ پر ہے معاویہؓ نے حاجب سے حال معلوم کر کے فرمایا کہ میں نے تو اس کو پہچانا نہیں۔ پھر کہا اور اچھا بلا لو۔ جب یہ شخص سامنے پہنچا تو معاویہؓ نے اس سے کہا کہ تو میرا بھائی کس طرح ہے۔ تو اس نے کہا کہ میں آدم اور حوا کا بیٹا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے غلام کو حکم دیا کہ اس کو ایک درہم دے دے۔ اس نے کہا کہ اپنے بھائی کو جو کہ ماں اور باپ دونوں میں شریک ہے آپ ایک درہم دے رہے ہیں؟ معاویہؓ نے کہا کہ اگر میں اپنے ان سب بھائیوں کو جو آدم وحوا کی اولاد ہیں دینے بیٹھوں گا تو تیرے حصہ میں یہ بھی نہیں آئے گا۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو جواب:۔

حذیفہ بن الیمان کے متعلق کعب القرظی سے روایت ہے کہ ہم میں سے ایک جوان

نے حذیفہ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں کی ہے، اس نے ہاں کہا واللہ اگر ہم آپ کو پالیتے تو آپ کی اس قدر خدمت کرتے کہ آپ کو زمین پر پاؤں بھی نہ رکھنے دیتے۔ حذیفہ نے قصہ سنایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو طلب کیا ہم خندق تیار کرنے میں لگے ہوئے تھے اور حکم دیا کہ تم جاؤ اور قریش کے لشکر میں جا کر بیٹھو اور دیکھو کہ وہ کیا تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں گیا اور قوم میں داخل ہو گیا اور آندھی بھی اللہ کا ایک لشکر تھی جو کر رہی تھی جو کچھ کر رہی تھی نہ ان کی ہانڈیاں اپنی جگہ رہیں اور نہ آگ اور نہ پانی۔ پھر ابوسفیان بن حرب اٹھا اور اس نے ندا کی کہ اے جماعت قریش تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کو دیکھے کہ وہ کون ہے (کیونکہ مسلمانوں میں کا کوئی شخص اندھیرے میں یہاں آ گیا ہے) حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے فوراً جو شخص میرے پاس بیٹھا تھا کا ہاتھ پکڑ لیا (تا کہ میرا ہاتھ پکڑنے میں پہل نہ کر جائے) اور میں نے کہا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں اور فلاں کا بیٹا ہوں (یہ قصہ اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ سا تو اں باب میں نمبر ۸ پر لکھا جا چکا ہے)

(۴۳) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی زیرکی اور ذہانت:۔

مغیرہ بن شعبہ کے متعلق منقول ہے حضرت علیؓ سے کہ مغیرہ کے پاس ایک نیزہ تھا جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں جاتے تھے تو یہ اس نیزہ کو لے کر نکلتے تھے (راستہ میں کسی جگہ) گاڑ دیا کرتے تھے (یاد رہے کہ گری پڑی چیز کے بارے میں یہ حکم شرعی ہے کہ جس مسلمان کی اس پر نظر پڑ جائے وہ اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور اس پر واجب ہے کہ اس کے مالک کو تلاش کر کے اس تک پہچائے) پھر جب لوگ وہاں سے گذرتے تھے تو اس کو اٹھا کر لے جاتے تھے (اور منزل مقصود پر پہنچ کر ان تک اس نیزہ کو پہنچاتے تھے، اس طریقے سے یہ اپنے نیزہ کا بار دوسرے کے کاندھوں پر ڈال دیا کرتے تھے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جب

میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گا تو ان کو (تمہاری اس حرکت کی ضرور خبر دوں گا۔ کہنے لگے (ایسا نہ کرنا) اگر تم نے ایسا کیا (اور حضور ﷺ نے حکم دے دیا، کہ کوئی نہ اٹھایا کرے) تو پھر کوئی گمشدہ چیز نہیں اٹھائی جائے گی۔ (لوگ ایسا ہی سمجھ لیں گے کہ یہ کسی نے مغیرہ کی طرح قصداً ڈالی ہے۔ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا جس کی ذمہ داری آپ کے اوپر رہے گی۔)

(۴۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی حاضر دماغی کا ایک عجیب واقعہ:۔

زید بن اسلم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مغیرہ بن شعبہ کو بحرین کا عامل (گورنر) بنا دیا تھا۔ وہاں کے لوگ ان سے ناراض ہو گئے اور دشمن بن گئے تو عمرؓ نے ان کو معزول کر دیا۔ لیکن بحرین والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ حضرت عمر مغیرہ کو بحال کر کے واپس نہ بھیج دیں تو بحرین کے چودھری نے لوگوں سے کہا کہ اگر تم جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر عمل کر لو تو مغیرہ کبھی واپس نہ آسکیں گے۔ انہوں نے کہا اپنی تجویز بتاؤ۔ چودھری نے کہا تم مجھے ایک لاکھ درہم جمع کر دو اور میں یہ رقم لے کر عمر کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا کہ یہ وہ رقم ہے جو مغیرہ نے خیانت کر کے میرے پاس جمع کر دیئے اور اس نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ مغیرہ نے خیات کر کے میرے پاس رکھوائی تھی۔ یہ سن کر عمرؓ نے مغیرہ کو بلایا اور فرمایا کہ سنو یہ شخص کیا کہہ رہا ہے انہوں نے سن کر عرض کیا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ جھوٹ بول رہے ہے۔ وہ تو دو لاکھ تھے۔ فرمایا یہ حرکت کیوں کی۔ انہوں نے عرض کیا کنبہ کے خرچ اور ضرورت نے مجبور کیا۔ اب حضرت عمرؓ نے اس نمائندہ قوم سے خطاب کیا کہ بولو تم کیا کہنا چاہتے ہو (دو لاکھ سن کر اس کے ہوش و حواس ٹھکانے آ چکے تھے) کہنے لگا خدا کی قسم ایسا نہیں (اب) میں آپ سے ضرور سچ کہوں گا اللہ آپ کا بھلا کرے خدا کی قسم مغیرہ نے میرے پاس نہ قلیل رقم رکھوائی نہ

کثیر۔ حضرت عمر نے مغیرہ سے فرمایا تم نے اس دہقان کی نسبت کیا ارادہ کیا تھا؟ مغیرہ نے کہا اس خبیث نے مجھ پر جھوٹ باندھا تھا۔ میں نے بھی پسند کیا کہ (اسی سے حقیقت ظاہر کراؤں اور) اس کو رسوا کردوں۔ (ایسے واقعات میں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایک صحابی جھوٹ بول رہے ہیں۔ احکام مقصد کے تابع ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس دہقان سے ان کو دو لاکھ درہم وصول کرنا تھے۔ بلکہ سچائی کو سطح پر لانے کے لئے محض ایک حیلہ کیا تھا جو نہ عقلاً مذموم ہے اور نہ شرعاً۔

(۴۵) حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی ذہانت اور معاملہ فہمی:۔

صبیح الکوفی سے منقول ہے کہ ایک عورت کے پاس مغیرہ بن شعبہ اور ایک عرب نوجوان نے شادی کے لئے پیغام بھیجا اور نوجوان خوبصورت اور عنفوان شباب میں تھا۔ جواب میں دونوں کے پاس اس عورت نے یہ پیغام بھیجا کہ تم دونوں نے میرے پاس رشتہ بھیجا ہے اور میں تم دونوں سے کسی کا رشتہ اس وقت تک منظور نہ کروں گی جب تک اس کو دیکھ نہ لوں اس کی گفتگو نہ سن لوں تو اگر تم چاہو تو یہاں آجاؤ تو دونوں پہنچ گئے۔ اس عورت نے ان کو ایسی جگہ بٹھایا جہاں سے وہ ان کو دیکھ سکے اور ان کی گفتگو بھی سن سکے۔ جب مغیرہ نے اس جوان کو دیکھا اور اس کے جمال اور شباب اور وضع پر نظر کی تو اس عورت کی طرف سے مایوس ہو گئے اور خیال کیا کہ وہ ان کو اس جوان پر ترجیح نہ دے گی۔ پھر اس جوان کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ تم خوبصورت اور صاحب حسن ہو۔ خوب بات کرتے ہو، کیا تم میں کچھ اور اوصاف بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں اور اپنے محاسن شمار کرانے کے بعد خاموش ہو گیا۔ اس سے مغیرہ نے کہا کہ تمہارا حساب کیسا ہے اس نے کہا حساب میں مجھ سے کبھی چوک نہیں ہو سکتی اور میں رائی کے دانہ سے بھی باریک فرق کو پکڑ لیتا ہوں۔ مغیرہ نے کہا لیکن میرا حال تو یہ ہے کہ میں گھر کے کونہ میں تھیلی رکھ دیتا ہوں۔ گھر والے جہاں چاہتے ہیں خرچ کرتے رہتے ہیں مجھے خرچ کی خبر اسی وقت ہوتی ہے جب وہ

دوسری تھیلی طلب کرتے ہیں۔عورت نے کہاواللہ یہ شخ جو مجھ سے کسی چیز کا محاسبہ نہ کرے اس شخص سے بہتر ہے جو رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔اس نے مغیرہ سے نکاح کرلیا۔

(۴۶) حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی شجاعت و دلیری سے بھرپور ذہانت:۔

حضرت عمرو بن العاص ؓ کے متعلق ابن الکلبی کہتے ہیں فتح قیساریہ کے لئے جب عمرو بن ؓ العاص نے چڑھائی کی تو غزہ پر پڑاؤ کیا۔قیساریہ کے حاکم نے (یہ ایک رومی بادشاہ تھا جس نے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ قیساریہ میں قیام کیا تھا جو مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زائد تھے) ایلچی بھیجا کہ اپنی طرف سے یہاں ایک سفیر بھیجو ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔عمر بن العاص ؓ نے سوچا کہ میرے سوا اس کی ٹکر کا کوئی شخص موجود نہیں ہے اس لئے خود ہی سفیر بن کر اس کے پاس جا پہنچے اور گفتگو شروع کر دی۔اس نے ایسی پر شوکت اور وزن دار گفتگو سنی کہ اس سے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔تو اس نے کہا کیا آپ جیسا آپ کے ساتھیوں میں کوئی اور بھی ہے۔اور آپ نے جواب دیا میری قدر و منزلت کے بارے میں جو مصلحت ہے وہ ہے۔(دراصل بڑوں کو) یہ اندازہ نہیں ہوا کہ آپ کا برتاؤ میرے ساتھ کیا ہوگا (مدعا یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں ایک کم مرتبہ کا شخص ہوں ابھی جو بڑے سردار ہیں وہ اس لئے نہیں ملے کہ انہیں آپ کے معاملات کا اندازہ نہیں ہے۔میرے ساتھ اگر شریفانہ برتاؤ ہوگا تو وہ بھی ملاقات کرسکیں گے) اس نے ان کو انعام اور جوڑے دینے کا حکم کیا، اور (خفیہ طور پر) دروازہ شہر کے دربار کے پاس حکم بھیج دیا کہ جب یہ شخص دروازہ سے گذرے تو اس کی گردن ماری دی جائے اور جو سامان اس کے ساتھ ہے وہ لے لے۔ جب آپ (اس حاکم کے پاس سے رخصت ہوکر) چلے تو آپ کو غسان کا ایک عیسائی ملا۔آپ کو اس نے پہچان لیا اور کہا اے عمرو ! جس خوبی کے ساتھ داخل

ہوئے ہو، اسی خوبی کے ساتھ نکل بھی جانا۔ یہ سن کر پھر واپس اس بادشاہ کے پاس پہنچے۔ بادشاہ نے کہا کیسے واپس آئے۔ آپ نے کہا میں نے ان عطیات پر غور کیا جو آپ نے مجھے عطا فرمائے۔ میں نے اتنی گنجائش نہیں پائی جو میرے چچا کے بیٹوں کے لئے کافی ہو سکے۔ اس لئے میں نے یہ ارادہ کیا کہ (یہ عطیات یہاں چھوڑ کر) ان میں سے دس کو اپنے ساتھ لے کر آ جاؤں تو اسی کو دس پر تقسیم کر دیں اس صورت میں آپ کا احسان دس پر ہوگا اور یہ اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ صرف ایک شخص پر ہو۔ اس نے کہا بالکل ٹھیک ہے ان کو جلد لے آیئے اور دربان کے پاس خفیہ پیغام بھیج دیا کہ اب اس سے تعرض نہ کیا جائے اور جانے دیا جائے تو عمرو شہر سے نکل آئے اور بہت چوکنے رہے جب خطرہ سے باہر ہو گئے تو کہنے لگے اب کبھی اس طرح نہ پھنسوں گا۔ جب اس سردار سے صلح ہو گئی اور وہ (امیر لشکر سے) ملاقات کے لئے آیا تو (دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہیں) کہنے لگا آپ وہی ہیں۔ آپ نے کہا ہاں آپ میرے ہی ساتھ غداری کر رہے تھے۔

(۴۷) حضرت خذیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ذہانت کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے آپ کی گواہی کو دو مردوں کے برابر قرار دیا:۔

خزیمہ بن ثابت کے متعلق زھری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا۔ آپ اس کو ساتھ لے کر چلے تا کہ اس کی قیمت اس کو ادا کریں۔ آپ کی رفتار تیز تھی اور اعرابی آہستہ چل رہا تھا (اس لئے آپ اس سے کچھ دور آگے ہو گئے تھے) لوگوں نے (یہ دیکھ کر کہ ایک بکاؤ گھوڑا ہے) اس اعرابی کو روک کر اس سے قیمت طے کرنا شروع کر دی ان کو یہ خبر نہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس سے خرید چکے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس قیمت سے جو حضور ﷺ سے طے ہو چکی تھی زیادہ قیمت لگا دی، تو اس عرابی نے حضور ﷺ کو آواز دی اور کہا اگر تمہارا اس کو خریدنے کا ارادہ ہے تو خرید لو۔ نہیں تو میں اس کو بیچتا ہوں۔ یہ سن کر آپ

کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کیا یہ میں تجھ سے خرید نہیں چکا ہوں ۔اس نے کہا نہیں ۔اب لوگ نبی ﷺ اور اعرابی کے گرد جمع ہو گئے جبکہ دونوں ایک دوسرے سے سوال و جواب کر رہے تھے ۔اب اعرابی نے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو یہ شہادت دے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچ دیا ہے، اور مسلمانوں میں سے جو شخص بھی آتا رہا وہ اعرابی سے کہتا رہا...... کہ کمبخت اللہ کے رسول ہمیشہ سچ ہی فرماتے ہیں یہاں تک کہ خزیمہ آ گئے ۔انہوں نے نبی ﷺ اور اعرابی کے ایک دوسرے سے سوال و جواب سنے ۔اس اعرابی نے پھر یہی کہنا شروع کیا کہ کوئی گواہ لاؤ جو گواہی دے کہ میں بیچ چکا ہوں ۔خزیمہ نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو بیچ چکا ہے ۔ رسول ﷺ نے خزیمہ سے کہا کہ تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے ۔ انہوں نے کہا آپ کے صادق ہونے کی بنا پر اے رسول اللہ اس وقت سے نبی ﷺ نے تنہا خزیمہ کی شہادت دو مردوں کے برابر قرار دی ۔اور دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خزیمہ سے فرمایا تو کیسے گواہی دیتے ہو تم کیسے گواہی دیتے ہو تم تو ہمارے ساتھ نہیں تھے ۔انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں ۔(صرف آپ سے سن کر ہی) تو ہم تصدیق کرتے ہیں تو اس قول کی تصدیق کیوں نہ کریں (اسی ذہانت کے مشاہدہ پر آپ نے خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کے برابر قرار دیا ۔)

(۴۸) حجاج بن علاطؓ کا حیلہ :

حجاج بن علاط کے متعلق انسؓ بن مالک سے منقول ہے ۔جب رسول اللہ ﷺ نے خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے عرض کیا یا رسول اللہ مکہ میں میرا مال ہے اور وہیں میرے گھر والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کو یہاں لے آؤں ۔آپ مجھے اجازت دے دیجئے کبھی مکہ جاتا ہوا دیکھ کر کوئی گرفتار کرلے (اور مجھ کو مشتبہ سمجھا جائے) اور اس کی بھی کہ جو بات بنانا چاہوں وہ بنا دوں ۔آپ نے اجازت دے دی کہ جو

چاہو کہہ دو۔ اجازت لینے کے بعد یہ مکہ پہنچے اور اپنی بیوی سے مل کر یہ کہا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے وہ سب سمیٹ کر مجھے دے دے۔ میں چاہتا ہوں کہ (حضرت) محمدﷺ اور مسلمانوں کے لوٹ کا مال خرید لوں۔ کیونکہ مسلمانوں کو مباح قرار دے دیا گیا (یعنی ان کا قتل عام ہو رہا ہے) اور ان کے اموال پر مصیبت پڑ گئی (کوڑیوں کے مول فروخت ہو رہا ہے) یہ خبر مکہ میں پھیل گئی جس نے مسلمانوں کے دل توڑ دیئے اور مشرکین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ کہتے ہیں، کہ جب یہ خبر حضرت عباس بن عبدالمطلب کو پہنچی تو ان کے گھٹنے ڈھیلے ہو گئے اور کھڑے ہونے پر قادر نہ رہے۔ معمر سے روایت کہ حضرت عباس کا ایک لڑکا تھا۔ جس کی صورت میں رسول اللہﷺ کی شباہت تھی۔ انہوں نے اس بے چینی کے عالم میں سیدھے لیٹ کر اس لڑکے کو سینہ پر بٹھا لیا اور (دل بہلانے کے لئے) یہ کلمات شروع کر دیئے حبی قثم ذی الانف الاشم (میرا پیارا قثم ہے۔(ا) بڑی ناک والا ہے) پھر آپ نے حجاج کے پاس اپنے غلام کو بھیجا۔ جس نے ان کی طرف سے کہا کہ کمبخت تو کیا خبر لایا ہے جو کچھ تو کہہ رہا ہے خدا اس کو سچا نہ کرے۔ حجاج ابن علاط نے کہا ابو الفضل سے میرا اسلام کہہ دے (ابوالفضل حضرت عباس کی کنیت ہے) اور یہ کہہ دینا کہ میں خود آ رہا ہوں۔ مجھ سے تنہائی میں بات کرنے کے لئے تخلیہ کی جگہ تیار رکھیں۔ اور یہ کہہ دینا کہ میں خود آ رہا ہوں۔ مجھ سے تنہائی میں بات کرنے کے لیے تخلیہ کی جگہ تیار رکھیں۔ اور (مختصر بات یہ ہے) کہ خبر سن کر وہ خوش ہو جائیں گے۔ غلام نے واپس آ کر حضرت عباس کو دروازہ سے پکار دیا کہ بشارت ہو آپ کو اے ابوالفضل تو عباس نے خوشی سے اپنی جگہ سے کود کر غلام کی دونوں آنکھوں کے درمیاند دو دو بوسہ دیا۔ غلام نے حجاج کی گفتگو بیان کر دی۔ عباس نے خوش ہو کر اس غلام کو آزاد کر دیا۔

پھر ان سے حجاج آ کر ملے اور انہوں نے یہ خبر سنائی کہ رسول اللہﷺ نے خیبر فتح

کرلیا ہے اور وہاں کے اموال آپ کے پاس غنیمت میں آئے ہیں اور خیبر کے اموال اللہ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق متعین ہو چکے ہیں اور صفیہ بنت حیی کو آپ نے پسند کیا اور اپنی ذات کے لئے خاص کیا اور ان کو آزاد کر کے اختیار دے دیا تھا کہ وہ چاہیں تو اپنے رشتہ داروں میں چلی جائیں یا مجھ سے نکاح کرلیں۔ انہوں نے آزاد ہو کر آپ سے نکاح کرنے کو پسند کرلیا۔ لیکن میں تو یہاں سے صرف اپنا مال نکال لے جانے کے لئے آیا ہوں جو یہاں موجود ہے چاہتا ہوں کہ یہ سمیٹ کر لے جاؤں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت مانگی تھی۔ آپ نے اجازت عطا فرمادی کہ میں جو چاہوں کہہ دوں۔ جو خبر میں نے آپ کو سنائی ہے اس کو تین دن تک کسی سے بیان نہ کیجئے اس کے بعد سنادیجئے۔

حجاج کی بیوی نے جو کچھ اس کے پاس زیور اور پونجی تھی سب کو جمع کر کے ان کے حوالہ کر دی۔ یہ اس کو لے کر چل دیئے۔ جب تین دن گذر گئے تو عباسؓ حجاج کی بیوی سے ملے اور اس سے پوچھا کہ تیرے شوہر نے کیا کیا۔ اس نے بتایا کہ وہ فلاں دن روانہ ہو گئے اور یہ بھی کہا کہ اے ابوالفضل اللہ آپ کو غمگین نہ کرے جو خبر رنج آمیز آپ کو پہنچی اس سے ہمیں دکھ پہنچا۔ آپ نے فرمایا "ہاں اللہ مجھے غمگین نہ کرے گا اور خدا کا شکر ہے وہی واقع ہوا جو ہم کو پسند تھا۔ اپنے رسول کے ہاتھ سے اللہ نے خیبر کو فتح کرایا۔ اور اللہ کے مقرر کردہ حصے بھی خیبر کے اموال میں لگ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے صفیہؓ سے نکاح بھی کرلیا۔" اگر تو چاہے تو اپنے شوہر کے پاس چلی جا اس نے کہا واللہ میں آپ کو سچا سمجھتی ہوں۔ انہوں نے کہا واللہ میں تجھ سے سچ ہی کہہ رہا ہوں۔ حقیقت وہی ہے جو میں نے تجھ سے بیان کی ہے۔

اس کے بعد عباس قریش کی مجالس کی طرف پہنچے۔ جب بھی آپ کا گذر کسی جماعت کی طرف ہوتا تھا تو لوگ کہتے تھے اے ابوالفضل ہماری دعا ہے کہ آپ کو خوشی اور خیر نصیب ہو۔ آپ جواب میں کہتے تھے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے

میرے پاس خیر ہی پہنچائی ہے۔ مجھے حجاج بن علاط نے اطلاع دی ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو خیبر فتح کرا دیا اور مال غنیمت اللہ کے مقرر کردہ سہام (حصوں) کے مطابق طے ہو چکا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صفیہ کو اپنی ذات کے لئے خاص کر لیا ہے۔ حجاج نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس خبر کو تین دن چھپائیں رکھوں وہ صرف اس لئے یہاں آیا تھا کہ اپنی اشیاء یہاں سے لے جائے۔ اب تو جو روحانی اذیت مسلمانوں پر تھی وہ مشرکین پر پلٹ گئی اور وہ مسلمان جو اپنے گھروں میں پریشان پڑے ہوئے تھے وہ حضرت عباس کے یہاں آ گئے تھے۔ جب وہ اپنے مکان پر واپس آئے تو سب کو مفصل خبر سنائی تو سب مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے رنج و غم و غصہ کو مشرکین پر لوٹا دیا۔

(۴۹) یوم احزاب کے موقع پر نعیم بن مسعودؓ کا کارنامہ :۔

نعیم بن مسعود کے متعلق ابن اسحٰق سے مروی ہے کہ یوم احزاب کے موقع پر جب لوگوں پر خوف چھا رہا تھا۔ نعیم بن مسعود نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اسلام قبول کر چکا ہوں، اور میری قوم میں سے کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔ آپ مجھے کوئی خدمت سپرد کیجئے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ وہاں ہم میں کے تم تنہا ہی ہو۔ ہماری نسبت جو مناسب سمجھو کہہ دو۔ لڑائی تو دھوکہ ہی ہوتا ہے۔ نعیم یہاں سے رخصت ہو کر بنی قریظہ کے پاس پہنچے اور بزمانہ جاہلیت یہ ان کے دوست تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے بنی قریظہ، میں تمہارا دوست ہوں اور تم اس سے واقف ہو۔ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر انہوں نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ محمد کے نزدیک تم اور قریش اور غطفان ایک ہی درجہ میں ہو۔ اور یہ شہر تمہارا ہے جہاں تمہارے اموال اور تمہاری عورتیں اور بچے ہیں اور قریش اور غطفان کے شہر دوسرے ہیں اور یہ لوگ صرف اس لئے یہاں تمہارے پاس آئے کہ تمہیں اپنے ساتھ ملا لیں اور موقع دیکھیں تو اس سے فائدہ اٹھائیں اور اگر اپنے

خلاف دیکھیں تو اپنے شہروں میں اپنے اموال اور اپنی عورتوں اور بچوں کی طرف لوٹ جائیں، اور تمہیں اور اس شخص کو چھوڑ جائیں جس سے مقابلہ کرنا تمہاری قوت سے باہر ہے۔ اگر یہ لوگ تمہیں شریک جنگ کرنا چاہیں تو تم کو اس کے ساتھ قتال نہیں کرنا چاہئے۔ جب تک ان کے چند معزز لوگوں کو ضمانت میں اپنے یہاں رہن نہ رکھ لو۔ جن کو باندھ کر رکھو اور ان کو نہ چھوڑو۔ جب تک وہ محمد ﷺ سے قتال نہ شروع کر دیں۔ ان لوگوں نے کہا بے شک تمہاری رائے وقیع (گہری) ہے۔ اور خیر خواہی کی بات ہے۔ پھر نعیم قریش کے پاس پہنچے اور ابو سفیان اور اشراف قریش سے ملے اور ان سے اس طرح گفتگو کی۔ اے جماعت قریش جو محبت اور تعلق میرا تم سے ہے اس سے تم اچھی طرح واقف ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ محمد ﷺ اور اس کے دین سے میں الگ ہوں۔ میں تمہارے پاس ایک خیر خواہانہ نصیحت لے کر آیا ہوں جو آپ کو راز میں رکھنا ہوگی۔ انہوں نے اقرار کیا اور کہا کہ تم ہمارے نزدیک غیر مشتبہ ہو (ہم تم پر اعتماد کرتے ہیں) نعیم نے کہا تم جانتے ہو کہ نبی قریظہ یہود میں سے ہیں اور وہ شرمندہ ہیں۔ ان حرکات پر جو ان کے اور محمد ﷺ کے درمیان ان سے ہوتی رہی ہیں۔ اب انہوں نے محمد کے پاس یہ پیغام بھیجا ہے کہ کیا اس شرط پر آپ ہم سے راضی ہو سکتے ہیں کہ ہم قریش کے اشراف کو رہن کے نام سے اپنے قبضہ میں لے کر تمہارے سپرد کر دیں اور تم ان کی گردنیں اڑا دو۔ پھر ہم تمہارے ساتھ مل کر قریش اور ان کے ساتھیوں کو اپنے شہروں سے نکال دیں۔ محمد نے اس کو مان لیا۔ تو اگر بنو قریظہ کسی پیغام میں تم سے یہ سوال کریں کہ تم اپنے معزز لوگوں کو یہاں بھیج دو تو تم ان کو ایک شخص بھی نہ دینا اور ان سے بچ کر رہنا۔ پھر نعیم قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اے جماعت غطفان تم جانتے ہو کہ میں تم میں کا ایک شخص ہوں۔ انہوں نے تصدیق کی۔ پھر ان سے بھی وہی گفتگو کی جو قریش سے کی تھی۔

جب اگلا دن ہوا تو بنی قریظہ کے پاس ابوسفیان نے اپنی طرف سے عکرمہ بن ابی جہل کو مع قریش کے چند لوگوں کے یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "اے جماعت یہود ابوسفیان تم سے کہتا ہے کہ (محمد کے فتنہ سے) چھوٹے اور بڑے سب ہلاک ہو جائیں گے اور ان شہروں میں ہم قیام کرنے نہیں آئے۔ تم محمد سے قتال کرنے کے لئے ہمارے ساتھ مل جاؤ اور نکلو" انہوں نے یہ پیغام بھیجا آج بار کا دن ہے جس میں ہم کوئی کام نہیں کرتے اور ہم آپ کے ساتھ مل کر قتال کے حق میں نہیں ہیں جب تک تم رہن کے طور پر اپنے کچھ لوگ ہمارے قبضہ میں نہ دے دو۔ جن کو ہم باندھ کر رکھیں۔ تا کہ یہ اندیشہ باقی نہ رہے کہ تم قتال کے لئے نہ جاؤ اور ہمیں اور محمد کو قتال کے لئے چھوڑ کر چل دو۔ تو ابوسفیان نے کہا واللہ ہم کو نعیم نے ٹھیک خبر دار کیا تھا۔ یہ سن کر ابوسفیان نے کہلا بھیجا کہ ہم تمہیں ایک آدمی بھی نہ دیں گے اگر تم چاہو تو نکلو اور ہمارے ساتھ شامل ہو کو جنگ کرو اور چاہو تو بیٹھے رہو۔ یہود نے کہا واللہ وہی بات ہے جو ہم سے نعیم نے کہی تھی کہ واللہ ان لوگوں نے صرف یہ ارادہ کیا ہے کہ محمد سے قتال اس طرح کریں گے کہ موقع مل جائے تو حملہ کر دیں ورنہ اپنے شہروں کو بھاگ جائیں اور ہمارے اور اس شخص (یعنی محمد) کے لیے میدان خالی چھوڑ جائیں۔ (کہ ہمیں تنہا کو کاٹ کر رکھ دے) انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ ہماری وہی شرط ہے کہ تم اپنے کچھ لوگ بطور رہن ہمارے پاس رکھو بغیر اس کے ہم تمہارے ساتھ مل کر قتال کے لئے تیار نہیں ہیں۔ قریش نے اس سے پھر صاف انکار کر دیا۔ پھر اللہ تعالٰی نے ابوسفیان اور اس کے اصحاب اور غطفان والوں پر آندھی کو مسلط کیا اور ان کو اللہ عزوجل نے ذلیل و خوار کیا۔

(۵۰) اشعث بن قیس کی عقلمندی کا واقعہ:

اشعث بن قیس کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کا پیغام ام عمران سے بھیجا جو سعید ابن قیس

ہمدانی کی بیٹی تھیں۔سعید نے کہامیرے اوپر ایک اورامیر ذی اختیار ہے یعنی اس کی والدہ۔علیؑ نے فرمایا جایئے اس سے مشورہ کر لیجئے۔سعید نے اشعت کو پوری بات سنا دی۔انہوں نے کہا کیاتم نے حسن سے کرنے کاارادہ کرلیا۔

حسن اس لڑکی پر اپنی بڑائی جتائیں گے اوراس کے ساتھ انصاف کا معاملہ نہیں کر سکتے ہیں وہ لڑکی سے اچھابرتاؤ نہ کریں گے۔ان کو یہ ناز ہوگا کہ وہ رسول اللہ کے بیٹے ہیں۔امیر المومنین کے بیٹے ہیں۔لیکن تم کو کچھ اپنے بھتیجے کا بھی خیال ہے یہ اس کی ہے اور وہ اس کا (یعنی دونوں ایک دوسرے کی طرف راغب ہیں) راوی کہتے ہیں کہ اسی گفتگو کے پیش نظر محمد بن الاشعث نے یہ کہا تھا کہ میں نے اس کی شادی کردی (یہ گفتگو آگے ذکر کی جارہی ہیں) پھر محمد بن الاشعث امیر المومنین، علیؑ کی خدمت میں گئے اورعرض کیا کہ اے امیر المومنین کیا آپ نے حسن کا پیغام سعید کی بیٹی کے لئے دیا۔

آپ نے فرمایاہاں،انہوں نے کہا کیا آپ اس سے زیادہ شریف گھر کی لڑکی پسند کریں گے جوسعید کی بیٹی سے زیادہ اچھی ہو۔حسب کے اعتبار سے اوراس سے زیادہ خوبصورت اورزیادہ مالدار بھی ہو۔حضرت علیؑ نے پوچھا کہ وہ کون ہے انہوں نے کہاجعدہ بن الاشعث بن قیس (یعنی ان کی بہن) آپ نے فرمایا کہ ایک شخص سے ہم پیغام دے چکے ہیں (اب مجبوری ہے) انہوں نے کہا کہ اب اس شخص سے جس کوآپ نے پیغام دیا ہے قبول کرنے کاسوال باقی نہیں رہا۔آپ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس سے اٹھ کرلڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنے گئے ہیں۔انہوں نے کہااس نے اس کا نکاح محمد بن الاشعث سے کردیا۔آپ نے پوچھا کب۔انہوں نے کہا ابھی دروازہ پر۔

پھر اشعث حسنؓ کے پاس آئے اوران سے کہا کہ اے ابومحمد اپنی دلہن کودیکھنے کے لئے نہیں چلتے؟ جب انہوں نے چلنے کا ارادہ کیاتو انہوں نے کہا ایسے چلنانہیں

ہوگا۔واللہ میری قوم کی چادروں پر آپ چلیں گے۔تو ان کے استقبال کے لئے بنی کندہ راستہ کے دونوں طرف صفیں باندھ کر آئے اور انہوں نے یہاں سے باب الاشعث تک چادریں بچھادیں (ان پر حضرت حسنؓ کو لے جایا گیا۔)

(۵۱)وحشی بن حرب کی قوت حافظہ کا ایک واقعہ:

وحشی بن حرب کے متعلق جعفر بن عمر الضمر ی کہتے ہیں کہ میں عبید اللہ ابن عدی بن الخیار کے ساتھ (شام کے لئے) نکلا مجھ سے عبید اللہ نے وحشی سے ملاقات کی تحریک کی۔چنانچہ ہم جا کر اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

ہم نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔اور عبید اللہ نے عمامہ کو اپنے منہ پر اتنا لپیٹ لیا تھا کہ وحشی ان کی صرف آنکھیں ہی دیکھ سکتا تھا۔اور دونوں پاؤں عبید اللہ نے کہا اے وحشی تم مجھ سے پہنچانتے ہو؟

تو اس نے نظر ڈالی پھر کہا نہیں۔واللہ اس سے زیادہ نہیں کہ مجھے علم ہے کہ عدی بن الخیار نے ایک عورت سے نکاح کیا تھا۔اس کے عدی سے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس کے لئے عدی نے دودھ پلانے والی کا انتظام کیا۔میں اس لڑکے کو گود میں لے کر اس کی ماں کے ساتھ چلا اور اس کو دودھ پلانے والی کے پاس پہنچا دیا تھا اس وقت میں گویا اس لڑکے کے پاؤں کو دیکھ رہا ہوں (عبید اللہ بن عدی اسی لڑکے کا نام تھا۔جواب جوان ہو کر اس کے سامنے آئے تھے۔)

باب ۹

خلفاء رضی اللہ عنہم کی حکایت اور ذہانت کے واقعات

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور حسنؓ اور حسینؓ اور معاویہؓ اور ابن الزبیرؓ کے کچھ واقعات ذکاوت تحریر کر چکے ہیں اور ہم ان خلفاء کے ایسے واقعات تحریر کرتے ہیں جو ان کے بعد ہوئے ہیں۔ اور اللہ توفیق دینے والا ہے۔

(۵۲) عبدالملک بن مروان کی تعجب خیز نکتہ رسی :۔

عبدالملک بن مروان کے متعلق اصمعی سے منقول ہے کہ عبدالملک بن مروان نے عامر شعبی کو شاہ روم کے پاس کسی وجہ سے قاصد بنا کر بھیجا۔ شعبی شاندار طریقہ پر پہنچے۔ شاہ روم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ شاہی خاندان سے ہیں انہوں نے کہا نہیں۔ جب شعبی نے واپسی کا ارادہ کیا تو شاہ نے ان کو ایک مختصر رقعہ دیا اور کہا جب آپ واپس جا کر خلیفہ سے ملیں اور ہمارے نواح کے متعلق تمام مناسب کلام سے فارغ ہو چکیں تو ان کو یہ رقعہ سپرد کر دینا۔ جب شعبی عبدالملک کے پاس واپس پہنچے، تو جو کچھ ضروری گفتگو تھی اس سے فارغ ہو کر اٹھے اور جانے لگے رقعہ یاد آیا تو پھر واپس آئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں ایک رقعہ پیش کرنا بھول گیا تھا جو باہر نکل کر مجھے یاد آیا اور اس کو آخر میں ہی پیش کرنا تھا۔ وہ رقعہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کر دیا اور رخصت ہو گئے۔ خلیفہ نے کھولنے کا حکم دیا اور اس کو پڑھ کر خلیفہ نے شعبی کو واپس بلانے کا حکم دیا پھر ان سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پھر سنایا کہ اس میں لکھا ہے کہ "میں قوم عرب کی طرف سے تعجب کرتا ہوں کہ

طرف سے حسد پیدا کرنا چاہتا ہے اور مجھے تمہارے قتل پر ابھار رہا ہے۔ شعبی نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر وہ آپ کو دیکھ لیتا تو مجھے شاندار نہ سمجھتا۔ یہ گفتگو اس بادشاہ تک پہنچ گئی۔ تو وہ عبدالملک کی نکتہ رسی پر متعجب ہو کر کہنے لگا۔ واللہ میں نے اسی مصلحت سے وہ کلمات لکھے تھے۔

(۵۳) ہشام بن عبدالملک کا اندازِ تربیت:۔

ہشام بن عبدالملک کے متعلق منقول ہے کہ ہشام نے اپنے بیٹے کے اتالیق کو ہدایت کی تھی کہ جب تم کسی مجلس میں اس کی زبان سے کوئی نامناسب کلمہ سنو تو اس کو اس مجمع میں ٹوک کر شرمندہ نہ کرنا۔ اس صورت میں یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی خطا کو موزوں و مناسب ثابت کرنے لگے اور یہ دوسری خطا پہلی خطا سے بھی بری ہوگی۔ تم کو چاہئے کہ اسے یاد رکھو اور جب تخلیہ (علیحدگی) ہو تو اس کو بیان کرکے اصلاح کرو۔

(۵۴) سفاح کا تعجب خیز جواب:۔

سفاح کے متعلق ایک ایسے شخص سے منقول ہے جو کہ سفاح کی مجلس میں حاضر تھا اور سفاح بنی ہاشم میں سے بہت حسد کرنے والا شخص ہوا ہے اور شیعوں کا اور روجہ لوگوں کا دشمن تھا اس کے پاس (امام حسنؓ کے پوتے) عبداللہ بن حسین بن حسن پہنچے اور وہ قرآن مجید لئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ہم کو ہمارا حق ادا کرو جس کو اللہ نے اس قرآن میں متعین فرما دیا ہے۔ اس سے لوگوں میں خوف پیدا ہوگیا کہ مبادا سفاح ان کے حق میں کسی سخت معاملہ میں جلدی کر جائے (کیونکہ یہ شخص نہایت خونخوار ظالم تھا) اور عام لوگ ان بزرگ کے حق میں جو بنی ہاشم کے شیخ تھے اس امر کو پسند نہیں کرتے تھے اور نہ اس امر کو کہ یہ سفاح کو جواب دینے سے عاجز

کرنے والے تھے۔ وہ ذی اختیار بنے یعنی خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے تمہارے دادا حسن اور حسین کو دیا۔ اور یہ دونوں تم سے بہتر تھے اور اب مجھ پر واجب ہوا کہ میں بھی تم کو اتنا ہی دوں تو اگر میں تم کو اتنا ہی دیتا تو تمہارے ساتھ انصاف کرتا اور اگر میں نے اس پر اضافہ کر دیا تو کیا میرے لئے تمہاری طرف سے یہی جزا ہے۔ عبداللہ اس کو جواب نہ دے سکے اور واپس ہو گئے اور لوگ سفاح کے جواب پر تعجب کرتے تھے۔

(۵۵) سفاح کا ایک اور پُراستدلال جواب:

ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ پہلا خطبہ جو سفاح (۱) نے دیا وہ اس قریہ میں دیا جس کا نام عباسیہ تھا۔ جب خطبہ میں شہادت کا موقع آیا (یعنی اشہدان لا الہ اللہ الخ) تو آل ابی طالب میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا جس کے گلے میں قرآن تھا اس نے کہا کہ میں تجھے اس خدا کو یاد دلا کر کہتا ہوں جس کا تو نے ذکر کیا کہ میرے دشمن کے مقابلہ پر مجھ سے انصاف کرو۔ اور میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دو۔ اس حکم کے مطابق جو اس قرآن میں ہے۔ سفاح نے کہا کہ تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ اس نے کہا کہ ابوبکرؓ نے جس نے فاطمہؓ کو باغ فدک نہ دیا۔ سفاح نے کہا ابوبکرؓ کے بعد کوئی اور بھی ہوا اس نے کہا ہاں۔ پوچھا کون؟ اس نے کہا عمرؓ سفاح نے کہا اور وہ اس ظلم پر جو تم پر ہوا قائم رہے اس نے کہا "ہاں" سفاح نے کہا کہ پھر ان کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا "ہاں" پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا کہ عثمانؓ سفاح نے کہا کہ وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے؟ اس نے جواب دیا "ہاں" سفاح نے کہا اس کے بعد کوئی اور ہوا اس نے کہا "ہاں" پوچھا کون اس نے کہا "علیؓ سفاح نے پوچھا "اور وہ بھی اس ظلم پر قائم رہے۔" اب وہ شخص چپ ہو گیا اور اس نے اپنی رہائی کا راستہ نکالنے کے لئے پیچھے کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سفاح نے کہا اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر یہ پہلا مقام نہ ہوتا جہاں میں کھڑا ہوں پھر میں تجھ سے گفتگو کی

ابتدا نہ کر چکا ہوتا تو جس میں تیری دونوں آنکھیں لگی ہوئی ہیں۔ اس کو تن سے جدا کر دیتا بیٹھ اور خطبہ سن۔

(۵۶) منصور کا حد سے بچنے کے لئے ایک عجیب حیلہ:

منصور (۱) کے متعلق اسماعیل بن محمد سے منقول ہے کہ ابن ہرمہ شاعر نے ابوجعفر (منصور) کو ایک قصیدہ سنایا۔ منصور نے کہا اپنی حاجت مانگو۔ اس نے کہا آپ اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھ دیجئے کہ جب وہ مجھے نشہ میں پائے تو مجھ پر حد جاری نہ کرے۔ تو منصور نے کہا یہ تو ایک حد ہے (جو اللہ کا بنایا ہوا قانون ہے) اس کو باطل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ ابن ہرمہ نے کہا کہ میری حاجت اس کے سوا اور کوئی نہیں منصور نے کہا اچھا ہم اپنے مدینہ کے عامل کو یہ لکھے دیتے ہیں۔ کہ جو کوئی ابن ہرمہ کو پکڑ کر لائے اور وہ نشہ میں ہو تو ابن ہرمہ کو اسی درے مارو اور جو اس کو پکڑ کر لائے اس کو سو ۱۰۰۔ راوی کہتا ہے کہ شرطی (یعنی پولیس والے) ابن ہرمہ کو جب وہ نشہ میں ہوتا تھا دیکھتے ہوئے گذر جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اسی کوڑوں کے بدلے سو کوڑے کون خریدے وہ گذر جاتے اور چھوڑ جاتے تھے۔

(۵۷) منقول ہے کہ منصور اپنے شہر کے ایک قبہ میں بیٹھے تھے وہاں سے انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو نہایت غمگین۔ پریشان محسوس ہوا جو سڑکوں پر گھومتا پھر رہا تھا تو خادم کو حکم دیا کہ اس کو لے کر آئے۔ جب وہ حاضر ہوا تو اس سے حال دریافت کیا۔ اس نے بیان کیا کہ میں نے تجارت کے لئے سفر کیا اور مالی فائدہ حاصل کیا اور مال لے کر گھر پہنچا اور اپنی بیوی کے سپرد کر دیا۔ اب اس کی بیوی نے یہ بیان کیا کہ گھر میں سے سب مال چوری ہو گیا۔ اور گھر میں نہ نقب دیکھی اور نہ چھت اکھڑنے کا کوئی نشان۔ منصور نے اس سے پوچھا کہ اس عورت سے نکاح کئے ہوئے کتنا عرصہ گذرا؟ اس نے کہا کہ ایک سال۔ پھر پوچھا کہ کیا وہ کنواری تھی۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر دریافت کیا کہ کیا دوسرے شوہر سے اس کے کوئی اولاد ہے؟ اس نے کہا

نہیں۔ پھر پوچھا کہ وہ جوان ہے یا سن رسید؟ اس نے کہا نوعمر ہے۔ پھر منصور نے ایک عطر کی شیشی منگائی۔ یہ عطر عجیب وغریب تیز خوشبو تھا جو صرف منصور ہی کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔ یہ شیشی اس کو دے کر فرمایا کہ اسے استعمال کرو، اس کے اثر سے تمہارا غم جاتا رہے گا۔ جب یہ شخص منصور کے پاس سے رخصت ہوگیا تو اپنے چار معتمد ملازموں کو بلا کر وہ عطر سنگھایا اور حکم دیا کہ تم میں ہر ایک شہر کے ایک ایک دروازہ پر جا کر گشت کرتا رہے اور جو آنے جانے والا تمہارے قریب سے گذرے اور اس میں سے تم یہ خوشبو محسوس کرو اس کو میرے پاس لے آؤ۔

وہ پریشان آدمی خلیفہ سے عطر کی شیشی لے کر اپنے گھر پہنچا اور وہ بیوی کو دی اور اس کو بتایا کہ یہ مجھ کو امیر المومنین نے عطا فرمائی۔ اس نے سونگھ کر اپنے آشنا کو بلا بھیجا اور اسی کو مال بھی دیا تھا اور اس سے کہا کہ یہ خوشبو لگاؤ۔ یہ امیر المومنین نے میرے شوہر کو دی۔ اس نے استعمال کی۔ اور شہر کے ایک دروازہ سے گذرا۔ تو جو شخص اس دروازے کے پہرے پر تھا اس نے خوشبو کو محسوس کر لیا۔ اور اس کو پکڑ کر خلیفہ منصور کے پاس لے آیا۔ منصور نے اس شخص سے پوچھا کہ ایسی عجیب وغریب خوشبو تیرے پاس کہاں سے آئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اس کو خریدا تھا۔ منصور نے کہا کس سے خریدا؟ اب وہ شخص گھبرا گیا اور فضول باتیں کرنے لگا۔ تو منصور نے پولیس افسر کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ اس کو پکڑ کر اپنے پاس لے جاؤ۔ اور یہ وہ چرائے ہوئے دینار جو اس قدر ہیں واپس کر دے تو اس کو چھوڑ دینا تا کہ یہ چلا جائے جہاں اس کی مرضی ہو۔ اور اگر نہ دے۔ تو اس کے بغیر ہم سے پوچھے ایک ہزار کوڑے مارے جائیں جب دونوں چلے گئے تو پھر افسر کو بلا کر سمجھایا کہ اس کو ڈراؤ اور تنہا رکھو اور جب تک ہم سے حکم نہ لے لو کوڑے مت مارنا۔ چنانچہ وہ پولیس افسر اس کو پکڑ لایا اور اس نے سب سے الگ اس کو جیل خانہ میں بند کر دیا تو اس نے دینار واپس کرنے کا اقرار کر لیا اور ان کو بجنسہ حاضر کر دیا۔ تو منصور کو اس کی اطلاع

دی گئی تو اس نے مالک کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ بولو کہ اگر ہم وہ سب دینار تو کو دے دیں تو تم اپنی بیوی کے بارے میں ہم کو اختیار دے دو گے اس نے عرض کیا ضرور۔ منصور نے کہا اچھا یہ اپنے دینار سنبھالو اور میں تمہاری بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ اس کی اس کو اطلاع دے دو۔

(۵۸) منصور کے کمال ذکاء پر دال ایک اور تعجب خیز واقعہ :۔

یعقوب بن جعفر کا بیان ہے کہ منصور کے کمال ذکاء کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ مدینہ پہنچے تو ربیع (حاجب) کو حکم دیا کہ ایک ایسے شخص کو تلاش کراؤ جو ہم کو لوگوں کے مکان شناخت کرا سکے (یعنی جس مکان کے بارے میں ہم پوچھیں کہ یہ کس کا ہے تو وہ صحیح جواب دے سکے) میں اس کو پہچاننا چاہتا ہوں۔ ربیع نے ایسا شخص لا کر پیش کر دیا۔ جس کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ جس مکان کے بارے میں منصور سوال کریں اسی کو بتائے۔ اپنی طرف سے سلسلہ نہ شروع کر دے۔ جب ربیع چلا گیا تو خلیفہ منصور نے حکم دیا کہ اس کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں اس شخص نے اس مقدار کا مطالبہ ربیع سے کیا۔ ربیع نے کہا کہ مجھے تو خلیفہ نے کوئی حکم نہیں دیا۔ میں اپنی طرف سے تجھے ایک ہزار درہم دیئے دیتا ہوں اور عنقریب خلیفہ سوار ہونے والے ہیں۔ تم ان کو یاد دلا دینا۔ یہ شخص خلیفہ کے ساتھ سوار ہو کر مکانوں کا حال بتاتا رہا اور اس کو دوسری گفتگو کا موقع ہی نہ مل سکا۔ پھر جب منصور نے اس سے جدا ہونا چاہا تو اس نے یہ شعر عرض کیا۔

وارٰک تفعل ما تقول و بعضھم
مذق اللسان یقول مالا یفعل

میں آپ کے دیکھتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں اس کو ضرور ایفا (پورا) کرتے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ نا قابل اعتبار زبان والے ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کرتے نہیں۔

پھر اس نے جانے کا ارادہ کیا تو منصور ہنسے اور حکم دیا کہ اے ربیع اس کو ایک ہزار وہ درہم دے دو جن کا میں نے اس سے وعدہ کیا تھا اور ایک ہزار اور دے دو۔

(۵۹) ابوجعفر منصور کی دوراندیشی:۔

ابوعبید اللہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوجعفر نے (یہ خلیفہ منصور کی کنیت ہے) یزید بن ابی اسید سے تخلیہ کیا اور کہا کہ اے یزید ابو مسلم کے قتل کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ یزید نے جواب دیا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کو ضرور قتل کر دیں اور پھر شکرانہ میں ایک اونٹ ذبح کریں۔ خدا کی قسم خالص آپ کی حکومت قائم نہیں ہو سکتی اور آپ پر مسرت زندگی نہیں بسر کر سکتے جب تک یہ شخص باقی ہے۔ یزید بن ابی اسید کہتے ہیں کہ یہ سن کر اس قدر تیور بدل لئے کہ میں نے خیال کیا کہ یہ ابھی مجھ پر حملہ کر ڈالے گا۔ پھر بولے کہ خدا تیری زبان کاٹ دے اور تجھ پر تیرے دشمن کو مسلط کرے تو مجھے ایسے شخص کے قتل کا مشورہ دیتا ہے جس نے سب سے زیادہ ہماری امداد کی ہے۔ اور ہمارے دشمنوں پر سب سے زیادہ بھاری ہے۔ خدا کی قسم اگر تیری سابقہ خدمات کا خیال نہ ہوتا۔ اور نیز یہ کہ میں اس بات کو تیری خوش گپیاں سمجھ رہا ہوں تو تیری گردن جدا کر دیتا۔ کھڑا ہو جا۔ تجھے خدا کھڑا ہونے کے قابل نہ رکھے۔ یہ کہتے ہیں کہ میں اٹھ گیا اور میری آنکھوں پر اندھیرا چھا گیا اس وقت میری تمنا تھی کہ زمین پھٹ جائے اور اس میں سما جاؤں۔ پھر جب منصور ابومسلم کے قتل سے فارغ ہو چکے تھے اس وقت مجھ سے کہا کہ اے یزید تم کو وہ دن یاد ہے کہ میں نے تم سے مشورہ کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے کہ واللہ وہ تمہاری رائے صائب رائے تھی جس کے صحیح ہونے میں مجھے بالکل شک نہیں تھا۔ لیکن مجھے ڈر ہوا کہ اگر تم نے یہ راز افشا کر دیا تو میری سب تدابیر رائیگاں جائیں گی (اس لئے میں نے تمہارے ساتھ وہ انداز اختیار کیا تھا) (ابومسلم خراسانی ایک بہت سفاک شخص تھا جس نے حجاج بن یوسف کی طرح ہزاروں انسانوں کا خون کیا تھا۔ خلافت عباسیہ کی

بنیاد مضبوط کرنے میں اس کا بڑا دخل تھا۔لیکن اس کی اپنی بڑی مضبوط جماعت تھی اور اس کے فکر میں لگا رہتا تھا۔حتیٰ کہ اس کے قتل میں کامیاب ہوگیا اور اس کی جماعت کو دولت برسا کر مطیع کرلیا۔

(۶۰) خلیفہ مہدی کی ذکاوت:۔

خلیفہ مہدی کے متعلق علی بن صالح کہتے ہیں کہ میں مہدی کے پاس موجود تھا جب کہ شریک بن عبداللہ قاضی خلیفہ سے ملنے آ گئے۔تو مہدی نے چاہا کہ خوشبو جلائی جائے۔قاضی صاحب کے لئے۔تو خادم کو جو پیچھے کھڑا تھا حکم دیا کہ قاضی صاحب کے لئے "عود" لاؤ (عود اس خوشبو دار مرکب کو کہتے ہیں جس کے جلنے سے خوشبو دار دھواں بتدریج اٹھتا رہتا ہے اور عود ایک باجے کا نام بھی ہے جو سارنگی جیسا ہوتا ہے) خادم جا کر عود باجہ اٹھالایا اور اس نے لا کر قاضی شریک صاحب کی گود میں رکھ دیا۔ شریک نے کہا اے امیر المومنین یہ کیا ہے؟ مہدی نے جواب دیا کہ آج صبح اس باجہ کو افسر پولیس نے برآمد کیا تھا ہم نے چاہا کہ یہ قاضی صاحب کے ہاتھ سے ٹوٹے قاضی صاحب نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جزاک اللہ خیرا یا امیر المومنین کہا اور اس کو توڑ دیا۔پھر دوسری باتوں میں لگ گئے اور وہ واقعہ فراموش ہوگیا پھر مہدی نے شریک سے سوال کیا کہ اس صورت میں آپ کیا حکم دیتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے وکیل کو ایک شۓ معین کے لانے کا حکم دیا مگر وہ دوسری لے آیا اور یہ دوسری چیز تلف ہوگئی۔تو قاضی صاحب نے کہا اے امیر المومنین اس پر ضمان ہے (یعنی اس کی مثل چیز مہیا کرے یا قیمت ادا کرے) تو (قاضی صاحب کے جانے کے بعد) منصور نے خادم سے کہا کہ اس حرکت سے جو چیز تلف ہوئی اس کا ضمان ادا کرو (یہ دوسری ذکاوت ہے۔کیسے لطیف طور پر دوسرا باجہ مہیا کرنے کا خادم کو ایما کیا۔)

(٦١) مہدی کی معاملہ فہمی :۔

محمد بن الفضل نے کہا کہ مجھ سے ایک ادیب نے حس الوصیف کی روایت سے بیان کیا کہ مہدی دربار عام میں تھے کہ ایک شخص آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک جوتہ تھا جو ایک رومال میں لپٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین یہ رسول اللہ ﷺ کا جوتہ ہے جو میں آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا ہوں۔ فرمایا لاؤ۔ اس نے پیش کر دیا تو اس کے اندر کے حصہ کو بوسہ دیا۔ اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور حکم دیا کہ اس شخص کو دس ہزار درہم دیئے جائیں جب وہ درہم لے کر چلا گیا تو ہمنشیوں سے کہا کیا تمہارا خیال ہے کہ میں یہ سمجھا نہیں ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو دیکھا بھی نہیں چہ جائیکہ آپ نے اس کو پہنا ہو (ہمارے اس طرز عمل میں یہ مصلحت تھی کہ) اگر ہم اس کی تکذیب کرتے تو وہ لوگوں سے یہ کہتا پھرتا کہ میں نے امیر المؤمنین کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا جوتا پیش کیا اور امیر المؤمنین نے اس کو مجھ پر پھینک دیا اور اس کی اطلاع کو رد کرنے والوں کی بہ نسبت تصدیق کرنے والے بہت لوگ ہوتے۔ کیونکہ عام لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ صرف ظاہری سطح کو دیکھتے ہیں۔ اور ہر کمزور کی حمایت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ طاقت ور کے مقابلہ پر چاہے وہ کمزور ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ (اور طاقت ور حق و انصاف پر ہو) تو ہم نے (دس ہزار درہم میں درحقیقت) اس کی زبان خریدی ہے اور (بظاہر) اس کا ہدیہ قبول کیا اس کے قول کی تصدیق کر دی۔ جو کچھ ہم نے کیا یہی ہمارے رائے میں مناسب معلوم ہوا۔

(٦٢) مامون الرشید کا شعراء میں فہم فراست :۔

خلیفہ مامون الرشید رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق مبرد کہتے ہیں کہ مجھ سے مارہ بن عقیل نے ذکر کیا کہ مجھ سے ابن ابی حفصہ شاعر نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ امیر المؤمنین یعنی مامون الرشید شعر میں بصیرت نہیں رکھتے میں نے کہا کہ ان سے زیادہ شعر میں صاحب فراست کون ہوگا۔ ان کا حال یہ ہے کہ ہم شعر کا پہلا حصہ پڑھتے ہیں تو وہ

بقیہ حصہ سننے سے پہلے ہی آخر تک پورا شعر پڑھ دیتے ہیں۔ابن ابی حفصہ نے کہا کہ میں نے ان کے سامنے (ان کی مدح میں)ایک شعر پڑھا جس میں اعلیٰ مضمون تھا مگر ان میں سے اس کو سن کر کچھ بھی تحریک نہ ہوئی اور وہ بیت یہ ہے اس کو سنو۔

اضحی امام الھدی المامون مشغلاً

بالدین والناس بالدنیا مشاغل

(ہدایت کے امام مامون الرشید برابر دین میں مشغول رہتے ہیں۔ایسی حالت میں کہ سب لوگ دنیا میں مستغرق ہوتے ہیں)

میں نے کہا اس شعر میں آپ نے ان کی مدح کی ہی کیا ہے (جس پر وہ جھوم جاتے)بجز اس کے کہ آپ نے ان کو ایسی بڑھیا کے درجہ میں ڈال دیا جو ہاتھ میں تسبیح لئے ہوئے محراب میں بیٹھی رہتی ہو۔تو جب امیر المومنین دنیاوی امور سے کنارہ کش ہوں گے تو ان کا نظم کون انجام دے گا۔حالانکہ وہ اسی کے ذمہ دار ہیں۔ (اس شعر پر بالکل ساکت رہنا تو ان کی بصیرت کی سب سے بڑی **دلیل** ہے)تم نے اس طرح کیوں نہ کہا جیسا کہ تمہارے چچا جریر نے عبدالعزیز بن الولید کی مدح میں کہا تھا۔

فلا ھو فی الدنیا مضیع نصیبہ

ولا غرض الدنیا عن الدین شاغلہ

اور نہ دنیا کے بارے میں (یعنی دربارہ نظم مملکت)اپنے حصہ کو ضائع کرنے والا ہے اور نہ دنیاوی متاع اس کو دین سے بے پروا کر سکتی ہے۔

(۶۳)مامون الرشید کا حسن لولوی کو بے ادبی پر ڈانٹنا:

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو یہ حکایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حسن لولوی مامون الرشید کو کوئی قصہ سنا رہے تھے اور مامون اس وقت امیر المومنین بن چکے تھے۔ مامون کو اونگھ آ گئی حسن لولوی نے کہا کہ اے امیر المومنین کیا آپ سو گئے؟ تو

مامون نے بیدار ہو کر کہا بازاری شخص ہے واللہ ! اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کر دے ! مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ایسا اس لئے کہا کہ سلاطین کا مقصد ہی سوتے وقت کوئی قصہ سننے سے یہ ہوتا ہے کہ نیند آ جائے۔ تو اس کا آواز دے کر جگانا مقصد سے بڑی غفلت کے علاوہ بے ادبی بھی تھا (مامون نے بازاری شخص کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا)

(۶۴) ابوعبداللہ محمد بن حمدون کی سرگزشت :۔

خلیفہ معتضد باللہ کے متعلق (ان کے مصاحب خاص) ابوعبداللہ محمد بن حمدون نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ معتضد باللہ نے رات کے وقت جب رات کا کھانا حاضر کیا جاچکا تھا۔ مجھے حکم دیا کہ ہم کو کھانا کھلاؤ اور دستر خوان پر جوان مرغ مسلم اور تیتر بھونے ہوئے چنے گئے تھے۔ تو میں نے مرغ کے سینہ سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو اس سے انکار کیا اور کہا ران کا گوشت لاؤ۔ چند لقمے کھانے کے بعد تیتروں کا گوشت اتارنے کا ایما کیا۔ تو اس سے انکار کیا اور کہا ران کا گوشت لاؤ۔ چند لقمے کھانے کے بعد تیتروں کا گوشت اتارنے کا ایما کیا۔ تو میں نے ان کی ران سے گوشت نکال کر پیش کیا۔ تو فرمایا کیا ہو گیا آج تو میرے ساتھ عجیب حرکات کر رہا ہے ان کے سینہ کا گوشت نکال۔ میں نے کہا اے میرے آقا آج تو میں نے عقل کو پاؤں کے نیچے رکھا ہے (کہ بعید از عقل حرکات مجھ سے سرزد ہو رہی ہیں) یہ سن کر ہنسنے لگے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو کتنا ہنساتا ہوں مگر آپ مجھے نہیں ہنساتے۔ فرمایا اس رومال کو اٹھاؤ اور جو اس کے نیچے سے ملے وہ لے لو۔ میں نے جب اس کو اٹھایا تو نیچے سے ایک دینار نکلا۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس کو لے لوں؟ فرمایا ہاں! میں نے کہا اس وقت میرے ساتھ عجیب بات آپ کر رہے ہیں ایک خلیفہ اپنے ندیم کو عطا کر رہے ہیں صرف ایک دینار! فرمایا افسوس ہے بیت المال میں تیرا کوئی حق اس سے زیادہ نہیں۔ اور میرا نفس اپنے ذاتی مال میں سے دینا

پسند نہیں کر رہا ہے لیکن اچھا میں ایک ایسا حیلہ کروں گا جس سے تجھ کو پانچ ہزار دینار مل جائیں میں نے ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ کہنے لگے کہ کل جب میرے پاس قاسم یعنی ابن عبید اللہ (وزیر) آئیں گے اور میری نظر ان پر پڑے گی تو میں تجھ سے دیر تک (مصنوعی) سرگوشی کروں گا اور تیرے ساتھ اس طرح التفات کروں گا جیسا کہ کوئی غصہ کی حالت میں ہو اور تو اس سرگوشی کے دوران میں وزیر کے طرف کڑی نظر سے دیکھتے رہنا جس طرح حمد کا ارادہ کرنے والے دیکھتے ہیں۔ جب یہ سرگوشی ختم کر دوں تو چلے جانا تو جب تک وزیر باہر نہ جائے دہلیز کو مت چھوڑنا (اس کے آس پاس لگے رہنا) جب وزیر تجھ سے ملے گا تو تجھ سے بہت عمدہ طور سے مخاطب ہو گا اور تیری زبردستی دعوت کرے گا تجھ سے حال پوچھے گا تو اس سے اپنے افلاس کا حال بیان کرنا اور میری خدمت خاص کا اور میرے کم دینے کا ذکر کرنا اور بیان کر دینا کہ قرض اور عیال کے بوجھ نے کمر دوہری کر دی ہے۔ اور وہ جو کچھ تجھے دے وہ لے لینا اور جس قیمتی چیز پر تیری نظر پڑ جائے وہ اس سے طلب کر لینا وہ تجھے ضرور دے گا۔ یہاں تک کہ تو پانچ ہزار دینار کا حساب پورا کرے۔ پھر جب تو یہ سب لے لے گا۔ تو تجھ سے پوچھے گا کہ وہ خاص باتیں کیا ہو رہی تھیں تو پوری بات سچ سچ بیان کر دینا۔ خبردار جھوٹ مت بولنا اور بتا دینا کہ میں نے ایک حیلہ کیا تھا اور ساری بات سنا دینا مگر یہ سب گفتگو اس وقت کرنا جب اس کا اصرار بڑھ جائے اور تو اس کو راز میں رکھنے کے لئے اس سے قسم مغلظہ (طلاق اور عتاق کی) لے چکے اور یہ گفتگو اس وقت کرنا جب کہ وہ تمام مال اپنے گھر میں پہنچا چکے۔ پھر جب کل کا دن آیا اور قاسم (وزیر) حاضر ہوئے تو خلیفہ نے (اس کو دیکھ کر سرگوشی شروع کر دی اور سارا قصہ طے شدہ اسکیم کے مطابق پیش آیا۔ جب میں نکلا تو وزیر قاسم صاحب دروازہ پر موجود تھے میرا انتظار کر رہے تھے۔ کہنے لگے کہ اے ابو محمد! تم ہم کو کیوں ستایا کرتے ہو تم ہمارے پاس کبھی آتے ہی نہیں کبھی ملاقات نہیں کرتے۔ نہ کبھی ہم سے اپنی کوئی

حاجت بیان کرتے ہو۔ میں نے اس سے عذر کیا کہ خلیفہ کی خدمت میں مسلسل کمر
بستہ رہنا پڑتا ہے۔ کہنے لگے آج تو تم کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا اور کچھ وقت مسرت
کے ساتھ گذرانا ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں۔ میرا ہاتھ پکڑ
کر سواری میں بٹھالیا اور مجھ سے میرا حال پوچھنا شروع کر دیا اور میں نے شکایت
شروع کر دیا کہ میں خلیفہ کا راز دار مصاحب ہوں اور تنگی معاش اور قرض میں مبتلا
ہوں اور بیٹیوں کی شادی کی فکر ہے۔ خلیفہ کی لاپرواہی اور بخل کا بھی ذکر کیا تو بڑی
ہمدردی سے کہنے لگے کہ جو کچھ ہماری وسعت میں ہے ہم اسے ہرگز دریغ نہیں
کریں گے۔ اگر تم ہم سے پہلے ذکر کر دیتے تو ہم تمہاری مدد کرتے اور یہ تکلیفیں نہ
پہنچنے دیتے۔ میں نے شکریہ ادا کیا پھر ہم مکان پر پہنچ گئے تو کسی طرف توجہ کئے بغیر
اوپر چڑھ گئے اور ملازمین خاص سے کہا کہ آج کا دن ہم نے ابومحمد کے ساتھ مسرت
سے گذرانے کا ارادہ کیا ہے کوئی مخل نہ ہو اور اپنے محررین کو بھی چھٹی دے دی اور
خلوت گاہ کو بالکل خالی کرلیا۔ اور مجھ سے باتیں شروع کر دیں میرے لئے دستر
خوان بچھایا گیا اور میرے لئے میوے لائے گئے اور اپنے دست خاص سے اٹھا اٹھا
کر دیتے رہے اور کھانا آیا اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ جب شراب کا شغل شروع ہوا تو
میرے لئے تین ہزار دینا کا حکم ہوا۔ جن کو میں نے فوراً منگوالیا اور کپڑے،
خوشبوئیں اور سواریاں دی گئیں میں یہ سب وصول کرتا رہا اور میرے سامنے چاندی
کی سینی تھی جس میں چاندی کی سیانچی تھی اور بلوریں ظروف شراب تھے گلاس اور
پیالے بیش قیمت بلور کے تھے۔ ان سب کے بارے میں حکم دیا گیا کہ میری سواری
میں رکھ دیئے جائیں۔ میں نے بھی جس قیمتی چیز پر نظر پڑی وہ مانگ لی۔ ایک نفیس
فرش مجھے دیا گیا کہ یہ بیٹیوں کے لئے ہے۔ پھر جب اہل مجلس رخصت ہوئے تو
مجھے تنہائی میں کہا کہ اے ابومحمد میرے والد کے حقوق جو تم پر ہیں تم خود جانتے ہو اور
میری دوستی کا بھی حق ہے۔ میں نے کہا میں تو وزیر صاحب کا خادم ہوں۔ کہنے لگے

کہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں مگر قسم کھاؤ کہ تم بالکل سچی بات بیان کرو گے۔ میں نے کہا بسر وچشم۔ پھر مجھے سچ بولنے پر اللہ کی قسم کھلائی اور سچائی پر بیوی پر طلاق اور آزار ہو جانے کی شرط بھی قبول کرائی۔ پھر سوال کیا کہ میرے بارے میں کسی معاملہ پر تم اور خلیفہ آج سرگوشی کر رہے تھے (اور یہ خلیفہ کی ہدایت کے مطابق وہ اموال غنیمت اپنے دولت کدہ پر پہنچا چکے ہوں گے) تو میں نے سچائی کے ساتھ تمام ماجرا حرف بحرف سنا دیا۔ کہنے لگے تم نے مجھے بہت ہلکا کر دیا اور چونکہ خلیفہ کی نیت نیک ہے تو مجھے اس سے کوئی گرانی نہیں ہوئی۔ میں وزیر صاحب کا شکریہ ادا کر کے اپنے گھر واپس آ گیا۔ اگلے دن علی الصباح میں معتضد باللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ کہنے لگے اپنی سرگزشت سناؤ۔ تو میں نے تمام داستان عرض کر دی۔ کہنے لگے کہ دیناروں کو حفاظت سے رکھنا اور رایبا خیال کر لینا کہ میں جلد ہی ایسا حیلہ پھر کر دوں گا۔

(۶۵) خلیفہ معتضد باللہ کی حیرت انگیز مردم شناسی:۔

ابو بکر بن محمد سے منقول ہے کہ ایک دن معتضد باللہ ایک مکان میں جو ان کے لئے تعمیر کیا جا رہا تھا بیٹھے ہوئے کاریگروں کو دیکھ رہے تھے۔ ان میں ایک سیاہ رنگ بدصورت نوجوان کو دیکھا جو بہت مسخرہ تھا۔ سیڑھیوں پر دو دو درجے پھلانگ رہا تھا اور دوسرے مزدوروں سے دوگنا بوجھ بھی اٹھاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر خلیفہ کے دل میں شبہ پیدا ہوا، اس کو بلایا گیا اور اس کا سبب دریافت کیا تو اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔ خلیفہ نے ابن حمدون سے کہا جو وہاں موجود تھے۔ اس شخص کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ یعنی ایک بے حقیقت شخص ہے کہ آپ ایسے شخص کی سوچ میں پڑ گئے۔ شاید ایسا ہو کہ یہ کنبہ نہ رکھتا ہو اور مصارف کی فکر سے اس کا دل خالی ہو۔ خلیفہ نے کہا، افسوس ہے (تو کچھ نہ سمجھا) میں نے اس نوجوان کے بارے میں جو اندازہ کیا ہے میں اس کو غلط نہیں سمجھتا یا تو کہیں سے بغیر محنت اس

کو کچھ دینار ہاتھ آ گئے اور یا یہ چور ہے اور مٹی گارے کے کام سے اپنا راز پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے۔ ابن حمدون نے خلیفہ سے اس باب میں اختلاف کیا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس سیاہ شخص کو ہمارے سامنے لاؤ تو وہ حاضر کیا گیا اور کوڑے مارنے کو بلایا گیا اور حکم دیا کہ اس کے کوڑے لگائے جائیں۔ جب اس کے تقریباً ایک سو کوڑے لگ چکے اور خلیفہ نے قسم کھائی کہ اگر اس نے سچ نہ بیان کیا تو اس کی گردن ماردی جائے گی اور تلوار اور چمڑے کا فرش بھی منگالیا گیا تو اس وقت وہ سیاہ رنگ شخص بولا کہ مجھے امن دے دیجئے (تو میں سچی بات کہہ دوں گا) خلیفہ نے کہا امان دی جاتی ہے بجز اس صورت کے جس میں حد واجب ہو۔ آخری الفاظ کو وہ سمجھا نہیں اور اس نے خیال کیا کہ اب میں محفوظ ہو چکا تو اس نے اپنا حال بیان کیا کہ میں برسوں سے اینٹوں کے بھٹے پر کام کرتا تھا۔ چند مہینے گذرے کہ میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص میرے پاس سے گذرا۔ اس کی کمر میں ایک ہمیانی بندھی ہوئی تھی۔ میں اس کے پیچھے لگ گیا۔ اس نے ایک بھٹی کے قریب بیٹھ کر ہمیانی کھولی اور اس میں سے ایک دینار نکالا۔ اس کو میرے پیچھے کھڑے ہونے کی کچھ خبر نہ تھی۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دیناروں ہی سے بھری ہوئی ہے تو میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کے ہاتھ جکڑ ڈالے اور اس کا منہ بند کر دیا اور ہمیانی چھین لی اور اس کو کندھے پر اٹھا کر لے گیا اور بھٹے کے گڑھے میں ڈال کر مٹی سے بھر دیا۔ چند دنوں کے بعد اس کی ہڈیاں نکال کر دریائے دجلہ میں پھینک آیا۔ دینار میرے پاس موجود ہیں جن سے میرے دل کو تقویت پہنچتی ہے۔ معتضد نے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے مکان سے دینار نکال لائے (چنانچہ معہ ہمیانی لائے گئے) ہمیانی پر اس مقتول مالک کا نام مع ولدیت لکھا ہوا مل گیا تو شہر میں اس نام کی منادی کرا دی گئی تو ایک عورت حاضر ہوئی (جس کے ساتھ ایک بچہ تھا) اس نے کہا کہ یہ میرے شوہر کا نام ہے اور یہ اسی کا بچہ ہے جو مجھ سے پیدا ہوا تھا۔ فلاں وقت وہ گھر سے نکلا تھا اور اس کے ساتھ ایک

ہمیانی تھی جس میں ایک ہزار دینار تھے۔وہ اب تک غائب ہے۔تو خلیفہ نے وہ سب دیناراس کے سپرد کردیئے اوراس کوعدت گذارنے کاحکم دیا اوراس کالے شخص کی گردن ماردی گئی اورحکم دیا کہ اس کی لاش وہیں بھٹی میں ڈال دی جائے۔

(۶۶)خلیفہ معتضد باللہ کی حساسیت:۔

محسن کہتے ہیں کہ ایک رات معتضد باللہ اپنی کسی ضرورت سے باہر نکلےتو انہوں نے دیکھا کہ ایک امرد (یعنی داڑھی والا) لڑکا ایک دوسرے لڑکے کی پشت سے اتر کر چاروں ہاتھ پاؤں سے سرکتا ہوا دوسرے لڑکوں میں شامل ہوگیا۔معتضد آکر یکے بعد دیگرے ہرایک لڑکے کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنا شروع ہوگیا(جب مجرم لڑکے کے نمبر آیا اوراس کے سینہ پر ہاتھ رکھاتو اس کوسخت خفقان شروع ہوگیا(خوف سے اس کے دل کی حرکت بڑھی ہوئی تھی۔ہاتھ رکھتے ہی اور بڑھ گئی)معتضد نے اس کے لات ماری اور بیٹھ گئے اور کوڑے وغیرہ منگائے تو اس نے اپنے فعل شنیع کا اقبال کرلیا تو اس کوقتل کردیا۔

(۶۷)مجرم کو بے نقاب کرنے کے لئے خلیفہ معتضد باللہ کا تجسس سے بھرا طریقہ تفتیش:۔

محسن ایک اورواقعہ معتضد باللہ کابیان کرتے ہیں کہ ان کے خدام میں سے ایک شخص نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں خلیفہ کے محل پر دریائے دجلہ کے کنارے کھڑا تھا۔ میں نے ایک شکاری کو دیکھا جس نے دریا میں اپنا جال ڈالا تھا۔جب وہ بھاری محسوس ہواتو اس کوکھینچا،جب اس کو لے کراس کا منہ کھولاتو اس میں اینٹیں بھری ہوئی تھیں جن کے بیچ میں ایک ہاتھ رکھاہوا تھاجومہندی سے رنگا ہوتھا۔معتضد باللہ کے حکم سے وہ تھیلامع اینٹوں اور ہاتھ کے حاضر کیا گیا۔خلیفہ پراس کاسخت اثر ہوا۔ فرمایا کہ شکاری سے کہو کہ وہ اس موقع کے آگے پیچھے مختلف مقامات پر دوبارہ جال ڈالے۔شکاری نے ایسا کیاتو ایک اورتھیلا نکلا جس سے ٹانگ برآمد ہوئی۔پھر

تلاش کیا گیا تو کوئی چیز نہ ملی۔ اس واقعہ سے معتضد باللہ پر سخت رنج وغم طاری ہو گیا کہ میری موجودگی میں اس شہر میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو انسان کو قتل کر کے اس کے اعضاء کاٹ ڈالتے ہیں اور میں گرفتار نہ کر سکوں۔ یہ کیا سیاست ہے؟ کہتے ہیں کہ تمام دن کھانا نہیں کھایا (اسی پر غور کرتے رہے) جب اگلا دن ہوا تو اپنے ایک معتمد کو بلا کر ایک خالی تھیلا اور حکم دیا کہ یہ تھیلا لے کے بغداد کے تھیلا بنانے والے کاریگروں میں گھومو۔ اگر ان میں کوئی شخص اس کو پہچان لے کر یہ اس کا بنایا ہوا ہے تو اس سے پوچھو کہ یہ تم نے کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔ اس سے خریدار کا حال معلوم کر کے اس سے مل کر معلوم کرو کہ اس نے کس کو بیچا اور کسی کو اس تفتیش کی وجہ مت بتانا۔ وہ شخص تین دن تک غائب رہا، پھر اس نے آ کر بیان کیا کہ وہ برابر اس کی جستجو میں چمڑے والوں میں پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے بنانے والے نے اس کو پہچان لیا اور اس سے میں نے پوچھا کہ تم نے یہ کس کو فروخت کیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں عطر فروش کے ہاتھ بیچا تھا جو سوق یحییٰ (۱) میں ہے۔ پھر عطر فروش سے مل کر اس کو تھیلا دکھایا۔ اس نے دیکھ کر کہا ''ارے یہ تھیلا تمہارے ہاتھ کہاں سے آ گیا؟'' میں نے کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ اس نے کہا ہاں، تین مہینہ ہوئے مجھ سے دس تھیلے فلاں ہاشمی نے خریدے تھے۔ میں نہیں جانتا کہ کس غرض سے اس نے لئے تھے۔ یہ تھیلا ان ہی میں کا ہے۔ میں نے کہا وہ ہاشمی کون ہے؟ اس نے کہا کہ وہ علی بن ریط کے بیٹوں سے ہے جو مہدی کی اولاد میں سے تھا۔ اس کا یہ نام ہے۔ بڑا معزز شخص ہے مگر بدترین انسان اور سب سے زیادہ ظالم اور معزز مسلمان عورتوں کے لئے ایک فساد عظیم ہے اور ان پر فریب کاری میں اس سے زیادہ مکار کوئی نہ ہوگا اور دینا میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کی ایذا رسانی اور حکومت میں اس کے رسوخ اور مال دولت کے خوف کی وجہ سے معتضد کو اس کے مظالم سے خبردار کر سکے اور وہ ہمیشہ مجھ سے باتیں کیا کرتا ہے اور اس میں اس کی گندی داستانیں سنا کرتا ہوں۔

یہاں تک کہ ایک دن اس نے بیان کیا کہ وہ فلاں مغینہ پر جو فلاں مغنیہ کی باندی ہے کئی برس سے عاشق ہے اور وہ ایسی حسینہ ہے گویا سونے کی منقش اشرفی ہے اور چودھویں رات کے چاند جیسی۔ اعلیٰ درجہ کی گانے والی ہے۔ اس نے اس کی مالکہ سے سودا کرنا چاہا مگر بن نہیں سکا۔ چند ایام گذر گئے تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی مالکہ اس کو ایک گاہک کو بیچ دینا چاہتی ہے۔ وہ آ گیا ہے۔ اس نے اس پر ہزاروں دینار لگا دیئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے مالکہ کو اپنی طاقت کے زور سے اس پر مجبور کیا کہ اس کو صرف تین دن کے لئے اس کے سپرد کر دے تو اس نے ڈر کر اس کو بھیج دیا۔ پھر جب تین دن گذر گئے تو اس کو غصب کر گیا اور اس کو ایسا غائب کیا کہ کچھ پتہ نہیں ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے اور اس کے ہمسایہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے قتل کر دیا۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کے قبضہ میں ہے اور اس کی مالکہ نے ماتم برپا کر رکھا ہے۔ آتی ہے اور دروازہ پر چلاتی ہے اور منہ سیاہ کر لیا، مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا۔ جب معتضد نے یہ واقعہ سنا تو اس انکشاف پر اللہ کا سجدہ شکر ادا کیا اور کچھ لوگوں کو بھیجا جو اس ہاشمی کو جکڑ کر لے آئے اور مغنیہ حاضر کی گئی اور وہ ہاتھ پاؤں نکال کر ہاشمی کو دکھائے جب اس نے دیکھا تو چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس کو اپنے ہلاک ہونے کا یقین ہو گیا اور اقرار کر لیا۔ معتضد نے حکم دیا کہ مالکہ کو بیت المال سے جاریہ کی قیمت دی جائے۔ اس کو بعد ادائیگی واپس کر دیا اور ہاشمی کو قید کر دیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے قتل کرا دیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ قید میں مر گیا۔

(۶۸) معتضد باللہ کا عبداللہ بن محمد بن حمدون کو ستر ہزار درہم اور جاگیر ہبہ کرنا:۔

عبداللہ بن محمد بن حمدون نے بیان کیا کہ میں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ میں جوئے کے مال سے کوئی جائیداد نہ خریدوں گا اور میرے ہاتھ اس سلسلہ میں جو رقم آئے گی اس سے موم بتیاں خریدوں گا جو جل کر ختم ہو جانے والی چیز ہے۔ یا پینے کے لیئے

نبیذ خرید لی جائے گی، یا کسی مغنیہ کو گانے کا انعام اس میں سے دیا جائے گا۔ ایک دن میں معتضد باللہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ میں نے اس سے ستر ہزار درہم جیتے۔ معتضد باللہ (ادائیگی کیے بغیر) اٹھ کر قبل عصر کی سنتیں پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ میں بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا اور اپنے عہد پر پچھتا رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا کہ ستر ہزار درہم سے کہاں تک بتیاں خریدوں گا اور شراب خریدوں گا کتنا انعام دوں گا۔ میں نے قسم کھانے میں بہت جلدی کی۔ اگر میں قسم نہ کرتا تو اب اس رقم سے اچھی جائیداد کر لیتا اور قسم طلاق اور عتاق کی (یعنی اگر میں نے فلاں کام کیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے غلام آزاد) اور بادشاہ کی مصاحبت سے برطرفی کی تھی۔ جب معتضد نے سلام پھیرا تو مجھ سے پوچھا کہ تم کیا سوچ رہے ہو۔ میں نے ٹالنا چاہا تو انہوں نے کہا میری زندگی کی قسم تمہیں سچا جواب دینا چاہیے۔ تو میں نے سب خیالات کہہ دیئے۔ انہوں نے کہا اور تمہارا خیال یہ ہے کہ میں قمار میں ستر ہزار درہم تمہیں دوں گا۔ میں نے کہا تو کیا ان کو آپ ساقط کر دیں گے؟ انہوں نے کہا ہاں ہم نے ساقط کر دیئے۔ اٹھو اور ان تخیلات کو چھوڑو۔ اس کے بعد فرض رکعات میں مشغول ہو گئے۔ اب مجھے پہلے سے بھی زیادہ غم لاحق ہو گیا اور مال کے ضائع ہونے پر رنجیدہ تھا اور اپنے نفس کو سچ بولنے پر ملامت کر رہا تھا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو مجھ سے کہنے لگے اے ابوعبداللہ تم کو میری زندگی کی قسم، سچ بتاؤ اب دوسری مرتبہ کیا سوچ رہے ہو؟ پھر میں نے سچی بات کہہ دی۔ کہنے لگے کہ قمار کا معاملہ تو ہم ختم کر چکے اور کہہ چکے کہ ہم نے اس رقم کو ساقط کر دیا۔ لیکن ہم تو تم کو ستر ہزار درہم اپنے مال سے ہبہ کے طور پر دیتے ہیں۔ اس دینے پر نہ ہم کو کچھ گناہ ہوگا اور نہ تم کو اس کے لینے میں کچھ گناہ ہوگا اور جائیداد اس سے تم خریدو گے وہ حلال ہوگی اور نہ قسم ٹوٹنے کا کوئی سوال پیدا ہوگا۔ میں نے خلیفہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور مال لے کر اس سے جائیداد خریدی۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۰

وزراء کے عقل و ذہانت کے واقعات!

(۶۹)ابن الموصلی کی تنگدستی اور وزیر یحییٰ بن مالک کی تدبیر :۔

ابن الموصلی کہتے

ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ یحییٰ بن مالک بن برمک (وزیر کے پاس آیا اور ان سے اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔انہوں نے کہا افسوس ہے ہم تمہاری کیا امداد کریں، ہمارے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔لیکن اس وقت ایک تدبیر ہم تم کو بتاتے ہیں۔تم اس میں جلدی کرو۔میرے پاس نائب السلطنت مصر آیا تھا اور اجازت چاہتا تھا کہ والی مصر کی طرف سے میں کوئی ہدیہ قبول کرلوں۔مگر میں نے انکار کیا تو اس نے بہت خوشامد کی اور مجھے معلوم ہوا تھا کہ تمہاری فلاں جاریہ (باندی) کے چند ہزار دینار تم کو دیئے جانے تھے تو تم اسے اس کے پاس لے جاؤ اور اس کو یہ بتادو کہ وہ مجھے پسند ہے اور خبردار تیس ہزار دینار سے کم قبول نہ کرنا اور دیکھو کیا ہوتا ہے واللہ یہ سن کر مجھے جلد پہنچ جانے کے سوا اور کچھ نہ سوجھا۔جہاں اس نے ایما کیا تھا۔اب اس نائب السلطنت حکومت مصر سے جاریہ کی قیمت پر گفتگو ہوئی۔میں نے کہا میں تیس ہزار سے کم نہ لوں گا۔وہ گھٹانے کی کوشش کرتا رہا۔یہاں تک بیس ہزار دینار پر آ گیا۔جب میں نے بیس ہزار دینار سنا تو مجھ میں استقامت نہ رہی اور اس کو رد نہ کرسکا اور میں نے اس کو فروخت کر دیا اور بیس ہزار لے لئے۔ پھر میں یحییٰ بن خالد کے پاس آیا۔انہوں نے پوچھا کہ جاریہ کی فروخت کے سلسلہ میں تم نے کیا کیا۔میں نے ان کو مطلع کیا کہ واللہ میری ہمت نے جواب دے دیا تھا کہ میں نے بیس ہزار دینار سن کر ان کو قبول ہی کرلیا اور ان کو سن کر رد نہ کرسکا۔انہوں نے کہا پست خیال شخص ہے اور یہ نائب شاہ مصر ہے۔وہ اسی سلسلہ میں آیا تھا۔یہ

اپنی جاریہ لے جاؤ۔ اب اگر وہ پھر اس کا سودا کرے تو پچاس ہزار دینار سے کم پر رضامند نہ ہونا اور لازمی طور پر تجھ سے خریدے گا۔ چنانچہ وہ پھر مجھ سے ملا اور اس کی قیمت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ میں نے پچاس ہزار دینار طلب کئے وہ کم کرتا رہا۔ یہاں تک کہ تیس ہزار دینار اس نے مجھے دے دیئے۔ پھر میرے دل میں وہی کمزوری آ گئی اور میں واپس نہ کر سکا اور پچاس ہزار پر قائم نہ رہ سکا اور اسی معاملہ کو قبول کر لیا۔ پھر میں یحییٰ بن خالد سے ملا۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا تجھے دوسری بار بھی ہوش نہ آیا۔ میں نے کہا واللہ، میں غیر متوقع دولت ملتی دیکھ کر انکار پر قادر نہ رہا۔ کہا یہ تمہاری جاریہ موجود ہے، اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں نے کہا یہ ایسی جاریہ جس کے وجود سے مجھے پچاس ہزار دنیار کا فائدہ پہنچ چکا ہے۔ پھر بھی اسی کا ملک بنا رہوں۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ آزاد ہے اور میں اس سے نکاح کرتا ہوں۔

(۷۰) یحییٰ بن خالد کا قول زرین:۔

یحییٰ بن خالد کا قول ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو ان کے بھیجنے والے کی عقل کا اندازہ ظاہر کردیتی ہیں۔ ہدیہ، مکتوب اور ایلچی۔

(۷۱) یحییٰ بن خالد کی فہم وفراست منصور کی زبانی:۔

ہم کو معلوم ہوا کہ منصور یحییٰ بن خالد کے اوصاف پر تعجب کیا کرتا تھا اور اس کی تیزی عقل کو بڑا درجہ دیتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ سب باپوں کے یہاں بیٹے پیدا ہوتے ہیں مگر خالد بن برمک کے یہاں باپ پیدا ہوتے ہیں۔ (یعنی فہم وفراست میں ان کا ہر بیٹا باپ سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔)

(۷۲) یحییٰ بن خالد کی اپنے بیٹے جعفر کو نصیحت:۔

یحییٰ اپنے بیٹے جعفر کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ بیٹا ادب کی کوئی قسم حاصل کئے بغیر نہ چھوڑو۔ کیونکہ جو شخص کسی شے سے ناواقف ہوتا ہے وہ اس کا دشمن بن سکتا ہے اور

مجھے یہ گوارا نہیں کہ تم کبھی کسی ادبی نوع کے دشمن بنو۔

(۷۳) یحییٰ بن خالد کا ایک مقولہ:۔ یحییٰ کا یہ مقولہ بھی ہے کہ جو شخص کسی مرتبہ پر پہنچ کر مغرور ہو گیا وہ خبر دے رہا ہے کہ اس کا اصلی مقام اس سے کمتر ہے۔ کسی شخص نے یحییٰ کی مدح کرتے ہوئے کہا کہ آپ احنف سے بھی زیادہ بردبار ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اس شخص کا اپنے قریب ہونا بھی پسند نہیں کرتا جو مجھے میرے اصلی مقام سے زیادہ ظاہر کرے۔

(۷۴) وزیر فضل بن الربیع کا ہارون الرشید کو ایک مؤدبانہ جواب:۔

ہم کو معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے اپنے محل میں بید کا ایک گٹھہ دیکھا تو اپنے وزیر فضل بن الربیع سے کہا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین عروق الرماح یعنی وہ شاخیں جن سے نیزہ بنتا ہے (بید کو عربی میں خیز راں کہتے ہیں) جواب میں اس نے الخیز ران نہیں کہا کیونکہ ہارون رشید کی ماں کا نام خیز ران تھا۔

(۷۵) بادشاہوں سے گفتگو کا انداز:۔

فضل بن ربیع کا مقولہ ہے کہ بادشاہوں سے ایسی گفتگو کرو جو جواب کی متقضی نہ ہو۔ اگر (اس وقت ان کی طبیعت کا میلان کلام کی جانب نہ ہو گا اور) انہوں نے جواب دیا تو ان پر بوجھ ہو گا اور اگر جواب نہ دیا تو تم پر شاق ہو گا۔

(۷۶) بھلائی میں اسراف ہوتا ہی نہیں:۔

ثعلب کہتے ہیں کہ حسن بن سہل پریشان ہو جانے کے باوجود لوگوں کو کثرت کے ساتھ دیتے تھے۔ اس پر میں نے ان سے کہا لیس فی السرف خیر (اسراف یعنی زیادہ خرچ کرنے میں بھلائی نہیں) انہوں نے جواب دیا۔ بل لیس فی الخیر سرف (بلکہ بھلائی میں اسراف ہوتا ہی نہیں) ان ہی الفاظ کو ترتیب بدل کر لوٹا دیا۔ جس کے معنی سے بھرپور جملہ بن گیا۔

(۷۷) فتح بن خاقان کا ادب:۔

فتح بن خاقان نے خلیفہ متوکل باللہ کی داڑھی میں کوئی چیز دیکھی تو نہ اس کو ہاتھ لگایا اور نہ ان سے کچھ کہا بلکہ غلام کو آواز دی کہ امیر المومنین کا آئینہ لاؤ، جب وہ لایا گیا تو اس نے کہا کہ امیر المومنین کے سامنے کرو۔ یہاں تک کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے اس شے کو نکال دیا۔

(۷۸) ابوعلی بن مقلہ کہتے ہیں کہ میں ابوالحسن بن الفرات کا کاتب (یعنی پیشکار) تھا۔ ان کے سامنے کام کرتا تھا۔ ابتداء میں مجھے دس دینار ماہوار ملتے تھے، اس زمانہ میں حسن ابن الفرات دیوان خانہ میں اپنے بھائی کی ماتحتی کام کرتے تھے۔ جب ان کی تنخواہ ہوگئی تو انہوں نے میری ترقی تیس دینار ماہوار کردی۔ میں اس تنخواہ پر ان کی پیشی کرتا رہا، یہاں تک کہ اب وہ خود وزارت عظمیٰ پر فائز ہوگئے۔ اب مجھے پانچ سو دینار ماہوار ملنے لگے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حکم دیا کہ ان تمام مخالفین کا اثاث البیت ضبط کیا جائے، جنہوں نے معتز باللہ کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ اس کی تعمیل میں مخالفین کا مال ومتاع پیش کیا جارہا تھا وہ اس کو ملاحظہ کرکے خلیفہ مقتدر باللہ کے خزانہ میں بھیجتے رہتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک مرتبہ ان کے پاس دو صندوق لائے گئے اور یہ کہا گیا کہ یہ دونوں معتز باللہ کے بیٹے کے مکان سے برآمد کئے گئے ہیں۔ ابوالحسن وزیر نے دریافت کیا کہ تم نے دیکھ لیا کہ ان میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، ان میں رجسٹر ہیں جن میں ان لوگوں کے اسماء اور نسب درج ہیں جنہوں نے معتز کے بیٹے سے بیعت کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ان کو مت کھولو۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ آگ لاؤ اور فراش کوئلہ لائے تو بہت سی آگ دہکانے کی ہدایت کی اور میری اور دیگر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ واللہ اگر میں ان دونوں صندوقوں میں کا ایک کاغذ بھی دیکھ لیتا تو ہر وہ شخص جس کا نام اس میں موجود ہے یہ گمان کرلیتا کہ شاید میں اس کو پہچان چکا ہوں۔ اس طرح سب ہی کی نیتوں میں فساد پیدا ہوجاتا

میری طرف سے بھی اور خلیفہ (مقتدر باللہ) کی طرف سے بھی اور یہ عقل کی بات نہیں۔ ان دونوں صندوقوں کو پھونک دو! ان دونوں صندوقوں کو مقفل حالت میں ہی آگ میں ڈال دیا گیا۔ جب وہ ان کی موجودگی میں جل چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے ابوعلی اب ہر اس شخص کو جس سے لغزش ہوگئی تھی اور اس نے معتز کے بیٹے سے بیعت کر لی تھی اور خلیفہ بھی ان سب کے حق میں معافی اور امن کا حکم دے چکے ہیں۔ میں نے مطمئن کر دیا۔ اب لوگوں کے نام میری طرف سے امن کی تحریر لکھتے رہو، تمہارے پاس جو شخص بھی امن کی درخواست لے کر آئے وہ کوئی بھی ہو، امن کا حکم لکھ کر میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اس پر دستخط کر دوں۔ میں تم کو یہ حکم لکھنے کا اختیار دیتا ہوں۔ پھر حاضرین سے کہا کہ جو کچھ میں نے حکم دیا ہے اس کی لوگوں میں اشاعت کر دو تا کہ جو لوگ چھپے پھرتے ہیں وہ ابوعلی کے پاس خوشی سے امن کی درخواستیں لے کر آجائیں۔ ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا اور پوری جماعت نے ان کے لئے دعا کی اور خبر شائع ہوگئی اور امان کے احکامات لکھے گئے۔ اس سلسلہ میں تقریباً ایک لاکھ احکامات لکھے گئے۔ (یہ ابوعلی بن مقلہ فن خوشنویسی کے ائمہ سے ہیں۔ ۱۲ اشتیاق احمد)

(۷۹) دوات کی سیاہی مردوں کا عطر ہے:۔

ابوعلی بن مقلہ کے بیٹے ابوالقاسم حسن کہتے ہیں کہ ایک دن ابوعلی بن مقلہ کھانا کھا رہے تھے جب دسترخوان بڑھایا گیا اور انہوں نے اپنے ہاتھ دھوئے تو انہوں نے اپنے کپڑے پر ایک زرد نقطہ دیکھا جو اس حلوے کا لگ گیا تھا جو کھا رہے تھے تو دوات کھول کر اس زرد نشان پر قلم سے ایک نقطہ اس طرح بنا دیا کہ وہ نشان چھپ گیا

وداد الدولة عطر الرجال

زعفران صرف عورتوں کا عطر ہے

اور دوات کی سیاہی مردوں کا عطر ہے

(۸۰) بزرگوں کے ادب کی تعلیم :۔

ابوبکر صولی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں نے خلیفہ متقی باللہ کے حضور میں کچھ اشعار پڑھے تو انہوں نے کہا کہ تم فلاں شاعر سے بڑھے ہوئے ہو میں نے کہا چونکہ آپ کا کرم مجھ پر زیادہ ہے اس لئے آپ نے یہ خیال فرمایا دیا ورنہ فلاں شاعر تو مجھ سے بڑھا ہوا ہے۔ جب ہم مجلس سے باہر آئے تو مجھ سے قاسم بن عبید اللہ نے کہا تم نے یہ کیا حرکت کی) امیر المومنین کی بات کو رد کیا۔ انہوں نے ایک بات فرمائی تم نے اس کی نفی کی۔ میں نے کہا کہ میری سمجھ اتنی کہاں ہے۔ (اس حکایت میں قاسم کی ذکاوت کے اظہار کے علاوہ بزرگوں کے ادب کی تعلیم بھی مقصود ہے۔)

(۸۱) راز فاش کرنے والے لوگوں کا سراغ لگانے کے لیے ایک بادشاہ کی تدبیر :۔

حکایت ہے کہ ایک بادشاہ کے راز اکثر اس کے دشمن پر ظاہر ہو جاتے تھے اور وہ اس کے مقابلہ کے لئے جو تدابیر کرتا تھا وہ بیکار ہو جاتی تھی۔ اس سے اس کو تشویش رہتی تھی۔ بادشاہ نے اپنے ایک مخلص سے یہ شکایت بیان کی اور کہاں کہ ایک جماعت ہے جو میرے اسرار پر مطلع ہوتی ہے اور ان پر ان کا اظہار کئے بغیر چارہ بھی نہیں۔ مجھے اس کا علم نہیں ہوسکا کہ ان میں سے کون شخص ظاہر کرتا ہے اور مجھے یہ بھی گراں ہے کہ میری جانب سے کسی متدین شخص کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جو خائن کے ساتھ ہی مناسب ہونا چاہے اس شخص نے ایک کتاب منگائی اور اس میں امور مملکت کے متعلق خبریں (الگ الگ) تحریر کیں جو سب کی سب جھوٹی تجویز کی تھیں اور وہ کتاب بادشاہ کو دے کر کہا کہ جتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان پر آپ کے اسرار ہمیشہ ظاہر

ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو تخلیہ میں بلا کر اس پر ان میں سے ایک بات ظاہر کر دیجئے اور اس کو تاکید کر دیجئے کہ کسی شخص کے سامنے زبان پر نہ لائے اور اس بات پر ان کا نام بھی لکھ دیجئے پھر دوسرے شخص کو دوسری بات بتا کر یہی تاکید کر دیجئے کہ کسی سے نہ کہے اور اس پر اس کا نام تحریر کر دیجئے۔ اس طرح ہر ایک کو جدا جدا ایک ایک خبر بتائی گئی اور نام لکھ دیئے گئے۔ اس پر تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ جو خبریں مشہور ہوئیں ان سے خیانت کرنے والوں کا پتہ چل گیا اور جو حقیقتاً خیر خواہ تھے ان سے بیان کی ہوئی باتیں چھپی رہیں۔ اس تدبیر سے بادشاہ کو معلوم ہو گیا کہ دیانت دار کون ہیں اور اسرار کو فاش کرنے والے کون لوگ ہیں۔ جن سے آئندہ احتیاط رکھی۔

(۸۲) چغلی کھانا بدترین عیب ہے اگر چہ خیر خواہی سے ہو:۔

منقول ہے کہ وزیر فخر الحما لک کے سامنے ایک شخص کی رپورٹ پیش کی گئی جس میں ایک دوسرے شخص کی چغلی کھائی گئی تھی۔ جس پر فخر الحما لک نے یہ تحریر کیا کہ سعایت یعنی چغلی کھانا بدترین عیب ہے اگر چہ خیر خواہی سے ہو۔ کیونکہ اگر تم نے خیر خواہی سے بھی کیا تو اس میں تمہارا نقصان تمہارے نفع سے بڑھا ہوا ہے اور میں کسی ممنوع فعل میں مبتلا نہیں ہوتا اور نہ کسی ذلیل شخص کی بات سنتا ہوں جو کسی ایسے شخص سے متعلق ہو کہ اس کو کچھ خبر نہیں۔ اگر تم بڑھاپے کی حمایت نہ میں ہوتے تو تمہارے جرم کے مقابلہ میں جو سزا مناسب ہو سکتی ہے میں اس کے لیے تیار ہو جاتا جو تم جیسے لوگوں کو پھر اس جیسی حرکت سے روک دیتی۔ اب تم کو چاہیے کہ اس عیب سے اپنے نفس کو صاف کرو اور عالم الغیب سے ڈرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر نیک اور بد اعمال کو اس مقام سے دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔

(۸۳) ابو منصور بن جہیر کا ابو النصر الصناع کے بیٹے کو نصیحت:

۔ وزیر ابو منصور بن جہیر نے ایک دن ابو نصر بن الصناع کے بیٹے کو نصیحت کی۔

استعمل با اداب والا کنت صناعاً بغراب ۔ آداب سے بلند مرتبہ (جو انسانیت کا حق ہے) حاصل کرو ورنہ پھر تو مثل کوے کے ہو گا (جو سیدھا یا نہیں جا سکتا) آداب سے اپنا مقام بلند کرو ورنہ غراب (یعنی کوے) کے مرتبہ میں رہو گے ۔ اس لفظ میں صناعاً نے ایک حسن پیدا کر دیا وہ صناع کی اولاد میں سے تھا۔

باب ۱۱
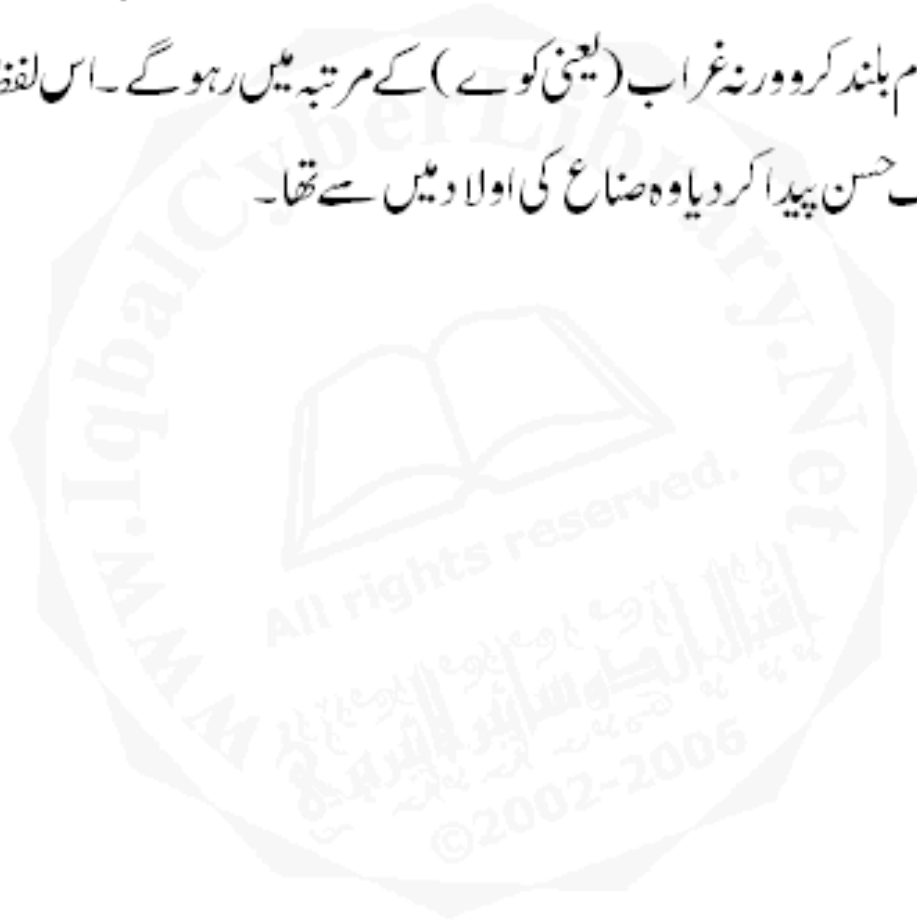
بادشاہ، امراء، درباری اور پولیس عمال کی حکایات

(۸۴) عضدالدولہ کی فراست:

۔مولف کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ ایک (خراسانی) شخص بغداد میں آیا جو حج کے لئے جا رہا تھا اس کے پاس ایک دوست کا موتیوں کا ہار تھا جس کی قیمت ایک ہزار دینار تھی ۔اس نے اس کو فروخت کرنے کی کوشش کی مگر نہ بک سکا تو ایک عطار کے پاس آیا۔ جس کی اچھی شہرت تھی ۔ اس کے پاس اس کو امانت رکھ دیا اور حج کو چلا گیا۔ پھر واپس آیا اور اس کے لئے ہدیہ لیکر اس سے ملا۔ اس عطار نے کہا آپ کون ہیں اور کیا ہے اس نے جواب دیا میں وہی شخص ہوں جس نے تمہارے پاس ہار امانت رکھا تھا۔ تو اس نے اس سے بات ہی نہ کی اور دھکے دے کر دوکان سے نیچے پھینک دیا اور کہنے لگا تو مجھ پر ایسے دعوے کر رہا ہے ۔لوگ جمع ہو گئے اور حاجی سے کہنے لگے کہ جس شخص پر تو یہ دعویٰ کر رہا ہے نہایت نیک شخص ہے ۔حاجی حیرت میں تھا اور بار بار اپنی بات لوگوں کو سناتا تھا مگر بجز گالیوں اور مار کے اس کو کچھ نہ ملا۔ کسی نے اس سے کہہ دیا کہ عضدالدولہ کے پاس جاؤ، ان کو ایسے امور میں بڑی فراست ہے تو اس نے اپنا واقعہ لکھ کر کسی مقرب کی معرفت عضدالدولہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس کو آواز دی گئی تو حاضر ہوا۔ اس سے پورا واقعہ معلوم کر کے فرمایا کہ تم صبح جا کر اس عطار کی دوکان پر بیٹھ جاؤ، اگر وہ نہ بیٹھنے دے تو اس کے سامنے کی کسی دوکان پر بیٹھ جاؤ اور مغرب تک بیٹھے رہو اور اس سے بات نہ کرو ۔اس طرح تین دن کرو ۔چوتھے دن ہم ادھر سے گذریں گے اور کھڑے ہو کر تم سے سلام علیک کریں گے تم کھڑے نہ ہو اور نہ وعلیکم السلام سے آگے کوئی لفظ بولنا جو کچھ میں تم سے سوال کروں صرف اسی سوال کا جواب دینا اور کچھ نہ کہنا۔ پھر ہماری واپسی کے بعد تم

اس عطار سے ہار کا ذکر چھیڑ دینا۔ پھر جو کچھ جواب وہ تم کو دے اس کی مجھ کو اطلاع دینا۔ اگر وہ تم کو ہار واپس کر دے تو اس کو لے کر ہمارے پاس آ جانا۔ اس ہدایت کے مطابق یہ شخص عطار کی دوکان پر بیٹھنے کے لئے پہنچا مگر اس نے نہ بیٹھنے دیا تو وہ سامنے کی دوکان پر بیٹھ گیا اور تین دن تک بیٹھتا رہا۔ جب چوتھا دن ہوا تو عضدالدولہ ایک شاندار جلوس کے ساتھ ادھر آئے اور جب اس خراسانی کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور السلام علیکم کہا۔ اس نے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہی وعلیکم السلام کہا۔ عضدالدولہ نے کہا بھائی صاحب! آپ تشریف لائے ہیں مگر ہم سے نہیں ملتے، نہ کوئی خدمت ہمارے سپرد کرتے ہیں۔ اس نے جواب میں جیسا کہ طے ہوا تھا لمبی گفتگو سے بچتے ہوئے معمولی ہاں ہوں کی، مگر عضدالدولہ اس سے اصرار کرتے رہے اور کھڑے رہے اور ان کی وجہ سے پورا لشکر کھڑا رہا۔ اس سے لوگوں کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ شخص عضدالدولہ کا بڑا محترم دوست ہے۔ اور اس عطار پر تو خوف سے غشی طاری ہونے لگی۔ جب عضدوالدولہ رخصت ہو گئے تو عطار نے حاجی سے کہا کہ میاں یہ افسوس ہے کہ تم نے یہ نہ بتایا کہ تم نے ہمارے پاس وہ ہار کس زمانہ سے رکھا تھا اور کس چیز میں لپٹا ہوا تھا۔ تم مجھے یاد دلاؤ شاید یاد آ جائے۔ اس نے اس کو سب کچھ بتایا، اب وہ ڈھونڈنے کے لئے کھڑا ہوا۔ ادھر ادھر ہاتھ مارنے کے بعد ایک تھیلا الٹا جس میں سے ہار گرا۔ تو کہنے لگا میں درحقیقت بالکل بھول گیا تھا۔ اگر تم پورا حال نہ بتاتے تو اب بھی یاد نہ آتا۔ اس نے ہار لے لیا۔ اب حاجی نے اپنے دل میں کہا کہ اب عضدالدولہ کو بتانے سے کیا فائدہ ہوگا' پھر اس کو یہ خیال آیا کہ شاید عضدالدولہ ہی خرید لے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ عضدالدولہ نے اس کے ساتھ اپنے حاجب کو وہ ہار دے کر عطار کی دوکان پر بھیجا۔ جس نے عطار کو پکار کر وہ ہار اس کے گلے میں ڈال دیا اور اس کو دوکان کے دروازے پر ہی پھانسی دے کر لٹکا دیا اور منادی کر دی کہ یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کے سپرد ایک

امانت کی گئی مگر وہ منکر ہو گیا۔ جب دن گذر گیا تو حاجب نے اس کی گردن سے ہار نکال کر حاجی کے سپرد کر دیا اور جانے کی اجازت دے دی۔

(۸۵) مجرم سے اقرار جرم کا ایک انوکھا انداز:

۔ہم کو یہ حکایت پہنچی کہ عضدالدولہ کے امراء میں سے ایک ترک نوجوان تھا۔ اس نے یہ حرکت شروع کی کہ ایک مکان کی دیوار کے سوراخ سے اس میں رہنے والی ایک عورت کو جھانکتا رہتا تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ ترکی روزانہ بہت دیر تک اس روزن سے جھانکتا رہتا ہے۔ اس نے مجھ پر آرام حرام کر دیا ہے۔ یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ ہر دیکھنے والا یہی سمجھے گا کہ میں اس سے باتیں کیا کرتی ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔ اس کے شوہر نے کہا کہ تو اس کے نام ایک پرچہ لکھ جس کا مضمون ہو کہ روزانہ کھڑا ہونا بے کار بات ہے۔ جب عشاء کی نماز کے بعد اچھی طرح اندھیرا ہو چکے اور لوگ غافل ہو جائیں تو تم گھر میں آ جانا۔ میں دروازے کے پیچھے ہوں گی۔ اس کے بعد اس نے دروازے کے پیچھے ایک گہرا گڑھا کھودا اور اس کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ جب وہ ترکی آیا تو اس نے دروازہ کھولا۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے فوراً ہی اس کو دھکا دے کر گڑھے میں ڈال دیا اور اس پر مٹی بھر دی۔ اس واقعہ کو کئی دن گذر گئے۔ کسی کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ ایک دن عضدوالدولہ نے دریافت کیا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ تو ان کو بتایا گیا کہ ان کا کچھ حال معلوم نہیں۔ اس پر عضدالدولہ غور کرتے رہے۔ یہاں تک (کہ اس کی تحقیق کے لئے انہوں نے یہ صورت نکالی) کہ ایک ملازم کو اس مؤذن کو بلانے کے لئے بھیجا جو اس مکان کے قریب والی مسجد کا تھا اس نے مؤذن کو بظاہر بہت سخت پکڑا (اور عضدالدولہ کے سامنے حاضر کر دیا۔ پھر عضدالدولہ نے) آہستہ سے اس سے کہا کہ یہ ایک سو دینار لو اور جو کچھ ہم تو کو حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کرو۔ جب تم اپنی مسجد میں جاؤ تو عشاء کی اذان زیادہ رات گئے دے کر مسجد میں بیٹھ جانا۔ پھر سب

سے پہلے جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سے میرا حکم گرفتاری نافذ ہونے کی تحقیق کرے تو اس کی مجھے اطلاع دے دینا۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اور ویسا ہی کیا۔ تو جو شخص سب سے پہلے آیا وہ وہی شیخ تھا (جس نے ترکی کو مارا تھا) اس نے مؤذن سے کہا کہ میرا دل تیری ہی طرف لگا ہوا تھا اور تمہیں اس طرح گرفتار کر کے بلوانے سے عضد الدولہ کی تم سے کیا غرض تھی؟ مؤذن نے کہا الحمد للہ خیرت ہے، کوئی خاص بات نہیں تھی۔ جب صبح ہوئی تو مؤذن نے عضد الدولہ کو جا کر حال سنایا انہوں نے شیخ کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ یہ حاضر کیا گیا۔ اس سے پوچھا کہ ترکی کا کیا معاملہ ہے؟ بیان کرو! اس نے کہا کہ میں آپ سے بالکل سچی بات عرض کرتا ہوں۔ میری بیوی بہت پردہ دار اور پاکدامن ہے۔ یہ شخص اس کی گھات میں لگا رہتا تھا اور ایک موری کے نیچے کھڑا رہتا تھا اور بدنامی کے خوف سے اس شخص کے کھڑے رہنے سے پریشان ہوگئی تو میں نے اس کے ساتھ ایسا ایسا معاملہ کیا۔ (سب تفصیل بیان کر دی) عضد الدولہ نے کہا، جاؤ سپرد خدا۔ نہ کسی نے کچھ سنا اور نہ ہم نے کہا۔

(۸۶) ڈاکوؤں کو ہلاک کرنے کی ایک عجیب ترکیب:

محمد بن عبد الملک ہمدانی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ عضد الدولہ سے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کی شکایت کی گئی جو کرد قوم کے تھے۔ یہ لوگ لوٹ کھسوٹ کرتے تھے اور پہاڑی گھاٹیوں میں چھپ جاتے تھے (اس لئے قابو پانا مشکل ہوگیا) تو عضد الدولہ نے ایک تاجر کو بلایا اور اس کو ایک خچر دیا جس پر دو صندوق لدے ہوئے تھے۔ ان صندوقوں میں زہر ملا کر حلوا بند کیا گیا تھا جس میں نفیس خوشبو ملا دی گئی تھی اور اس حلوے کو بہت خوبصورت برتنوں میں رکھا گیا تھا اور اس کو کچھ دینار عطا کئے اور اس کو حکم دیا کہ قافلہ کے ساتھ روانہ ہو جائے اور یہ ظاہر کرے کہ ان میں ان اطراف کے بعض حکام کی عورتوں کے لئے بطور ہدیہ شاہی حلواہ بھیجا جا رہا ہے۔ تاجر نے تعمیل کی اور قافلہ کے آگے آگے روانہ ہوگیا (جب قافلہ راہ زنوں کی زد میں پہنچ

گیا) تو ڈاکو لوگ آپڑے اور انہوں نے قافلہ کا سب مال متاع قبضہ میں کیا اور ان میں سے ایک شخص نے خچر پر قبضہ کیا اور جماعت کے ساتھ اس کو بھی پہاڑ پر چڑھا لے گیا اور غریب مسافر ننگے کھڑے رہ گئے۔ پھر خچر والے ڈاکو نے جب صندوق کھولا تو ان میں سے حلوا ملا، جس کی خوشبو پھیل گئی اور بہت نفیس خوشبو تھی وہ اس سے ڈرا کہ اس کو صرف اپنے پاس چھپایا نہیں جا سکتا تو اس نے تمام ساتھیوں کو آواز دی۔ ان سب نے آ کر ایسی نفیس چیز دیکھی جو اس نے پہلے نہیں دیکھی تھی، یہ سب بھوکے تھے۔ اس پر سب کے سب ٹوٹ پڑے اور خوب کھایا۔ بس کھا کر لوٹے ہی تھے کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر تو سب قافلہ والوں نے دوڑ کر ان کے اموال و متاع پر قبضہ کر لیا اور ان کے ہتھیار بھی لے لئے اور جس قدر لوٹا ہوا مال تھا سب کا سب وصول کر لیا۔ اس سے زیادہ عجیب ترکیب ہمارے سننے میں نہیں آئی جس سے ظالم اور مفسدوں کی قطع بیخ کنی ہو گئی اور مفسدین کے کانٹے ہمیشہ کے لئے کاٹ دیئے گئے ہوں۔

(۸۷) عضد الدولہ کی دور رس سمجھ:۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ ایک تاجر خراسان سے حج کے لئے چلا (اور بغداد آ کر) حج کی تیاری کرنے لگا۔ اس کے پاس ضرورت سے زائد ایک ہزار دینار باقی رہ گئے۔ اس نے سوچا کہ ان کا ساتھ رکھنا خطرے سے خالی نہیں اور کسی کے پاس امانتاً رکھوانے میں اس کے مکر جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اس نے جنگل میں جا کر ایک ارنڈ کے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر ان کو دبا دیا اور کسی نے اس کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ حج کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب حج سے فارغ ہو کر آیا تو اسی درخت کے نیچے پہنچ کر وہ موقع (جگہ) کھودا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا۔ اب تو اس نے رونا اور اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا۔ جب اس سے لوگوں نے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ زمین نے میرا مال چرا لیا۔ جب اس کی بری حالت ہو گئی تو اس سے کہا گیا

کہ عضدالدولہ کے پاس جا، ان کی بہت دور رس سمجھ ہے۔ اس نے کہا کہ کیا وہ غیب دان ہیں؟ تو اس کو سمجھایا گیا کہ جانے میں تیرا حرج بھی تو نہیں ہے۔ چنانچہ وہ گیا اوران کو اپنا تمام قصہ سنایا۔ یہ سن کر عضدالدولہ نے اطباء کو جمع کر لیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا تم اس سال میں کسی ارنڈ کی کونپلوں سے کوئی علاج کیا ہے؟ ان میں سے ایک نے بتایا کہ میں نے آپ کے فلاں خواص کا علاج کیا ہے۔ پھر اس کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے اس سال ارنڈ کی کونپلیں استعمال کی ہیں۔ اس نے اقرار کیا۔ پھر پوچھا کہ کس نے تم کو لا کر دی تھی؟ اس نے کہا فلاں فراش نے۔ حکم دیا گیا کہ اس کو حاضر کرو۔ جب وہ آیا تو اس سے دریافت کہ تم نے ارنڈ کے کس درخت سے کونپلیں توڑی تھیں۔ اس نے درخت کا موقع بیان کیا تو حکم دیا کہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے جا کر وہ جگہ دکھاؤ جہاں سے تم نے کونپلیں توڑی تھیں۔ تو یہ شخص اس صاحب مال کو اس درخت کے پاس لے گیا اور کہا کہ اس درخت سے لی تھی۔ اس شخص نے کہا واللہ اسی جگہ میں نے اپنا مال چھوڑا تھا۔ اس نے واپس آ کر عضدالدولہ کو خبر دی۔ عضدالدوہ نے فراش کو حکم دیا کہ مال حاضر کرو۔ اس نے کچھ تامل کیا۔ مگر جب عضدالدولہ نے ڈانٹا تو اس نے مال حاضر کر دیا۔

(۸۸) شعر و شاعری میں عضدالدولہ کی نکتہ چینی:۔

سلامی شاعر کہتے ہیں کہ میں نے عضدالدولہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا تو مجھے بہت بڑا صلہ عطا کیا۔ بیش قیمت کپڑے اور دینار مرحمت فرمائے اور ان کے سامنے شاہ فارس کی تلوار رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ میں اسے گوشہ چشم سے دیکھ رہا ہوں تو اس کو میری طرف پھینک دیا اور کہا کہ اس کو لے لو تو میں نے کہا وکل خیر عندنا من عندہ (جو خیر یعنی مال ہمارے پاس ہے وہ اس ہی کا عطیہ ہے) تو عضدالدولہ نے (غصہ سے) کہا کہ وہ تیرا باپ ہے۔ میں یہ سن کر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا تو اپنے استاد کے پاس پہنچا۔ اور

ان سے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا افسوس ہے تجھ سے بہت بڑی خطا ہوگئی۔ کیونکہ یہ کلمات ابونواس کے ہیں جو اس نے ایک کتے کی تعریف میں کہے تھے۔ اس نے کہا:

اتعب کلباً اھلہ فی کدہ

قد سعدت جدودھم بجدہ

وکل خیر عندھم من عندہ

(ترجمہ) کتے کو اس کے مالک نے اس پر سختی ڈال کر مصیبت میں پھانس رکھا ہے۔ ان کی تمام کوششیں اسی کی کوشش سے کامیاب ہوتی ہیں اور جو خیر بھی ان کے پاس ہے وہ اسی کتے کا عطیہ ہے۔ یہ سن کر میں (بہت متوحش واپس آیا) ایک کپڑا اوڑھے ہوئے بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ عضدالدولہ نے کہا تجھے کیا ہوا؟ میں نے کہا ابھی بخار چڑھ گیا۔ انہوں نے کہا بخار کا سبب معلوم ہے؟ میں نے کہا میں نے ابونواس کا دیوان دیکھ لیا۔ تو فرمایا اس بخار سے تم کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ ہم معاف کرتے ہیں۔) میں ان کے سامنے جھک گیا اور واپس آ گیا۔

(۸۹) سلطان جلال الدولہ کی تفتیش کا ایک نرالہ انداز:۔

ابوالحسن بن ملال نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مجھ سے ایک تاجر نے بیان کیا کہ میں چھاؤنی میں تھا اس لئے (مجھے اس واقعہ کا علم ہے) ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ سلطان جلال الدولہ اپنی عادت کے مطابق شکار کو نکلے تو ان کو ایک دیہاتی روتا ہوا ملا۔ سلطان نے پوچھا کیا ہوا تجھے؟ تو اس نے بیان کیا کہ تین لڑکوں نے میرے تربوزوں کا بوجھ جو میرے ساتھ تھا مجھ سے چھین لیا اور میری کل پونجی وہی تھی۔ سلطان نے اس کو کہا کہ تو لشکر میں چلا جا، وہاں ایک سرخ رنگ کا قبہ ہے۔ اس کے پاس بیٹھ جا۔ اور شام تک بیٹھے رہنا۔ میں واپس آ کر تجھے بے فکر کر دوں گا۔ جب

سلطان شکار سے واپس ہوئے تو اپنے بعض ملازمین سے کہا کہ مجھے تربوز کی خواہش ہے۔لشکر میں اور خیموں میں تفتیش کرو۔اگر کچھ مل جائے،اس نے تعمیل کی اور تربوز لے آیا۔سلطان نے پوچھا کہ یہ تم نے کس کے پاس دیکھا؟ تو بتایا گیا کہ فلاں حاجب کے خیمہ میں تھا تو حکم دیا کہ اس کو حاضر کرو۔(وہ حاضر کیا گیا) سلطان نے اس سے کہا کہ یہ تربوز کہاں سے آیا؟ تو اس نے عرض کیا کہ کچھ لڑکے لائے تھے۔ سلطان نے حکم دیا کہ فوراًان کو حاضر کرو۔وہ حاجب گیا اوراس نے محسوس کرلیا کہ سخت بات ہے تو اس نے لڑکوں کو قتل کے خوف سے بھگا دیا اور واپس آ کر سلطان سے کہا کسی طرح لڑکوں کو سلطان کی طلبی کا علم ہو گیا تو وہ بھاگ گئے ۔سلطان نے حکم دیا کہ دیہاتی کو حاضر کرو۔وہ حاضر کیا گیا سلطان نے اس سے کہا کہ کیا یہ وہی تربوز ہے جو تجھ سے چھینا گیا تھا۔اس نے کہا کہ ہاں۔تو حکم دیا کہ اس کو لے لے اور یہ حاجب ہمارا غلام ہے اور ہم اس کو تیرے سپرد کرتے ہیں اور تجھے بخشتے ہیں جبکہ اس نے ان لڑکوں کو حاضر نہیں کیا جنہوں نے تیرے تربوز چھینے تھے اور خدا کی قسم اگر تو نے اس کو چھوڑ دیا تو تیری گردن اڑادوں گا۔تو دیہاتی اس حاجب کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔اب حاجب نے اپنی ذات کو آزار کرنے پر اس سے تین سو دینار پر معاملہ کرلیا۔پھر وہ دیہاتی سلطان کی خدمت میں آیا اور کہا اے سلطان جو غلام آپ نے مجھے ہبہ کیا تھا میں نے اس کو تین سو دینار میں بیچ دیا۔سلطان نے پوچھا کہ تو اس سودے پر خوش بھی ہے۔اس نے اقرار کیا تو فرمایا،اچھا قیمت اپنے قبضہ میں لے کر سلامتی سے رخصت ہو جاؤ۔

(۹۰) سلطان کا ایک دانشمندانہ فیصلہ:۔

ابوالحسن بن ہلال نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے جو دوسرے شخص ترکمانی کا ہاتھ پکڑ کر لایا اور کہا کہ اس کو میں نے اپنی بیٹی سے جماع کرتے ہوئے دیکھا اور میں چاہتا ہوں کہ اس کو آپ سے حکم حاصل کر کے قتل کر دوں۔سلطان نے کہا نہیں بلکہ اس

کے ساتھ اس کا نکاح کر دے اور مہر ہم اپنے خزانے سے ادا کر دیں گے۔ اس نے کہا میں تو قتل کے سوا اور کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ سلطان نے حکم دیا کہ تلوار لاؤ تو تلوار حاضر کی گئی تو اس کو میان سے نکالا اور رباپ سے کہا کہ آگے آؤ تو اس کو تلوار دی اور اپنے ہاتھ میں میان سنبھال لیا اور اس سے کہا اس تلوار کو میان میں دے دو۔ تم جب بھی میان کے منہ میں لا کر تلوار اس میں داخل کرنا چاہتا تھا سلطان اس میان کا منہ ہٹا دیتے تھے جس سے وہ تلوار کو نہ داخل کر سکا۔ اس نے کہا حضور آپ چھوڑتے ہی نہیں کہ میں اس میں داخل کروں۔ سلطان نے فرمایا کہ یہی معاملہ بیٹی کا سمجھ۔ اگر وہ نہ چاہتی تو یہ اس کے ساتھ کیسے کرتا۔ اس لئے اگر اس فعل کی سزا میں تو قتل ہی چاہتا ہو تو دونوں کو قتل کر۔ (اس کی سمجھ میں آ گیا) پھر نکاح پڑھنے والے کو بلا کر نکاح کرا دیا اور مہر اپنے خزانے سے ادا کر دیا۔

(۹۱) عبادت کی ملمع سازی سے دھوکہ دینا:۔

اصمعی سے روایت ہے کہ ہلال بن ابن بردہ کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس بھیجا گیا اور شہر میں تھے۔ اس نے آ کر مسجد کا ایک کونہ سنبھال لیا اور وہاں خوب خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھنا شروع کر دی اور عمر بن عبدالعزیز اس شخص کو دیکھ رہے تھے۔ عمر نے علاء بن المغیرہ سے کہا اور یہ ان کے مقرب خاص تھے۔ اگر اس شخص کا باطن بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ ظاہر تو یہ اہل عراق کی سیرت کے مطابق ہے جس کو برائی کے تحفظ کا ذریعہ (یعنی ریا کاری) نہیں سمجھا جائے گا۔ علاء بن المغیرہ نے کہا اے امیر المومنین میں اس کا پتہ لگا کر آپ کو بتاتا ہوں۔ اب علاء اس کے پاس پہنچے اور یہ شخص مغرب اور عشاء کے درمیان نفلوں میں مشغول تھا۔ انہوں نے اس سے کہا دو رکعت پر سلام پھیر دیجئے۔ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ جب اس سے سلام پھیر دیا تو علاء نے کہا کہ تم کو معلوم ہوگا کہ میری رسائی اور تقرب امیر المومنین کی بارگاہ میں کس قدر ہے۔ میں نے امیر المومنین کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو عراق کا حاکم بنا دیں۔

بولو ایسا کرا دینے میں مجھے کیا (رشوت) دو گے؟ اس نے (رشوت دینے پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا) ایک سال کی پوری تنخواہ۔ اور اس کی مقدار ایک لاکھ بیس ہزار درہم ہوتی تھی۔ علاء نے کہا اس معاہدہ کو تحریر کر دیجئے۔ اس شخص نے فوراً اٹھ کر تحریر کر دیا۔ علاء اس تحریر کو لے کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے۔ انہوں نے پڑھ کر عبدالحمید ابن عبدالرحمٰن بن زید بن الخطاب کو لکھا۔ یہ اس وقت کوفے کے گورنر تھے۔ ''بلال نے اللہ (کی عبادت کی ملمع سازی) سے ہم کو دھوکہ دینا چاہا، قریب تھا کہ ہم دھوکہ کھا جائیں۔ پھر اس کو پرکھا تو اس کو سب کا سب محض کھوٹ پایا۔

(۹۲) ہم سب شکاری ہیں لیکن جال مختلف ہیں:۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ایک امیر کے سامنے وعظ کہا تو امیر نے اس کے پاس اپنی طرف سے مال بھیجا۔ جب قاصد لوٹا تو امیر نے کہا۔ ہم سب شکاری ہیں لیکن جال مختلف ہیں۔

(۹۳) سفاح سے بیعت کے موقع پر ایک شخص کی ذہانت:۔

کہا گیا ہے کہ جس دن سفاح سے بیعت کی گئی (یہ پہلا خلیفہ عباسی ہے) اس نے خطبہ دینا شروع کیا۔ اس کے دوران میں اس کے ہاتھ سے عصا چھوٹ کر گر گیا اس نے اس کو فال بد محسوس کیا۔ اس کے اصحاب میں سے ایک شخص نے اٹھ کر اسے اٹھایا اور صاف کر کے دے دیا اور یہ شعر پڑھا:

فالقت عصاها واستقربها النوى
كما قرعيناً بالاياب المسافر

ترجمہ: تو نے اپنا عصا ڈال دیا (یعنی سفر ختم کیا) اور وہیں قیام کر لیا۔ جس طرح ایک مسافر کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں واپس آ کر (سفاح اس شعر کے مضمون اور اس کے پڑھنے والے سے خوش ہو گیا۔)

(۹۴) ایک امیر کی ذکاوت:۔

ایک امیر ایک قریہ میں وارد ہوا۔اس کو بال بنانے والے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کے بال ٹھیک کر دے۔وہ امیر خود تنہا اس کے پاس آیا اور کہا کہ میں اس کا حاجب ہوں جو اس تمہاری بستی میں آئے ہیں۔میرے بال ٹھیک کرو۔اگر تم اچھے ثابت ہوئے تو ان کے بال بنوائے جائیں گے اور اس امیر نے ایسا اس لئے کیا کہ موتراش یہ نہ سمجھ سکے کہ امیر وہی ہے اور مرعوب ہو کر گھبرا جائے اور زخمی کر دے۔

(۹۵) شعر کے ذریعہ اپنی حالت پر مطلع کرنا: عمر بن عثمان سے منقول ہے کہ خلیفہ منصور ایک (قصر) محل میں داخل ہوئے۔اس کی دیوار پر یہ شعر لکھا ہوا پایا:

وما لی لا ابکی بعین خزینہ

وقد قربت للظاعنین حمول

(ترجمہ) میں غمگین آنکھوں سے کیوں نہ روؤں حالانکہ رخصت ہونے والوں کی سواریاں ان کے قریب آ چکی ہیں۔

اور شعر کے نیچے ایہ ایہ لکھا ہوا تھا۔ابوعمر نے کہا آہ آہ تو دیکھا جاتا ہے پھر منصور نے کہا: ایہ یہ کیا چیز ہے؟ ربیع نے عرض کیا اور وہ اس وقت خصیب حاجب کا ماتحت تھا کہ اے امیر جب اس نے یہ بیت (شعر) لکھا تو اس نے یہ چاہا کہ پڑھنے والے کو اپنی حالت سے بھی مطلع کر دے کہ وہ لکھتے وقت رو رہا تھا۔منصور نے کہا یہ شخص کس قدر سمجھدار ہے۔یہ پہلا موقع ہے جس سے ربیع کا درجہ بلند رہنا شروع ہوا۔

(۹۶) بے ادب لوگوں کی تادیب بجائے قول کے فعل سے بھی ہو سکتی ہے:۔

خاصہ شاہی میں شریک کرنا چاہا اور فرمایا کہ قریب آ جاؤ۔ اس نے کہا میں کھا چکا ہوں۔ اس پر منصور نے اس اعراض کر لیا۔ جب وہ شخص باہر نکلا تو ربیع نے اس کو گدی سے دھکا دیا تو دوسرے حاجبوں نے بھی ربیع کو دیکھ کر اس کو دھکے دیئے۔ اس واقعہ کی شکایت لے کر اس کے رشتہ دار منصور کے پاس آئے۔ ربیع نے کہا کہ یہ جوان دور سے سلام کر کے واپس ہو جاتا تھا۔ اب امیر المومنین نے اس کو قریب بلایا اور بٹھانا چاہا پھر ارشاد فرمایا کہ کھانے میں شرکت کرے تو یہ اکرام کا جواب یہ دیتا ہے کہ میں کھانا کھا چکا، گویا امیر المومنین کے ساتھ تناول صرف پیٹ بھرنے کے لئے ہے اور ایسے لوگوں کی تادیب بجائے قول کے فعل سے ہی ہو سکتی ہے۔

(۹۷) معن بن زائدہ کا فہم و ذکاء:۔

غیاث بن ابراہیم سے منقول ہے کہ معن بن زائدہ امیر المومنین ابو جعفر (خلیفہ منصور) کے پاس پہنچے ان کے قدم سے قدم ملا کر چلنا شروع کیا۔ خلیفہ نے کہا اے معن اب آپ کی عمر بڑی ہو گئی۔ معن نے کہا آپ کی اطاعت میں اے امیر المومنین۔ پھر خلیفہ نے کہا مگر آپ (بڑی عمر کے باوجود) سخت ہیں۔ معن نے کہا آپ کے دشمنوں پر۔ خلیفہ نے پھر کہا آپ میں (قوت) باقی ہے۔ معن نے کہا وہ بھی آپ کے لئے ہے۔

(۹۸) روئے سخن میں ادب کا لحاظ:۔

ابو الفضل الربعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ مامون الرشید نے عبداللہ بن طاہر سے پوچھا، ہماری نشست گاہ اچھی ہے یا آپ کی؟ عبداللہ نے کہا میں آپ کے برابر کیسے ہو سکتا ہوں اے امیر المومنین۔ خلیفہ نے کہا، میرا روئے سخن صرف عیش و لذت کی طرف ہے۔ عبداللہ بن طاہر نے کہا پھر تو میری منزل زیادہ اچھی ہے۔ خلیفہ نے کہا کس اعتبار سے؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ میں یہاں مالک ہوتا ہوں اور وہاں مملوک۔

(۹۹) احمد بن طولون کا صحیح قیاس:

۔محمد بن عبدالملک ہمدانی کہتے ہیں کہ احمد بن طولون ایک دن اپنی آرام گاہ میں کھانا تناول کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک سائل کو پرانے کپڑوں میں دیکھا۔فوراً کچھ روٹیاں اٹھا کر ان پر بھنی ہوئی مرغی اور بھنا ہوا چوزہ اور بھنے ہوئے گوشت کا پارچہ اور ایک فالودہ کا ٹکڑا رکھا اور غلام کو حکم دیا کہ اس کو دے آئے۔غلام نے واپس آ کر عرض کیا کہ اس نے (لینا) پسند نہیں کیا۔ابن طولون نے حکم دیا کہ اس کو یہاں لے آئے تو اس کو لا کر پیش کیا گیا۔ابن طولون نے اس سے گفتگو کی تو اس نے بہت اچھا جواب دیا اور امیر کے رعب کا کچھ اثر قبول نہیں کیا۔ابن طولون نے اس سے کہا کہ جو کچھ تحریرات تمہارے ساتھ ہیں وہ سب پیش کرو اور سچ بتاؤ تم کو کس نے بھیجا ہے؟ کیونکہ مجھے یہ بالکل یقین ہو چکا ہے کہ تم جاسوس ہو اور کوڑے مارنے والے کو طلب کیا۔اب اس نے مخبر ہونے کا اقرار کر لیا۔بعض حاضرین نے کہا واللہ یہ تو جادو ہے۔احمد نے کہا جادو نہیں لیکن صحیح قیاس ہے۔میں نے اس کی بد حالی کو دیکھا تو اس کے پاس اچھا کھانا بھیجا جس کو پیٹ بھرے ہوئے آدمی بھی خوشی سے کھانے کے لئے تیار ہو جائیں۔مگر نہ یہ خوش ہوا اور نہ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔پھر میں نے بلایا تو بڑی قوت سے ملا جب میں نے اس کی بد حالی اور قوت قلبی دیکھی تو اندازہ کر لیا کہ یہ جاسوس ہے۔

(۱۰۰) بے چینی کے آثار دیکھ کر ابن طولون کا مجرم کو پہچاننا:۔

ابن طولون نے ایک دن ایک حمال (مزدور) کو دیکھا جو صندوق سر پر اٹھائے جا رہا تھا۔مگر اس کے نیچے اس میں بے چینی محسوس ہوتی تھی۔ابن طولون نے کہا کہ اگر یہ بے چینی بوجھ کے بھاری ہونے کی وجہ سے ہوتی تو اس حمال کی گردن پھولتی اور میں گردن کو اصل حالت میں دیکھ رہا ہوں۔تو اس اضطراب کی وجہ سے صرف اس خبر کا خوف ہو سکتا ہے جو یہ اٹھائے ہوئے ہے۔یہ سوچ کر صندوق کھولنے کا حکم دیا تو اس

میں ایک لڑکی کی لاش ملی ۔جس کو قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے تھے ۔امیر نے مزدور کو دھمکایا تو تمام حال سچ سچ بیان کر دیا۔اس نے بیان کیا کہ چار آدمی فلاں مکان میں ہیں ۔انہوں نے مجھے یہ دینار دیئے اور اس لاش کو لے جانے کے لئے کہا۔اس پر اس حمال کے (اخفاء جرم کی سزا میں) دوسو ڈنڈے مارے گئے اور ان چاروں کو قتل کر دیا گیا۔

(۱۰۱)امام کی قرات سے اس کی پریشانی کا اندازہ کرنا:۔

ابن طولون علی الصباح اٹھ کر ائمہ مساجد کی قرات سنا کرتے تھے۔ایک دن انہوں نے ایک اپنے مصاحب کو بلا کر فرمایا کہ فلاں مسجد میں جا کر اس کے امام کو یہ دینار دے آؤ۔یہ مصاحب کہتا ہے کہ میں گیا اور امام کے پاس بیٹھ کر سلسلہ گفتگو میں اس کو بے تکلف کرلیا۔یہاں تک کہ اس نے اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا کہ اس کی بیوی کو پیدائش کے درد کی تکلیف ہے اور اس کے ضروری سامان کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔اس لئے آج نماز میں بھی کئی مرتبہ قرات میں غلطی ہوگئی ہے۔پھر میں (اس کو دینار دے کر) ابن طولون کے پاس واپس آیا اور حال بیان کیا۔انہوں نے کہا اس نے سچ کہا۔میں نے آج کھڑے ہو کر سنا تو میں نے دیکھا کہ بہت غلط پڑھ رہا ہے۔اسی سے میں سمجھا کہ اس کا دل کسی اور چیز میں مشغول ہے۔

(۱۰۲)جملہ علوم وفنون میں مہارت:۔

سہل بن محمد سجستانی نے بیان کیا کہ اہل کوفہ میں سے ایک عامل ہمارے یہاں وارد ہوئے۔میں نے عمال سلطانی میں سے بصرہ میں کوئی عامل اس سے زیادہ فائق اور برتر نہیں دیکھا۔میں ان سے ملنے گیا اور سلام علیک کی۔مجھ سے پوچھا کہ اے سجستانی ،بصرہ میں سب سے بڑے عالم کون ہیں؟ میں نے کہا زیادی سب سے زیادہ اصمعی کا علم رکھتے ہیں (یعنی علم ادب اور شعراء زمانہ جاہلیت کا کلام اور حالات وغیرہ)اور ابوعثمان مازنی ہم میں علم نحو کے سب سے بڑے عالم ہیں اور ہلال الرائی

ہم میں سب سے بڑے فقیہ ہیں اور شاذکوفی حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں اور اللہ آپ کوخوش رکھے، میں علم قرآن یعنی تجوید و قرأت کی طرف منسوب کیا جاتا ہوں اور ابن الکلبی شروط کی تحریر میں (یعنی قبالہ نویسی میں) سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔تو انہوں نے اپنے کاتب سے کہا کہ ان سب حضرات کوکل یہاں جمع کر لینا۔ چنانچہ ہم نے سب کو جمع کر لیا گیا۔ عامل نے کہا تم میں مازنی کون صاحب ہیں؟ ابو عثمان نے کہا میں ہوں جناب انہوں نے سوال کیا ظہار کے فدیہ میں ایسا غلام آزاد کرنا کافی ہوسکتا ہے جو کانا ہو (ظہار اس صورت کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ کہے انت علی کظہر امی یعنی تو میرے لئے ماں کی پشت کی برابر ہے۔ اگر وہ اس سے رجوع کرنا چاہے تو ایک غلام آزاد کرے' تفصیلات فقہ کی کتابوں میں دیکھو) مازنی نے کہا میں صاحب فقہ نہیں ہوں، میں عربیت یعنی نحو کا عالم ہوں۔ پھر زیادی سے کہا کہ اگر شوہر اور بیوی کے درمیان ایک تہائی مہر کی ادائیگی پر خلع کا معاملہ طے ہوگیا ہو تو اس کو کس طرح لکھا جائے گا۔ زیادی نے کہا کہ یہ ہلال الرای کا علم ہے میرا نہیں۔ پھر ہلال سے پوچھا کہ ابن عون کی حسن سے کتنی سندیں ہیں؟ ہلال نے کہا کہ یہ میرا علم نہیں ہے۔ شاذکوفی کا علم ہے۔ پھر شاذکوفی سے کہا کہ اے شاذکوفی الا انهم يثنون صدورهم کس کی قرات ہے؟ انہوں نے کہا یہ میرا علم نہیں ہے یہ ابو حاتم کا علم ہے۔ پھر (مجھ سے) کہا اے ابو حاتم اگر اہل بصرہ کی تنگدستی اور جو کچھ ان کے پھلوں کو نقصان پہنچا ہے پیش کرنے کے بعد بصرے پر نظر لطف کرنے کی امیر المومنین سے درخواست کرنا ہو تو کیونکر کی جائے۔ ابو حاتم نے کہا خدا آپ پر اپنی رحمت کرے۔ میں تو قرات کا عالم ہوں۔ اختراعات اور کتابت کا عالم نہیں ہوں۔ کہنے لگے۔ کیسے برے لوگ ہیں۔ پچاس برس سے علم کے درس و تدریس میں مشغول ہیں مگر کوئی بھی ایک فن کے سوا دوسرے فن کو نہیں پہچانتا۔ یہاں تک کہ اگر دوسرے فن کی بات ان سے پوچھی جائے تو اس پر چل ہی نہیں سکتے۔ لیکن کوفہ میں

ہمارا عالم کسائی ہے۔اس تنہا سے اگر یہ تمام سوالات کیے جائے تو وہ ان سب کا جواب دے دیتا۔

(۱۰۳)استراق السمع (راز کو کان لگا کر سننا) جرم ہے:۔

ایک عامل نے اپنے دفتر میں ایک شخص کو دیکھا کہ اس کی ایک خفیہ بات پر کان لگائے ہوئے تھا۔اس نے اس کو مارنے اور قید کرنے کا حکم دیا۔محرر قید خانہ نے سوال کیا کہ رجسٹر جیل میں اس کا جرم کیا درج کیا جائے۔عامل نے کہا لکھو استرق السمع فاتبعہ شھاب ثاقب

(۱۰۴)داروغہ جیل کی ظرافت:۔

ایک اندھا ایک اندھی کے ساتھ پکڑا گیا۔محرر نے دریافت کیا ان دونوں کا قصہ کس طرح لکھنا چاہئے۔داروغہ جیل نے کہا لکھو ظلمت بعضھا فوق بعض

(۱۰۵)احمد بن یحییٰ واثقی کا قابل فخر قصہ:۔

احمد بن یحییٰ واثقی کے متعلق ان کے پوتے حسین بن الحسن کہتے ہیں کہ میرے دادا احمد بن یحییٰ مکتفی باللہ کے زمانہ میں بغداد کے پولیس افسر تھے۔ایک مرتبہ ان کے زمانہ میں چوروں نے بڑا اودھم مچا دیا تھا۔تمام تاجر جمع ہو کر خلیفہ مکتفی باللہ کے حضور میں فریاد لے گئے۔خلیفہ نے احمد بن یحییٰ کے لئے حکم دیا کہ تمام چوروں کو گرفتار کر کے حاضر کریں ورنہ لوگوں کے تمام مال کا تاوان ان سے وصول کیا جائے گا۔اس حکم سے وہ بہت پریشان ہو گئے اور رات میں اور دن میں تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر پھرتے رہتے تھے۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت ان کا گذر ایسی سڑک پر ہوا جو بغداد کی بیرونی بستی میں تھی جو لوگوں سے خالی تھی۔وہ اس پر چل پڑے اور اس میں زیادہ گندگی دیکھی۔کچھ دور جا کر ایک کوچہ سربستہ نظر آیا تو اس میں داخل ہو گئے۔اس گلی میں جو مکانات واقع تھے اس کے دروازے کے سامنے انہوں نے

مچھلی کے بڑے، بڑے کانٹے اور پشت کی بڑی ہڈی پڑی ہوئی دیکھی۔ کانٹوں اور ہڈی کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوا کہ مچھلی کا وزن ایک سو بیس رطل یعنی ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا۔ انہوں نے اپنے ایک چابک والے کو دکھا کر کہا کہ جس مچھلی کی یہ کانٹے ہیں اس کی قیمت کا کیا تخمینہ ہے؟ اس نے کہا ایک دینار۔ انہوں نے کہا کہ اس گلی کے رہنے والوں کی حیثیت اس قیمت کی مچھلی کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ یہ ایک سڑک ہے جس کی خاص دیکھ بھال نہیں، صحراء کی جانب واقع ہے۔ یہاں کوئی ایسا شخص آ کر رہا ہے جو اس جیسے اخراجات برداشت کر رہا ہے۔ اس الجھن سے پردہ ہٹانا ضروری ہے۔ اس شخص نے اس کو مستبعد سمجھا اور کہا یہ ایک بعید سی بات ہے۔ انہوں نے جس مکان پر کانٹے دیکھے تھے اس کے برابر والے مکان کی عورت کو بلانے کی ہدایت کی کہ اس سے بات چیت کریں گے۔ اس کا دروازہ کھٹکھٹا کر پانی مانگا۔ اس میں سے ایک بڑھیا ضعیفہ نکلی۔ یہ برابر اس سے بات کا سلسلہ دیر تک جاری رکھنے کے لئے پانی مانگتے رہے اور وہ دیتی رہی اور احمد بن یحییٰ افسر پولیس اس سے وہاں کے گھروں اور ان کے رہنے والوں کے حالات پوچھتے رہے اور وہ بغیر نتیجہ کا اندازہ کئے بتاتی رہی۔ آخر میں انہوں نے پوچھا کہ اس گھر میں جس مچھلی کے کانٹے پڑے تھے کون رہتا ہے۔ تو اس نے کہا واللہ ہم نہیں جانتے کہ درحقیقت اس کے رہنے والے کون لوگ ہیں۔ اتنا معلوم ہے کہ تقریباً ایک مہینہ سے اس میں پانچ گرانڈیل جوان آ کر رہے ہیں جو سوداگر معلوم ہوتے ہیں۔ ہم ان کو دن میں آتے جاتے نہیں دیکھتے کبھی طویل مدت میں کوئی نظر آ جاتا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ضرورت کے لئے کہیں جاتا ہے تو جلدی سے واپس آ جاتا ہے اور وہ تمام دن جمع رہتے ہیں اور کھاتے پیتے اور شطرنج اور نرد کھیلتے رہتے ہیں اور ان کے پاس ایک لڑکا ہے جو ان کی خدمت کرتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں جو کرخ میں ہے (کرخ بغداد کا ایک محلّہ ہے) اور لڑکے کو مکان کی دیکھ

بھال کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ پھر صبح کو کچھ رات باقی رہے۔ اندھیرے میں ایسے وقت آ جاتے ہیں کہ ہم سوتے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے ہم ان کے واپس آنے کا بالکل ٹھیک وقت نہیں پہچان سکے۔ اب احمد بن یحیٰی نے پانی پینے کا سلسلہ بند کر دیا اور بڑھیا بھی واپس ہوگئی۔ انہوں نے اس شخص سے (جو ساتھ میں تھا) کہا کہ یہ سب کی چوروں کی صفات ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا بے شک انہوں نے کہا کہ اب تم اس مکان کے گرد وپیش کا پہرہ دو اور مجھے دروازہ پر چھوڑ اور فوراً دس آدمی بلوا کر ان کو پڑوس کے مکانوں کی چھتوں پر متعین کر دیا اور انہوں نے خود دروازہ کھٹکھٹایا تو لڑکے نے آ کر دروازہ کھول دیا۔ اور یہ کافی جمعیت کے ساتھ مکان میں پہنچ گئے اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑا۔ اور سب کو گرفتار کر کے پولیس کی تحقیقاتی مجلس کے حوالہ کر دیا۔ جس نے ان سے اقرار کرا لیا کہ یہ سب چوری کرنے والے ہیں اور انہوں نے ہی اپنے باقی ساتھیوں کا حال بتا دیا۔ پھر واثقی نے ان سب کا تعاقب کیا۔ احمد بن یحیٰی واثقی اس قصہ پر فخر کرتے ہیں۔

(۱۰۶) شکست کو خوبصورت الفاظ میں پیش کرنا:

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ہم کو ایک والی مصر کا قصہ پہنچا کہ وہ کبوتر بازی کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کے ایک خادم سے ان کا مقابلہ ہوگیا (کبوتروں کی دوڑ میں) خادم کا کبوتر بازی لے گیا۔ اس نے اپنے وزیر کے پاس کسی کو بھیجا کہ حال معلوم کرے۔ (کبوتروں کی دوڑ کے وزیر صاحب نگران تھے) وزیر کو یہ لکھنا گراں گذرا کہ آپ ہار گئے اور یہ سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرح کنایہ کیا جائے جس سے واقعہ معلوم ہو جائے۔ وہاں ایک کاتب تھا اس نے کہا اگر آپ چاہیں تو یہ شعر لکھ کر بھیج دیئے:

یـــــــا ایهـــــــا الـــمـــــلك الـــذی جـــده

لـــكـــــل جـــدّ قــــــاهـــــر غــــــالــــب

اے بادشاہ جس کی خوش قسمتی ہر دوسرے شخص کی قسمت کو دبانے والی اور

غالب رہتی ہے۔

طـــــائـــرك الســـــابـــق لـــكـــنـــــه

اتـــــىٰ وفـــــى خـــدمتــــــه حــــاجـــب

آپ ہی کا پرندہ جیتا ہوا رہا لیکن وہ اس طرح آیا کہ اس کی خدمت میں آگے چلنے والا ایک حاجب بھی تھا۔ وزیر نے اس کو پسند کیا اور انعام دیا اور یہی لکھ بھیجا۔

(۱۰۷) ابن السوی کے حاجب (چوکیدار) کی ہوشیاری:۔

ابو محمد عبداللہ بن علی المقری کہتے ہیں کہ باب ابن النسوی کا حاجب بہت ہوشیار تھا۔ ایک مرتبہ اس نے سردی کی رات میں (ایک قریب کے کمرہ) میں براده کی آواز سنی (براده اس ظرف (برتن) کو کہتے ہیں جس میں پانی بھر کر دوسرے بڑے ظرف میں جس میں برف یا شورہ وغیرہ کا پانی ہوتا ہے ڈال کر گھماتے رہتے ہیں تا کہ اس چھوٹے ظرف کا پانی ٹھنڈا ہو جائے) اس نے دروازے کو سختی سے کھولنے کا حکم دیا تو اس میں سے ایک مرد اور ایک عورت نکلے (وہ آواز ان ہی کے شنیع فعل کی تھی) لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم کیسے سمجھے؟ تو اس نے کہا کہ (براده کی آواز سن کر) میں نے خیال کیا کہ یہ سردی کا زمانہ پانی ٹھنڈا کرنے کا نہیں، اس لئے یہ آواز ان ہی دونوں میں سے آرہی ہے۔

(۱۰۸) چوری کا اقرار کرانے کے لئے ابن النسوی کا ایک نفسیاتی حربہ:۔

ابن النسوی کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی لائے گئے جن پر چوری کا اتہام تہمت تھا۔ انہوں نے ان کو اپنے سامنے کھڑا کیا۔ پھر ملازموں سے پینے کے لئے پانی مانگا۔ جب پانی آ گیا تو اس کو پینا شروع کیا۔ پھر قصداً اپنے ہاتھ

سے گلاس چھوڑ دیا جو گر کر ٹوٹ گیا۔ ان میں کا ایک شخص اس کے اچانک گرنے اور ٹوٹنے سے گھبرا گیا اور دوسرا اسی طرح کھڑا رہا۔ اس گھبرا جانے والے شخص کو کہہ دیا گیا کہ چلا جائے اور اور دوسرے کو حکم دیا کہ مسروقہ مال واپس کر۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا کہ یہ چور ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ چور کا دل مضبوط ہوتا ہے وہ نہیں گھبراتا اور یہ گھبرانے والا اس لئے بری ہوا کہ اگر گھر میں ایک چوہا بھی حرکت کرتا تو یہ گھبرا کر بھاگ جاتا اور خفیف سی حرکت بھی اس کو چوری سے روک دیتی۔

(۱۰۹) واللہ دنیا میں اس سے زیادہ کوئی حلال کھانا نہ ہوگا:۔

ان ہی کا ایک واقعہ ہم نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ ایک شخص ابن النسوی کا ہمسایہ تھا۔ وہ مسجد کا امام تھا۔ یہ شخص کسی سفارش کے لئے ابن النسوی کے پاس آیا۔ ان کے سامنے ایک رکابی تھی جس میں شکر پارے تھے۔ ابن النسوی نے کہا کھائیے! انہوں نے تامل کیا۔ ابن النسوی نے کہا میں آپ کے دل کی بات سمجھ رہا ہوں۔ تم اپنے دل میں کہہ رہے ہو کہ ابن النسوی کے پاس حلال چیز کہاں ہو سکتی ہے؟ مگر میں کہتا ہوں کھاؤ، اس سے زیادہ حلال آپ نے کبھی کھایا ہی نہ ہوگا۔ انہوں نے مزاح کے درجہ میں کہا، آپ کے پاس ایسی چیز کہاں سے آ گئی جس میں شبہ بالکل نہ ہو؟ کہنے لگے اگر میں نے بتا دیا تو کھاؤ گے؟ امام صاحب نے اقرار کیا۔ ابن النسوی نے کہا اچھا سنو' چند راتیں گذریں، میں اس وقت مکان میں موجود تھا کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔ باندی نے کہا کون ہے؟ جواب آیا کہ ایک عورت اندر آنا چاہتی ہے۔ اس کو اجازت دے دی گئی۔ وہ آتے ہی میرے قدموں پر گر پڑی اور ان کو چومنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ تو کیا حاجت رکھتی ہے۔ اس نے کہا میرا شوہر ہے جس سے دو لڑکیاں ہیں۔ ایک کی عمر بارہ سال اور دوسری کی چودہ سال ہے اور اس نے ایک اور نکاح کر لیا ہے اور میرے پاس بھی نہیں آتا اور بچے اپنے باپ کو

بلاتے ہیں تو ان کی وجہ سے میرا دل تڑپنے لگتا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ وہ ایک رات میرے لئے خاص کرے اور ایک رات دوسری کے لئے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا کام کرتا ہے؟ اس نے کہا روٹیاں پکاتا ہے۔ میں نے کہا اس کی دوکان کہاں ہے؟ اس نے کہا کرخ میں اور ان کا نام بتایا۔ میں نے کہا تو کس کی بیٹی ہے؟ اس نے بتایا کہ فلاں کی۔ میں نے کہا تیری بیٹیوں کے کیا نام ہے؟ اس نے ان کے نام لئے۔ میں نے کہا انشاءاللہ میں اس کو تیرے پاس بھیج دوں گا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ ایک پگڑی ہے جس کا سوت میں نے اور میری بیٹیوں نے کاتا، اس کا استعمال آپ کے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا۔ یہ لے جاؤ اور اب چلی جاؤ۔ وہ چلی گئی۔ میں نے اس کے شوہر کے پاس (دو سپاہی بھیجے کہ اس کو لے کر آئیں مگر گھبرا نہ دیں) وہ اس کو لے آئے مگر اس کی عقل اڑی ہوئی تھی۔ میں نے کہا تم ڈرو نہیں۔ میں نے تم کو صرف اس لئے بلایا ہے کہ تم کو دو من آٹا اور اس کی اجرت دے دوں۔ تاکہ سفر کے لئے روٹیاں پکا دو۔ اب اس کا دل ٹھہر گیا۔ اس نے کہا میں اس کام کی اجرت نہیں لینا چاہتا۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ نقصان پہنچانے والا دوست کھلا دشمن ہوتا ہے۔ تم تو ہمارے خاص ہو اور مجھ سے ایک خاص تعلق ہے۔ تمہاری فلاں زوجہ ہمارے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی لڑکیاں کیسی ہیں جن کے یہ نام ہیں؟ اس نے کہا سب خیریت سے ہیں۔ میں نے کہا اللہ اللہ یہ کہنے کی تو مجھے ضرورت نہیں کہ اس کی دلداری کا تمہیں پورا خیال رکھنا چاہئے۔ اس نے میرے ہاتھ چومے۔ میں نے کہا اب تم اپنی دوکان پر جاؤ۔ جب تمہیں کوئی حاجت پیش آئے تو ہم سے بلا روک ٹوک مل سکتے ہو۔ وہ واپس چلا گیا۔ آج کی رات وہ عورت آ کر مکان میں داخل ہوئی اور یہ طباق ساتھ لائی اور مجھ کو خدا کی قسم دی کہ اسے واپس نہ کرنا اور بیان کیا کہ میں اور میری اولاد اب بالکل دلجمعی کے ساتھ ہیں اور یہ کھانا خدا کی قسم میرے کاتے ہوئے سوت کی قیمت سے بنایا گیا ہے۔ تو میں نے اسے قبول کر لیا۔" (امام صاحب کہتے

)تو کیا یہ حلال ہے؟ امام نے کہا واللہ دنیا میں اس سے زیادہ حلال کوئی کھانا نہ ہوگا۔ کہا تو بس کھایئے تو تو انہوں نے بھی کھایا۔

(۱۱۰) احمد بن خصیب کی ذہانت :

احمد بن خصیب کا اس کے اموال تجارت پر ایک وکیل تھا۔ جس پر اس نے خیانت کا الزام لگایا اور اس کو پکڑنے اور نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا تو وہ بھاگ گیا اس کے بعد احمد نے اس کے پاس یہ اشعار لکھ کر بھیجے تا کہ اس کو مانوس کر لے اور اس کو حلفیہ یقین دلائے کہ جو اطلاع اس کو ملی وہ غلط تھی اور اپنے کام پر واپس آنے پر آمادہ کرے:۔

انـــا لك عبـــد ســـامـــع و مـــطـيـــع
وانـــی لـــمـــا تهـــوی الیـــه ســـريـــع
ولـــكـــن لـــی كـــفـــة اعيـــش بفضـلهـــا
فـــمـــا اشتـــری الا بهـــا و ابيـــع
أأجـــلهـــا تـــحـــت الـــرحـــا ثـــم ابتـــغـــی
خـــلاصـــاً لهـــا انـــی اذً لـــرقيـــع

میں تیرا ایک غلام ہوں جو تیرے احکام کو سننے اور اطاعت کرنے والا ہوں اور جس چیز کی تجھے خواہش ہو میرا کام اس کو جلد پورا کرنا ہے۔ میرے پاس ایک ایسی ہتھیلی ہے جس کی فضیلت سے میں عیش کرتا ہوں۔ میری ہر خرید و فروخت اسی کے ذریعے سے ہوتی ہے۔ کیا میں اسی کو چکی کے نیچے دے دوں اور پھر اس کے چھوڑانے کی راہ تلاش کروں گا۔ اگر ایسا ہوا تو میں بڑا بے حیا ہوں گا۔

(۱۱۱) بے جا مذمت کرنا زوال نعمت کا سبب ہے :۔

ابو سہل بن زیاد نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شاعر تھا جس کی ایک چھوٹی سی جائیداد تھی اس پر جو عامل تھا اس نے اس کی ہجو میں کچھ اشعار کہے۔ وہ (سن کر) خاموش

رہا۔ جب غلہ کی تقسیم کا وقت آیا تو عامل سوار ہو کر غلہ کے ڈھیر پر (تقسیم کے لئے) پہنچ گیا اور سب شرکاء پر تقسیم کر دیا اور شاعر کا حصہ بالکل ختم ہی کر دیا۔ یہ معلوم کر کے شاعر اس کے پاس شکایت لے کر آیا۔ اس نے کہا۔ سن رے اب ہمارا کوئی مطالبہ ایک دوسرے سے نہیں۔ تو نے ہماری ہجو کی شعر سے ہم نے تیری ہجو کی شعیر سے اب ہم دونوں برابر ہو گئے۔ (شعیر جو کو کہتے ہیں)۔

(۱۱۲) خلیفہ مستنجد باللہ کی تصحیف:۔

ابن شبیب نے ہم سے ذکر کیا کہ وہ ایک خلیفہ مستنجد باللہ سے ملے۔ ان سے خلیفہ نے کہا "ابن شتیت" (شتیت کہاں ہے؟) انہوں نے جواب دیا "عندک یا امیر المومنین" (تمہارے پاس اے امیر المومنین) خلیفہ نے لفظ ابن شبیب کی تصحیف ابن شتیت کی تھی۔ انہوں نے جواب میں عبدک (آپ کا خادم) کی تصحیف عــــنــــدک سے کر دی۔ (تصحیف ایک صنعت ہے جس میں کسی حرف کی صورت کو باقی رکھتے ہوئے نقطے وغیرہ کا معمولی تصرف کر کے دوسرا لفظ بنا دیا جاتا ہے جیسے شک کا سگ یا توشہ کا بوسہ کر دیا جائے۔ ۱۲ مترجم۔

(۱۱۳) پیشاب روکنے والے کی رائے قابل اعتبار نہیں:۔

ایک عامل امیر کے سامنے کھڑے ہوئے تھے کہ ان کو پیشاب نے مجبور کیا تو یہ باہر آ گئے۔ پھر (فارغ) ہو کر واپس آئے تو امیر نے پوچھا کہاں گئے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "رائے ٹھیک کرنے کے لئے" انہوں نے اس مقولہ مشہور کی طرف اشارہ کیا لا رأی لــحــاقــن (پیشاب روکنے والے شخص کی رائے قابل اعتبار نہیں۔)

(۱۱۴) اقرار جرم کے لئے ایک حاکم کا ذہنی حربہ:۔

بعض شیوخ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک شخص کے پانچ سو دینار چوری ہو گئے۔ وہ سب مشتبہ لوگوں کو حاکم کے پاس لے گیا۔ حاکم نے کہا میں تم میں سے کسی کو مار پیٹ

نہ کروں گا، بلکہ میرے پاس ایک لمبی ڈور ہے جو اندھیرے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے۔تم سب اس میں جاؤ اور ہر ایک شخص اس کو ہاتھ میں لے کر دوڑ کر شروع سے آخر تک ہاتھ لگائے چلا جائے اور ہاتھ کو آستین میں چھپا کر باہر آتا رہے۔ یہ ڈور چور کے ہاتھ پر لپٹ جائے گی اور اس نے ڈور کو لپے ہوئے کوئلہ سے کالا کر دیا تھا تو ہر شخص نے ڈور پر اندھیرے میں اپنے ہاتھ کھینچا۔مگر ان میں سے ایک شخص نے (اس کو ہاتھ نہیں لگایا) جب سب لوگ باہر آ گئے تو ان کے ہاتھوں کو دیکھا۔سب کے سیاہ تھے سوائے ایک شخص کے، اسی کو پکڑ لیا گیا جو اقراری ہو گیا۔

باب ۱۲

قاضیوں کے احوالِ ذکاوت

(۱۱۵) کعب بن اسودؓ کی نکتہ رسی :۔

شعبی سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک ایسے شخص کی شکایت پیش کرتی ہوں جو دنیا کا بہترین شخص ہے بجز اس شخص کے جو اعمال خیر میں اس سے سبقت لے گیا ہو یا اس ہی جیسے اعمال پر کاربند ہو۔ وہ شخص تمام رات صبح تک نفلیں پڑھتا ہے اور تمام دن روزے سے رہتا ہے (اتنا عرض کرنے کے بعد) پھر اس پر حیا کا غلبہ ہو گیا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں اپنی شکایت واپس لینا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی ثناء اور تعریف کی اور فرمایا بہت اچھا۔ جب وہ چلی گئی تو کعب (۱) بن اسودؓ نے عرض کیا کہ امیر المومنین اس عورت نے بلیغ طور پر اپنی شکایت آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے کیا شکایت کی ہے؟ کعب نے عرض کیا کہ اپنے شوہر کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت اور اس کے شوہر کو حاضر کئے جانے کا حکم دیا تو دونوں حاضر ہوئے تو آپ نے کعب سے فرمایا کہ تم ان کا فیصلہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپؓ نے فرمایا کہ تم اپنی فطانت سے وہ بات سمجھ گئے جو میں نہیں سمجھ سکا (اس لئے اب فیصلہ بھی تم ہی کرو) کعب نے فیصلہ کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فانکحو ماطاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و رباع (انہوں نے شوہر کو حکم دیا کہ) تین دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ اور اس (بیوی) کے ساتھ رہو اور تین رات نوافل کے لئے کھڑے رہا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ رہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ یہ فیصلہ میرے لئے پہلی نکتہ رسی سے بھی زیادہ عجیب

ہے۔اس واقعہ کے بعد ہی آپ نے ان کو بصرہ کا قاضی بنایا اور ان کے لئے سواری کا انتظام کر کے ان کو روانہ کر دیا۔

(۱۱۶) قاضی شریح کے بارے میں ایک مشہور ضرب المثل :۔

مجالد بن سعید کہتے ہیں، میں نے شعبی سے پوچھا کہ یہ بات ضرب المثل ہوگئی کہ شریح لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور حیلہ باز ہے۔اس کی کیا اصل ہے؟ انہوں نے مجھ سے اس کی وجہ بیان کی کہ شریح (قاضی) طاعون کے زمانہ میں نجف کی طرف چلے گئے تھے اور جب یہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو ایک لومڑی آ کر ان کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان کا دھیان بٹاتی اور ان کے سامنے مضحکہ خیز حرکات کیا کرتی، جس سے نماز میں ان کا دھیان بٹتا۔ جب اس پر عرصہ گذر گیا تو انہوں نے (یہ ترکیب کی کہ) ایک بانس کا ڈھانچہ بنا کر اس کو اپنی قمیض پہنائی اور آستین باہر کو کر دیں اور اپنی ٹوپی اڑھا کر عمامہ اس پر باندھ دیا۔ اب لومڑی اپنی عادت کے مطابق آ کر کھڑی ہوگئی تو شریح نے پیچھے سے آ کر دفعتاً اس کو پکڑ لیا۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ شریح لومڑی سے زیادہ چالاک اور حیلہ ساز ہیں۔

(۱۱۷) کسی کا رونا اس کی مظلومیت کی دلیل نہیں :۔

خالد شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ میں شریح کے پاس موجود تھا کہ ایک عورت ایک مرد سے جھگڑتی ہوئی آئی اس کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے وہ رونے لگی۔ میں نے کہا اے ابوامیہ (یہ شریح کی کنیت ہے) میرے خیال میں یہ غمزدہ مظلومہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا اے شعبی یوسف کے بھائی بھی تو رات کو اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تھے۔

(۱۱۸) قاضی شریح کی ذہانت :۔

قریش قبیلہ کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ شریح اپنی ایک اونٹنی فروخت کرنا چاہتے تھے۔خریدار نے کہا اے ابوامیہ اس کا دودھ کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جس

برتن میں چاہو دودھ لو۔ (اس سے کنایۃً یہ وصف مراد ہوسکتا ہے کہ بہت دودھ ہے جس سے بڑے سے بڑا برتن بھی بھر جائے گا) اس نے پوچھا کہ رفتار کیسی ہے؟ جواب دیا کہ بستر بچھا کر سو جاؤ۔ (یہاں بھی کنایۃً یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بہت سبک سیر (تیز رفتار) ہے۔ مگر حقیقی دیکھوگے تو اس کی جگہ پہچان لوگے اپنا کوڑا لٹکاؤ اور روانہ ہو جاؤ۔ اس نے کہا کہ اس کی طاقت کا کیا حال ہے؟ تو جواب دیا دیوار پر جتنا بوجھ چاہو لاد سکتے ہو۔ اس نے خرید لیا لیکن ان کی بیان کی ہوئی کوئی صفت بھی ان میں نہ پائی جاتی تو اس نے شریح کے پاس آ کر کہا کہ میں نے اس میں ایسی کوئی صفت بھی نہیں پائی جو آپ نے ظاہر کی تھی۔ شریح نے کہا میں نے تجھ سے جھوٹ نہیں بولا (تیری سمجھ کا قصور ہے) پھر اس نے اقالہ (بیع کو فسخ کرنے) کی خواہش کی جس کو انہوں نے منظور کر لیا (اقالہ کے معنی فسخ بیع کے ہیں کہ بائع (فروخت کرنے والا) اپنی خوشی سے معاملہ طے شدہ کو مشتری (خریدنے والا) کے کہنے سے دستبردار ہو جائے۔)

(۱۱۹) صاف صاف مایوسی کا اظہار خلاف مصلحت ہے:۔

بہت سے لوگوں سے مروی ہے کہ جب (امیر) زیادہ بیمار تھے تو شریح جب ان کے پاس سے (بعد مزاج پرسی) واپس آئے تو مسروق الاجدع نے ایک قاصد کی معرفت ان سے پوچھا کہ آپ نے امیر کا کیا حال دیکھا؟ انہوں نے یہ جواب دیا کہ ان کو امر و نہی کرتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ مسروق نے کہا ان کی مراد ''امر'' سے وصیتیں تھیں اور نہی سے یہ کہ عورتیں نوحہ کرنے سے باز رہیں (صاف صاف مایوسی کا اظہار خلاف مصلحت تھا اس لئے ایسے الفاظ بولے جن کا ظاہری مفہوم یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سب خیریت ہے۔)

(۱۲۰) قاضی شریح کی حاضر دماغی:۔

مروی ہے کہ عدی بن ارطاۃ شریح کے پاس آئے جب وہ مجلس قضا میں بیٹھے تھے۔

آ کر کہنے لگے کہ آپ کہاں ہیں؟ شریح نے جواب دیا تمہارے اور دیوار کے درمیان۔انہوں نے کہا اچھا میری بات سنو۔شریح نے کہا۔اس مجلس میں اس لئے بیٹھا ہوں۔عدی نے کہا میں اہل شام میں سے ہوں۔شریح نے کہا ہمارے دوست ہمارے قریب۔انہوں نے کہا میں نے اپنی قوم میں کی ایک عورت سے شادی کی۔شریح نے کہا خدا برکت دے آپ کو اتفاق سے رکھے اور بیٹے دے۔انہوں نے کہا اور میں نے بیوی کے رشتہ داروں سے یہ شرط منظور کی تھی کہ میں اس کو اس کے میکے سے نہیں نکالوں گا۔شریح نے کہا شرط کی پابندی بہت ضروری ہے۔عدی نے کہا اور میں اس کو وہاں سے نکال لانا چاہتا ہوں۔انہوں نے کہا خدا حافظ۔عدی نے کہا آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔شریح نے کہا کر چکا ہوں (ایسی صورت میں شرط توڑنے کا گناہ ہوتا ہے جس پر معافی یا سزا کا تعلق خدا سے ہے۔''فی حفظ اللہ'' سے یہی مراد تھی، مگر نکاح باقی رہتا ہے۔وہ فسخ نہیں ہوتا۔)

(۱۲۱) حرکات وسکنات سے حالات واقعات معلوم کرنا:۔

مروی ہے کہ ایاس بن معاویہ کے پاس تین عورتیں آئیں انہوں نے (ان کو دیکھ کر) کہا کہ ان میں سے ایک بچے کو دودھ پلانے والی ہے اور دوسری کنواری اور تیسری بیوہ۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے کہا دودھ پلانے والی جب بیٹھی تو اس نے اپنے ہاتھ سے پستان کو سنبھالا اور جب کنواری بیٹھی تو اس نے کسی کی طرف التفات نہیں کیا اور بیوہ جب آئی تو وہ دائیں بائیں نگاہ پھراتی رہی۔

(۱۲۲) قاضی ایاس بن معاویہ کا واقعہ:۔

ابوالحسن قیسی سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کے پاس جو عام لوگوں میں سے تھا کچھ مال امانت رکھا اور یہ شخص ایسا امانت دار مشہور تھا جس کے بارے میں کسی کو شبہ نہ تھا۔پھر امانت رکھنے والا شخص مکہ چلا گیا۔جب یہ واپس آیا تو اپنا مال طلب کیا تو یہ شخص مکر گیا تو مدعی ایاس کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ سنایا۔ایاس نے کہا

کیا میرے پاس تمہارے آنے کی اس کو خبر ہوگئی۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ تم کسی شخص کی موجودگی میں اس سے جھگڑے ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں، کسی کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ ایاس نے کہا تو لوٹ جاؤ اور کسی کے سامنے اس کا ذکر بھی نہ کرو اور دو دن کے بعد مجھ سے ملو۔ وہ شخص چلا گیا۔ اب ایاس نے اس امانت رکھنے والے کو بلا کر کہا کہ کثیر مقدار میں ہمارا مال آ گیا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ وہ تمہارے سپرد کر دیں۔ کیا آپ کا مکان محفوظ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لئے مناسب جگہ ٹھیک کر لیجئے اور مزدوروں کا انتظام بھی ہو جانا چاہئے جو اسے اٹھا کر لے جائیں۔ اب (دو دن کے بعد) وہ شخص آیا تو اس سے ایاس نے کہا اب تم جا کر اس سے اپنا مال مانگو۔ اگر وہ دے دے تو فہوالمراد (مقصد حاصل ہو گیا) اور اگر انکار کرے تو اس سے کہنا کہ میں قاضی کو خبر کرتا ہوں۔ چنانچہ یہ شخص اس کے پاس گیا اور اس سے کہا میرا مال دے دے ورنہ قاضی صاحب کے پاس جا کر شکایت کر دوں گا اور تمام ماجرا ان کو بیان کر دوں گا۔ اس نے اس کا مال اس کو واپس کر دیا۔ اس شخص نے ایاس کے پاس جا کر اطلاع دی کہ اس نے مال واپس دے دیا۔ پھر وہ امین ایاس کے پاس پہنچا تو انہوں نے پٹوا کر نکلوا دیا اور کہا کہ اے خائن خبردار کبھی ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔

(۱۲۳) ایاس بن معاویہ کا شگاف دیکھ کر سانپ کا اندازہ لگانا:۔

جاحظ نے ذکر کیا کہ ایاس بن معاویہ نے زمین میں ایک شگاف کو دیکھ کر کہا کہ اس میں کوئی جانور ہے۔ لوگوں نے غور سے دیکھا تو اس میں سانپ تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس شگاف میں ہر دو اینٹ کے درمیان کچھ تراوٹ دیکھ کر میں سمجھا کہ نیچے کوئی سانس لینے والی شے ہے۔

(۱۲۴) آواز کے ذریعہ سے کتے کی حالت معلوم کرنا:۔

جاحظ سے مروی ہے کہ ایاس سفر حج میں تھے کہ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز سن کر

کہنے لگے کہ یہ کتا بندھا ہوا ہے۔ پھر اس کے بھونکنے کی آواز آئی تو بولے کہ اب کھول دیا گیا۔ جب لوگ پانی تک پہنچ گئے (جہاں آبادی تھی) تو وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایاس کی بات ٹھیک نکلی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ کیسے سمجھے؟ تو انہوں نے کہا جب کتا بندھا ہوا تھا تو اس کی آواز ایک ہی جگہ سے سنائی دے رہی تھی۔ پھر میں نے سنا کہ وہ آواز کبھی قریب ہو جاتی تھی کبھی بعید۔

(۱۲۵) آواز کے ذریعے قرب وبعد معلوم کرنا:۔

اورایک مرتبہ ایاس کا گذر (اسی سفر میں) ایک پانی پر ہوا۔ (جہاں بستی تھی) تو کہنے لگے ایسے کتے کی آواز سن رہا ہوں جو اس بستی سے باہر کا ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ نے کیسے پہچانا؟ تو کہا کہ ایک آواز دبی ہوئی ہے اور دوسری آواز سخت ہے۔ جب وہاں کے لوگوں سے پوچھا تو ایسا ہی ثابت ہوا کہ ایک اوپرے کتے پر دوسرے کتے بھونک رہے تھے۔

(۱۲۶) عبید اللہ بن حسن اور عمر دونوں مشترکہ طور پر بصرہ کے قاضی تھے اس لیے فیصلے بھی مشترکہ طور پر ہوتے تھے:۔

ابو سہیل نے ہم سے بیان کیا کہ عہدہ قضا کبھی دو کے درمیان مشترک نہیں بنایا گیا۔ مگر عبید اللہ بن الحسن العنبری اور عمر عامر کے درمیان یہ دونوں مشترکہ طور پر بصرہ کے قاضی تھے۔ ہر مجلس میں دونوں جمع رہتے تھے اور لوگوں کو جب دیکھتے ایک ساتھ دیکھتے۔ کہتے ہیں کہ دونوں کے پاس ایک قوم ایک باندی کا معاملہ لے کر آئی جو کپڑا نہیں پہنتی تھی (اس لئے جو خریدار تھا وہ اس کو عیب قرار دے کر اپنے لئے خیار عیب کے حق کا مدعی تھا اور اس کو بیچنے والا اس کو عیب نہیں مانتا تھا اسی کے فیصلہ کے لئے عدالت کی طرف ان لوگوں نے رجوع کیا تھا) تو ان کے بارے میں عمر بن عامر نے کہا کہ یہ ناقص الخلقت ہے اور عبید اللہ بن الحسن نے کہا کہ جو چیز ایسی ہو جو خلقت اور طبیعت عامہ کے خلاف ہو وہ عیب ہے (تو دونوں کے جملوں کو ملا کر یہ فیصلہ بنا کہ

باندی معیوب ہے۔اس میں تجویز کی تکمیل کسی ایک قاضی کے فیصلہ سے نہیں ہوسکی۔ جب تک دونوں کو بطور صغریٰ و کبریٰ ملایا نہیں گیا اور غالباً اس حکایت کے اظہار سے یہی مقصد ہے کہ اشتراک کی حیثیت کو اس طرح یہ دونوں حضرات باقی رکھتے تھے۔)

(۱۲۷) کسی کی ظاہری دیانت وتقویٰ پر حد سے زیادہ اعتماد کا نتیجہ :۔

یزید بن ہارون سے مروی ہے کہ واسط میں ایک ایسے شخص کو قاضی بنایا گیا جو ثقہ اور بہت سی احادیث کے حافظ تھے۔(ان کے سامنے ایک شخص نے اپنا مقدمہ پیش کیا جس کی روداد یہ ہے کہ اس شخص نے ایک شاہد (گواہ) کو ایک سربمہر تھیلی امانت رکھنے کے لئے دی (زمانہ اسلام میں یہ ایک خاص اعزازی عہدہ تھا کہ جو لوگ دیانت وتقویٰ رکھتے تھے ان سے عام لوگ اپنے تحریری معاہدات پر دستخط کراتے تھے اور حکومت ان کی شہادت کو تسلیم کرتی تھی)اور ذکر کر دیا کہ اس میں ایک ہزار دینار ہیں۔ جب یہ امانت رکھنے والا عرصہ دراز تک غائب رہا اور تھیلی اس شاہد کے قبضہ میں تھی تو اس نے یہ تصور کرلیا کہ وہ شخص مر چکا ہے۔اب اس مال کو اپنے تصرف میں ملانے کی نیت ہوگئی۔پھر سوچ کر یہ کہ تھیلی کو نیچے کی طرف سے ادھیڑا (تا کہ مہر علی حالہ باقی رہے)اوراس میں دینار نکال کر ان کے بجائے درہم بھر دیئے سی کر حسب سابق کر دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مالک واپس آیا اور اس نے شاہد سے اپنی امانت واپس مانگی۔اس نے سربمہر تھیلی واپس کردی۔جب اس نے اپنے گھر پہنچ کر مہر کو توڑا تو اس میں سے درہم نکلے۔پھر وہ شاہد کے پاس واپس آیا اوراس سے کہا کہ اللہ تجھے معاف کرے،میرا مال واپس کر، میں نے اس میں دینار رکھے تھے اور اس میں سے درہم برآمد ہوئے تو وہ انکاری ہوگیا۔ یہ مقدمہ جب قاضی صاحب کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے پوچھا کہ یہ تھیلی کب امانت رکھی گئی تھی تو بیان کیا گیا پندرہ سال پہلے۔اب قاضی صاحب نے ان درہموں کو لے ان کے چھاپ کو پڑھنا

شروع کیا تو (سنوں کے پڑھنے سے معلوم ہوا کہ) ان میں سے بعض درہم دو سال پہلے کے بنے ہوئے تھے اور بعض تین سال پہلے کے۔ سب اسی کے قریب تھے۔ قاضی صاحب نے حکم دیا کہ مدعی کو دینار واپس کئے جائیں جو شاہد نے واپس کئے۔ قاضی صاحب نے اس کو خائن کہہ کر پکارا اور شہر میں منادی کرائی کہ فلاں بن فلاں کو قاضی نے شہادت سے ساقط قرار دیا ہے۔ سب لوگ اس کو جان لیں اور آج کے بعد اس کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اس شاہد نے واسط میں اس کی جس قدر جائیداد تھی سب بیچ دی اور واسط سے بھاگ گیا اور کسی ایسی جگہ چلا گیا کہ پھر اس کا کسی کو پتہ نہ چل سکا۔

(۱۲۸) قاضی ایاس بن معاویہ کی باریک بینی:۔

ابو محمد قرشی نے ہم سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس کچھ مال امانت رکھا۔ پھر جب اس سے طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ اس نے اپنا معاملہ ایاس بن معاویہ کے سامنے پیش کیا۔ مدعی نے بیان کیا کہ میں نے اس کو مال دیا۔ قاضی ایاس نے سوال کیا کہ کس کے سامنے دیا تھا اس نے کہا کہ میں نے ایسی جگہ دیا تھا اور وہاں کوئی موجود نہ تھا۔ قاضی نے کہا کہ اس جگہ کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ایک درخت ہے۔ قاضی نے کہا، اچھا اب تم اسی جگہ جاؤ اور درخت کو دیکھو۔ شاید اللہ تعالیٰ وہاں جانے سے ایسی بات واضح کر دیں جس سے تمہارا حق ظاہر ہو جائے، ہو سکتا ہے کہ تم نے درخت کے قریب اپنا مال دفن کیا ہو اور وہاں جا کر یاد آ جائے۔ جب تم درخت کو دیکھو۔ یہ شخص چلا گیا قاضی صاحب نے مدعا علیہ کو مدعی کی واپسی تک بیٹھا رہنے کا حکم دیا وہ بیٹھ گیا اور ایاس قضا کے متعلق کام کرتے رہے اور ایک ساعت اس کی طرف دیکھنے کے لئے انہوں نے پوچھا کہ اے شخص کیا وہ تیرا ساتھی اس درخت تک پہنچ گیا ہوگا جس جگہ کا وہ ذکر کر رہا تھا۔ اس نے کہا نہیں (اس نفی سے ثابت ہو گیا کہ یہ اس جگہ سے بخوبی واقف ہے) ایاس نے کہا ''مردود تو یقیناً خائن ہے۔

اس نے کہا خدا آپ کے ساتھ آسانی کرے۔ آپ میرے ساتھ آسانی کر دیجئے۔ انہوں نے اس پر ایک نگہبان مقرر کر دیا جو اس کی حفاظت کرے (اور جانے نہ دے) یہاں تک کہ وہ شخص واپس آ گیا۔ اس سے ایاس نے کہا یہ تمہارے حق کا اقرار کر چکا ہے اس کو پکڑ لو۔

(۱۲۹) قاضی القضاۃ شامی کی حسیاسیت:۔

ابن السماک نے ذکر کیا کہ ایک دن قاضی القضاۃ شامی کے سامنے دو شخصوں نے اپنا جھگڑا پیش کیا۔ جب کہ یہ جامع منصور میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے دس دینار اس کو امانتاً دیئے تھے۔ دوسرا کہتا تھا کہ اس نے مجھے کچھ نہیں دیا، آپ نے مطالبہ کرنے والے سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس نے کہا کہ نہیں۔ قاضی صاحب نے کہا اور نہ کسی کی آنکھوں کے سامنے دیئے، اس نے کہا کہ نہیں۔ وہاں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ قاضی صاحب نے کہا کہ کس جگہ سپرد کیے تھے۔ اس نے کہا کہ کرخ کی ایک مسجد میں (کرخ بغداد کا ایک بڑا محلّہ ہے جس میں بہت سی مساجد ہیں) پھر جس سے مطالبہ کیا جا رہا تھا اس سے انہوں سے پوچھا کہ کیا تم حلف کرو گے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ نے مدعی سے کہا کہ جس مسجد میں تم نے ان کو وہ دینار سپرد کیے تھے وہاں جاؤ اور وہاں سے میرے پاس قرآن کا ایک ورق اٹھا لاؤ تا کہ میں اسی سے اس کو حلف دوں۔ وہ شخص چلا گیا اور قاضی صاحب نے اس متہم (جس پر تہمت تھا) کو روک لیا۔ جب ایک گھڑی گذر گئی تو اس کی طرف التفات کیا اور پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا وہ شخص مسجد میں پہنچ گیا ہوگا۔ اس نے کہا نہیں، ابھی نہیں پہنچا۔ یہ جواب اقرار کے مانند ہو گیا تو اس پر سونے کی ادائیگی لازم قرار دی، پھر اس نے اقرار کر لیا۔

(۱۳۰) ادب پر ابن ابی داؤد کی استقامت:۔

ابو العینا (نابینا) کا بیان ہے کہ دنیا میں ابن ابی داؤ سے زیادہ میں نے ادب پر کسی کی

استقامت نہیں دیکھی۔ میں جب بھی ان کے یہاں سے (ملاقات کے بعد) نکلا ہوں، کبھی اس طرح نہیں کہا کہ یا غلام خذبیدہ (اے غلام اس کا ہاتھ پکڑ لے) بلکہ یہ کہا کرتے تھے یا غلام اخرج معہ (اے غلام ان کے ساتھ جاؤ) مجھے ان کے اس جملہ کا انتظار رہا کرتا تھا اس کو ترک نہیں کیا اور نہ میں نے کسی دوسرے سے یہ جملہ سنا۔

(۱۳۱) یحییٰ بن اکثم کا جواب علی اسلوب الحکیم:۔

مروی ہے کہ یحییٰ بن اکثم جب قاضی بصرہ بنائے گئے تو ان کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔ ان کو اہل بصرہ نے کم درجہ خیال کیا۔ ان میں سے ایک نے پوچھا کہ قاضی صاحب کتنے برس کے ہیں؟ وہ سمجھ گئے کہ وہ چھوٹا سمجھ رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ میری عمر عتاب بن اسید سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اہل مکہ پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر معاذ بن جبل سے زیادہ ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن پر قاضی بنایا تھا اور میری عمر کعب بن اسود سے زیادہ ہے جن کو عمر بن الخطاب نے اہل بصرہ پر قاضی بنایا تھا۔

(۱۳۲) انصاف کے لئے قاضی حفص بن غیاث کا حیلہ:۔

ابن اللیث سے مروی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص نے مرزبان مجوسی کے ہاتھ جو وزیر جعفر کی والدہ کا کارندہ تھا تیس ہزار درہم میں کچھ اونٹ فروخت کئے۔ وہ ادائیگی قیمت میں ٹال مٹول کرتا رہا اور نہیں دی۔ وہ عرصہ تک پڑا رہا (پریشان ہو کر) اس نے (قاضی) حفص بن غیاث کے بعض مصاحبوں سے مل کر مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ اس سے جا کر یہ کہو کہ آپ فی الوقت مجھے ایک ہزار درہم دے دیجئے۔ باقی قیمت کے لئے میں ایک دوسرے شخص کے حق میں حوالہ لکھ دوں گا۔ آپ اس کو جب چاہیں دے دیں۔ پھر میں خراسان چلا جاؤں گا۔ ایسا کر لینے کے بعد پھر مجھ سے ملو تا کہ پھر مشورہ دوں۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ وہ مرزبان سے ملا اور اس نے

ایک ہزار درہم دے دیئے۔ اس شخص نے واپس آ کر مشورہ دینے والے کو خبر دی۔ اس نے کہا اب اس کے پاس واپس جا کر یہ کہو کہ جب کل آپ سوار ہو کر جائیں تو راستہ میں قاضی صاحب کی طرف ہوتے جائیں میں وہاں حاضر ہوں گا اور کسی شخص کو اپنی طرف سے مال کی وصولی پر اپنا وکیل بنا دوں گا اور پھر چلا جاؤں گا۔ جب مرزبان قاضی صاحب کے پاس آ کر بیٹھے تو فوراً قاضی صاحب کے سامنے بقیہ رقم کا دعویٰ پیش کر دینا۔ (اس ترکیب سے فوراہی فیصلہ ہو جائے گا اور مرزبان کو موقع نہ مل سکے گا کہ وہ اپنے اعلیٰ اثر ورسوخ کا استعمال کر کے قاضی صاحب کو فیصلہ روکنے پر مجبور کرے) اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ قاضی صاحب نے فوراً اس کو محبوس کر لیا۔ ام جعفر کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے خلیفہ ہارون الرشید سے کہا کہ تمہارے قاضی نے میرے وکیل کو محبوس کیا ہے۔ اس کو حکم دے دیجئے کہ وہ فیصلہ ملتوی کر دے (اور مرزبان کو رہا کر دے) ہارون نے حکم دے دیا کہ ایسا لکھ دیا جائے۔ قاضی حفص کو بھی اس کی خبر ہوگئی۔ انہوں نے مدعی سے کہا کہ فوراً گواہ حاضر کر و تا کہ امیر المومنین کے مکتوبات کے آنے سے پہلے میں مجوسی کے مقابلہ پر تیرے حق میں لکھ دوں۔ (اس نے گواہ حاضر کر دیئے اور قاضی صاحب نے فیصلہ لکھنا شروع کر دیا تو (امیر المومنین کا مکتوب لے کر ایک شخص حاضر ہوگیا۔) قاضی صاحب نے اس شخص سے کہا۔ ٹھہرو، فیصلہ لکھنے سے فارغ ہو کر مکتوب وصول کر کے پڑھا اور اس خادم سے کہا کہ امیر المومنین سے سلام عرض کرو اور خبر دے دو کہ آپ کا مکتوب اس وقت وارد ہوا جب حکم نافذ ہو چکا تھا۔

(۱۳۳) قاضی مطلب بن محمد کا مرض الموت میں اپنی بیوی کو ایک دلچسپ جواب:۔

مدائنی نے بیان کیا کہ مطلب بن محمد الخنطی مکہ کے قاضی تھے اور ان کی زوجیت میں ایسی عورت تھی جس کے شوہر مر چکے تھے۔ جب قاضی صاحب مرض الموت میں مبتلا

ہوئے تو وہ ان کے سرہانے بیٹھ کر روئی اور کہنے لگی مجھ کس کے پاس زندگی بسر کرنے کی وصیت کرتے ہو؟ تو قاضی صاحب نے جواب دیا، چھٹے بدنصیب کے پاس۔

(۱۳۴) وسوسہ کا علاج:

ہم کو معلوم ہوا کہ ایک شخص نے ابو حازم کے پاس آ کر کہا کہ شیطان میرے پاس آ کر مجھ سے کہتا ہے کہ تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے۔ وہ مجھ کو اس وسوسہ میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ انہوں نے کہا (اور حقیقت کیا ہے؟) کیا تو نے اس کو طلاق نہیں دی۔ اس نے کہا نہیں! انہوں نے کہا کیا تو نے کل میرے پاس آ کر میرے نزدیک اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی؟ اس نے کہا، خدا کی قسم میں تو آج ہی آپ کے پاس آیا ہوں اور میں نے کسی صورت سے بھی اسے طلاق نہیں دی۔ انہوں نے کہا جب شیطان تیرے پاس آئے بس اس وقت بھی اس طرح قسم کھالینا اور آرام سے رہنا۔

(۱۳۵) ایک قاضی صاحب کا حیلہ:۔

یحیٰی بن محمد سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھ سے ایک قابل اعتماد شخص نے بیان کیا کہ ایک قاضی پر ان کی بیوی نے تقاضا کیا کہ مجھے ایک باندی خرید دیجیے۔ وہ ااس سلسلہ میں بردہ فروشوں میں گئے جنہوں نے ان کے سامنے چند لڑکیاں پیش کیں۔ ان میں سے ایک کو انہوں نے پسند کرلیا اور اپنی بیوی کو لا کر دکھایا کہ میں اپنے مال سے اس کو تمہارے لئے خرید کر لایا ہوں۔ اس نے کہا مجھے آپ کے مال کی حاجت نہیں۔ یہ دینار لیجئے اور اس میرے واسطے خرید لایئے اور ان کو سو دینار دے دیئے (بڑی سمجھدار عورت تھی کہ ان کے الفاظ ''اپنے مال'' سے سن کر ان کی نیت کو تاڑ گئی) یہ دینار قاضی صاحب نے لے لئے، ان کو گھر میں (کسی تھیلی میں سر بمہر کر کے) الگ رکھ دیا اور جا کر اپنے لئے خرید لائے اور اپنے مال سے ہی قیمت ادا کی اور بیعنامہ بھی اپنے ہی نام لکھایا اور لڑکی کو آہستہ سے بتا دیا اور اس کو پوشیدہ

رکھنے کی ہدایت کر دی۔اب ان کی بیوی سے اس سے خدمت لیتی رہتی تھی۔ جب قاضی صاحب کو تنہائی میسر آ جاتی تھی تو یہ اس سے ہمبستر ہوتے۔ایک دن اتفاق ہوا کہ ایسے وقت میں سر پر آ پہنچی۔اس نے کہا اے بدکردار شیخ زانی یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا؟ کیا تو ہی مسلمانوں کا قاضی ہے۔قاضی نے کہا ''شیخ'' بدکردار نہیں ہے۔''زنا'' سو خدا کی پناہ اور اپنے نام کا بیعنامہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اور اس کو حیلہ سے آگاہ کر دیا اور سر بمہر دینار نکال کر اس کے آگے ڈال دیئے۔اس وقت وہ سمجھی کہ قاضی صاحب نے حرام فعل نہیں کیا اور برابر خوشامدیں کرتی رہیں۔یہاں تک کہ قاضی صاحب نے اس کو فروخت کر دیا۔

(۱۳۶)مصنوعی وقار بدترین ریاکاری ہے:۔

تنوخی سے مروی ہے کہ قاضی القضاۃ ابوالسائب نے بیان کیا کہ ہمارے شہر ہمدان میں ایک شخص تھا جس کا حال چھپا ہوا تھا۔قاضی صاحب نے اس کو مقبول القول (مقبول الشہادت) بنانا چاہا اور اس سے اس بارے میں پوچھا بھی تو اس کو پوشیدہ اور ظاہر حالات کے اعتبار سے اہل سمجھا۔پھر اس سے کچہری میں آنے کے لئے مراسلت بھی کی (اس زمانہ کی وکالت کی طرح پہلے شاہد بھی ایک عہدہ تھا جس پر متقی اور صادق لوگوں کو منتخب کیا جاتا تھا۔اقرارناموں اور فیصلوں کو ان کے دستخط سے موثق کیا جاتا تھا) تاکہ اس کے اقوال کو قبول کرے اور یہ حکم دے دیا کہ اس کے دستخط کا نمونہ رجسٹروں میں محفوظ کر لیا جائے۔جن پر بوقت حاضری اس کی شہادت قلمبند ہوا کرے۔ جب قاضی صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور یہ شخص مع دوسرے شاہدوں کے آیا مگر جب اس نے اپنی شہادت ثبت کرنا چاہی تو قاضی صاحب نے قبول نہ کیا۔قاضی صاحب سے کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے کہا مجھ پہ یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ ریاکار (یعنی اپنے کو بنانے والا ہے) تو مجھے مناسب معلوم نہ ہوا کہ اس کے قول کو قبول کروں۔ان سے پوچھا گیا کہ آپ یہ کس طرح سمجھے۔

انہوں نے کہا یہ میرے پاس روزانہ آتا تھا۔ جب میری نظر اس پر پڑتی تو گھر کے دروازے سے مجلس تک اس کے جتنے قدم پڑتے تھے میں شمار کرلیتا تھا۔لیکن جب آج میں نے اس کو شہادت کے لئے بلایا اور یہ آیا تو میں نے اسی مقام سے اس کے قدم شمار کیے تو دو یا تین قدم بڑھے ہوئے پائے (کیونکہ مصنوعی وقار کے لئے معمول سے چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے تشریف لائے تھے) میں سمجھ گیا کہ یہ شخص ریاکار ہے۔اسی لئے قبول نہ کیا۔

(۱۳۷) حسد نقصان دہ بیماری ہے:۔

ابوالعیناء سے مروی ہے کہ افشین ابودلف سے حسد کرتا تھا اور اس کی دانائی اور شجاعت کی وجہ سے اس کا دشمن تھا۔افشین نے اس کے پھنسانے کے لئے ایک حیلہ کیا(یعنی اس کے خلاف ایک جھوٹا دعویٰ اپنے یہاں دائر کرایا) یہاں تک کہ ابودلف کے خلاف خیانت اور قتل کی شہادتیں بھی گذر گئیں اور سیاف (قتل کرنے والا) بھی حاضر کرلیا گیا۔ایسے وقت اس واقعہ کا ابن ابی دواد کو علم ہو گیا تو یہ فوراً سوار ہو کر چل پڑا اور اپنے ساتھ اور چند ایسے لوگوں کو لے لیا جو افشین کے دشمن تھے۔یہ اس کے پاس پہنچ گئے اور اس سے کہا کہ میں تمہارے امیر المومنین کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور امیر المومنین نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ قاسم بن عیسٰی (یعنی ابودلف) کے ساتھ کوئی حرکت نہ کی جائے اور سلامتی کے ساتھ ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔پھر شاہدوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ گواہ رہو کہ میں نے امیر المومنین کا پیغام اس کو پہنچا دیا ہے۔اس کے بعد افشین کوئی گزند ابودلف کو نہ پہنچا سکا۔پھر ابن ابی دواد خلیفہ معتصم باللہ کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین میں آپ کی طرف سے ایک ایسا پیغام پہنچا کر آیا ہوں جس کا آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس سے بڑا کوئی نیک کام نہیں کیا اور میں اسی کی بناء پر آپ کے لئے بھی خدا سے جنت کا امیدوار ہوں۔پھر پورا واقعہ ان کو سنایا تو خلیفہ نے ان کی رائے اور

تدبیر کو پسند کیا۔(اب افشین کا فرستادہ شخص ابودلف کو لے کر امیر المومنین کی بارگاہ میں پہنچا) اور اس شخص کی طرف توجہ کی جو قاسم (ابودلف) کو لے کر حاضر تھا۔ حکم دیا کہ ان کو رہا کیا جائے اور افشین کی اس حرکت سے اس پر عتاب ہوا۔

(۱۳۸)ایک قاضی کی عدالت میں فرزدق شاعر کی شہادت:

ابن قتیبہ نے کہا کہ ایک قاضی کے یہاں ایک مرتبہ فرزدق نے شہادت دی تو قاضی نے کہا ابوفراس کی شہادت کو ہم نے جائز رکھا ہے مگر مزید شہادتیں لاؤ (ابوفراس فرزدق کی کنیت ہے) جب فرزدق واپس ہوئے تو ان سے کہا گیا واللہ تمہاری شہادت کو معتبر نہیں مانا گیا۔(فرزدق مشہور شاعر تھا)

(۱۳۹)''جیسا دعویٰ'' ویسے ہی گواہ'' قاضی ضمضم کا فیصلہ:۔

دو آدمی قاضی ضمضم کے پاس آئے، ان میں سے ایک کا دوسرے پر یہ دعویٰ تھا کہ یہ میرا طنبورا نہیں دیتا۔ مدعی علیہ انکاری تھا۔ مدعی نے کہا میں شہادتیں پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔اس نے دو گواہ پیش کیے جنہوں نے مدعی کے سچا ہونے کی گواہی دی۔ مدعی علیہ نے کہا قاضی صاحب ان گواہوں سے ان کا پیشہ دریافت کیجئے۔ (پوچھا گیا) تو ایک نے بتایا کہ وہ نبیذ بیچنے والا ہے اور دونوں نے بیان کیا کہ وہ جانور ہنکانے والا ہے تو قاضی نے مدعا علیہ سے کہا کہ طنبورے کے دعوے پر تیرے نزدیک ان سے بڑھیا گواہوں کی ضرورت ہے۔(جیسا دعویٰ ہے ویسے ہی گواہ ہیں، اٹھ اس کو وہ طنبور واپس دے۔)

(۱۴۰)ایک نزاع (جھگڑے) میں حکم کا دلچسپ فیصلہ:۔

دو آدمی ایک بکری کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ ہر ایک نے اس کا ایک ایک کان پکڑ رکھا تھا۔اس دوران میں ایک شخص آ گیا۔دونوں نے اس سے کہا جو فیصلہ تم کر دو گے وہ ہمیں منظور ہو گا۔اس نے کہا، اگر تم میرے فیصلہ پر راضی ہو تو ہر ایک یہ حلف کرے کہ اگر وہ میرا فیصلہ نہ مانے گا تو اس کی بیوی پر طلاق ہے۔تو دوسرے

نے ایسا حلف کرلیا۔ پھر اس نے کہا اب اس کے کان چھوڑ دو تو دونوں نے چھوڑ دیئے۔ اب اس نے اس کا کان پکڑا اور لے کر چلتا بنا (کہ اس کا فیصلہ یہی تھا) دونوں دیکھتے رہ گئے۔ اس سے بات کرنے پر قادر بھی نہ رہے (کہ اگر ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو بکری کے ساتھ بیوی بھی جائے گی۔)

(۱۴۱) کسی شخص پر اس کی برائیوں کے پیش نظر شک کرنے میں جلدی کی جاتی ہے:

ہم کو قاضی ابی عمر کا قصہ معلوم ہوا کہ ایک بار انہوں نے ایک معزز شخص کو عہدہ قضا سپرد کیا۔ پھر ان کے بارے میں ان سے ایسی باتیں ذکر کی گئیں جو عہدۂ قضا کی شان کے خلاف تھیں تو انہوں نے اس عہدہ کو واپس لینے کا ارادہ کیا۔ اس پر بعض لوگوں نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ الزامات جو ان پر لگائے گئے ہیں صحیح ثابت ہو گئے تو ان کو معزول کر دیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔ اس کے باوجود الگ کرنا ضروری سمجھ رہا ہوں۔ پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ؟ انہوں نے کہا کیا ان کی آبرو پر ایسے الزامات کا احتمال پیدا نہیں ہو گیا۔ (یعنی ان کی شخصیت ایسے الزمات سے بالاتر نہیں ہے) اور یہ صورت اس صورت کے مشابہ بن گئی کہ کسی شخص پر جب اس نوع کے اتہام لگائے جائیں تو اس کی برائیوں کے پیش نظر شک کرنے میں جلدی کی جاتی ہے اور عہدۂ قضا اس سے بھی نازک تر ہے۔ بالآخر اس سے یہ عہدہ واپس لے لیا۔

(۱۴۲) چغل خور کی تصدیق نہیں کرنا چاہئے:۔

احمد بن ابی دواد خلیفہ واثق باللہ سے ملنے کے لئے گئے۔ خلیفہ نے ان سے کہا کہ میرے پاس ابھی محمد بن عبدالملک الزیات بیٹھا ہوا تھا اس نے تمہارا تذکرہ بہت ہی برائی کے ساتھ کیا۔ ابن ابی دواد نے کہا اے امیر المومنین میں اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اس شخص کو اس امر کا محتاج بنایا کہ وہ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ کو اختیار کرے

اور مجھے اس خصلت سے متنفر بنایا۔

(۱۴۳) ایک قاضی کی ظرافت :۔

ایک شخص ایک قاضی کے پاس ایک معاہدہ مہر کے بارے میں شہادت دینے کے لئے آیا۔ قاضی صاحب نے اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا المسیب۔ قاضی نے کہا آج نہیں (مسیّب کے لفظی معنی ہیں کسی کو بھٹکتا ہوا چھوڑ دینے والا۔ اسی کے پیشِ نظر قاضی نے کہا کہ آج نہ کر بیٹھے۔)

باب ۱۳

امت کے علماء اور فقہاء کے واقعات ذہانت

(۱۴۴) امام شعبیؒ کا داؤد داز دی کو تر کی بہ تر کی جواب :۔

شعبیؒ کے بارے میں منقول ہے مجاہدؒ سے کہ شعبی حمام میں داخل ہوئے تو داؤد داز دی کو بغیر پاجامہ کے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھیں میچ لیں۔ داؤد نے کہا اے ابو عمر کب سے اندھے ہو گئے ہو؟ شعبی نے جواب دیا کہ جب سے خدا نے تیرا پردہ چاک کر دیا۔

(۱۴۵) خلیفہ عبدالمالک بن مروان کا شوق حدیث اور امام شعبیؒ کی نحو میں مہارت :۔

شعبیؒ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس گئے۔ بیان کرتے ہیں کہ خلیفہ نے اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں لقمہ دینے شروع کر دیئے اور کہنے لگے کہ شعبیؒ تیری حدیثیں مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ مرغوب ہیں۔ پھر کہا کم عطاک (تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟) میں نے کہا الفی درھم (دو ہزار درہم) تو اہل شام سے سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگے۔ عراقی نے جواب میں نحوی غلطی کی۔ پھر خلیفہ نے سوال کیا کم عطاک (سوال کے دہرانے سے) منشاء یہ تھا کہ میں یہی الفاظ پھر کہوں تو وہ میری غلطی ظاہر کریں۔ میں نے جواب دیا الفا درھم تو کہنے لگے کہ تم نے الفی درھم کیوں نہیں کہا؟ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ نے بھی (کم عطاک کہہ کر) نحوی غلطی کی تھی تو [illegible] (عراقی) غلطی [illegible] مجھے اچھا معلوم ہوا کہ آ[illegible]

ابراہیم نخعی کے بارے میں مغیرہ سے مروی ہے کہ ابراہیم نخعیؒ کو جب کوئی ایسا شخص تلاش کرتا جس سے وہ ملنا نہ چاہتے تو خادمہ باہر آ کر یہ کہہ دیتی تھی کہ مسجد میں دیکھو (یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ گھر میں نہیں ہیں)

(۱۴۷)امام ابراہیم نخعیؒ کا ذوق عربیت :۔

مروی ہے کہ ایک شخص نے آ کر ابراہیم نخعی سے کہا میں نے ایک شخص کا برے کلمات سے ذکر کیا۔ اس کو بھی میری گفتگو کی اطلاع ہوگی (اب میں دفع مضرت (ضرر کو دور کرنے کے لئے) کے لئے اس کے دل سے اثر زائل کرنا چاہتا ہوں) تو کس عنوان کے ساتھ اس سے معذرت کروں۔ کہنے لگے یوں کہہ دو واللہ ان اللہ لیعلم ماقلت من ذالک من شیءٍ (لفظ ما نافیہ بھی ہوسکتا ہے اور موصولہ بھی معذرت کرنے والا موصولہ کا مفہوم اپنی مراد قرار دے گا تو یہ معنی ہوں گے۔ خدا کی قسم بے شک اللہ کو بخوبی علم ہے کہ میں نے اس سلسلہ میں کہا تھا جو کچھ مگر اتنے تاکیدی اور حلفیہ بیان سے مخاطب کا ذہن نافیہ کی طرف منتقل ہوگا۔ نافیہ کی صورت میں یہ معنی ہوں گے خدا کی قسم بے شک اللہ بخوبی جانتا ہے کہ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔) مترجم۔

(۱۴۸)ابراہیم نخعیؒ کا ذوق عربیت:۔

علی بن ہاشم نے ایک شخص سے روایت کیا جس کا نام بھی لیا تھا کہ جب ہم ابراہیم نخعی کے پاس سے آیا کرتے تو ہم سے کہا کرتے تھے کہ اگر میرے بارے میں تم سے پوچھا جائے تو کہہ دینا کہ ہمیں خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ (اس میں جھوٹ لازم نہیں آئے گا) کیونکہ جب تم میرے پاس سے چلے گئے تو پھر تم کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ میں کہاں ہوتا ہوں (نماز کی جگہ، کھانے کی جگہ، آرام کی جگہ، بیت الخلاء، گھر میں بہت سی جگہ ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسا کہہ دینا غلط نہیں ہوسکتا۔)

(۱۴۹)اعمشؒ کی سادگی اور ذہانت :۔

اعمش کے بارے میں جریر بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن اعمش سے ملنے کے لئے چلے تو ہم نے ان کو ایک خلیج کے کنارے پر بیٹھے دیکھا جو بارش کے پانی سے ہوگئی تھی۔ ہم اس کے دوسرے کنارے پر بیٹھ گئے کہ ایک کالے حلیہ کا شخص آیا۔ جب اس نے اعمش کو دیکھا اور ان کے بدن پر ایک پرانا اونی جبہ خراب سا تھا تو (ان کو حقیر سمجھ کر بیگار لینے کے ارادہ سے) کہا اٹھ مجھے اس خلیج سے پار کردے اور اس کا ہاتھ کھینچ کر کھڑا کرلیا اور ان پر سوار ہوگیا اور یہ کلمات بھی پڑھے (جو گھوڑے وغیرہ پر سواری کے وقت مسنون ہیں)سبحان الذی سخر لنا هذا وما کنا له مقرنین اعمش اس کو لادے ہوئے چل دئے یہاں تک کہ جب خلیج کے بیچ میں پہنچ گئے تو اسے وہاں پھینک مارا اور کہنے لگے اب یہ پڑھ رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین (یہ دعا منزل مقصود پر پہنچ کر پڑھنا مسنون ہے) پھر نکل آئے۔ اس کالے کو پانی میں ہاتھ پاؤں مارتا چھوڑ کر چلے آئے۔

(۱۵۰) تکبر سے علم حاصل نہیں ہوتا:۔

ابو بکر بن عیاش سے مروی ہے کہ جب اعمش نماز سے فارغ ہو جاتے تھے تو ان کے پاس قرأ (قاری حضرات) آکر قرات قرآن سیکھتے تھے اس مسجد کی امامت ابو حصین کرتا تھا۔ ایک دن اعمش نے (اپنے کسی شاگرد سے) کہا کہ ابو حصین ہم سے قرات اس طرح سیکھتا ہے کہ روزانہ وہیں اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور تعلیم کے ختم تک رہتا ہے اور اس طرح سیکھ لینا چاہتا ہے کہ شکر بھی نہ ادا کرنا پڑے۔ پھر قاریوں میں سے اپنے شاگرد سے کہا ابو حصین فجر کی نماز میں زیادہ تر سورہ صافات پڑھتا ہے۔ کل تم مجھے سورۃ صافات ہی سنانا۔ جب آیت (فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ)پر پہنچو تو ہمز کر دینا (یعنی واؤ پر آواز کو ذرا دبا دیا جائے کہ ہمزہ کے قریب پہنچ جائے) چنانچہ اگلے دن شاگرد نے ایسا ہی کیا اور اعمش نے اس پر گرفت نہ کی۔ اس کے دو تین روز بعد ابو حصین نے نماز فجر میں پھر سورہ صافات پڑھی اور جب لفظ حوت پر پہنچا تو ہمز کیا۔

جب نماز سے فارغ ہو گئے اور اعمش اپنی مجلس میں آ بیٹھے تو ابو حصین کا کوئی رشتہ دار آ گیا تو اس سے اعمش نے کہا اے فلاں، اگر تم ہمارے ساتھ آج نماز فجر پڑھتے تو تم کو معلوم ہوتا کہ اس محراب میں حوت کی کیسی گوت بن رہی تھی۔ پھر ابو حصین کو معلوم ہو گیا کہ اصل بات کیا تھی تو (بجائے اس کے کہ ایسے نخوت اور تکبر امیز طرز عمل پر متنبہ ہو کر معذرت کرتا اور اس عظیم الشان شیخ کامل سے استفادہ کرتا مشتعل ہو کر) بعض لوگوں کو اکسایا اور ان کو کھینچ کر مسجد سے نکال دیا۔ اور یہ ابو حصین اپنی قوم بنی اسد میں سر برآوردہ شخص تھا۔

(۱۵۱) امام اعمشؒ کا ادب حدیث:۔

ابو الحسن مدائنی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اعمش سے کہا کہ اے ابو محمد میں نصف درہم میں ایک گدھا کرایہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں تا کہ فلاں فلاں حدیث کے بارے میں تم سے کچھ سوال کروں۔ (اس شخص نے علم حدیث کو ایسی سستی چیز بتایا کہ اس پر نصف درہم کے خرچ کو اہمیت کے ساتھ اس نے ذکر کیا اس لئے اس کے ساتھ اس کے مناسب معاملہ ضروری سمجھ کر) اعمش نے کہا کہ بقیہ نصف درہم پر پھر گدھا کرایہ پر لے کر لوٹ جاؤ۔

(۱۵۲) امام ابو حنیفہؒ کا حسن تدبیر :۔

امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ مکہ کے راستہ میں، میں نے ابو حنیفہ کو دیکھا جبکہ لوگوں نے ایک جوان تیار اونٹ کا گوشت بھون لیا تھا اور چاہتے تھے کہ سرکہ کے ساتھ کھائیں، مگر ایسا کوئی برتن موجود نہیں تھا جس میں سرکہ ڈال کر دستر خوان پر رکھ لیا جائے۔ اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی تو انہوں نے ریت کو کھود کر ایک گڑھا بنایا اور اس پر (چمڑے کا) دستر خوان بچھایا اور (گڑھے پر دستر خوان کو دبا کر پیالہ نما جگہ بنالی) اس موقع پر سرکہ الٹ دیا۔ سب نے اطمینان کے ساتھ اپنی خواہش پوری کر لی۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ

ہر ایک کام میں حسن پیدا کرتے ہیں تو فرمانے لگے کہ تمہیں اللہ کا شکر کرنا چاہیے۔ اس نے تو تم پر یہ فضل کیا کہ میرے دل میں اس تدبیر کا القاء (ڈال دیا) کر دیا۔(یہ ہوتی ہے اللہ کے خاص بندوں کی خاص باتیں)

(۱۵۳) طلاق سے بچنے کے لئے امام صاحب کی ایک تدبیر :۔

محمد بن حسن سے مروی ہے ایک شخص کے گھر میں چوروں نے داخل ہو کر اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کیا (یعنی یہ کہلوایا کہ اگر میں نے شور مچایا کسی کو بتایا کہ مال لینے والے کون لوگ ہیں تو میری بیوی پر تین طلاقیں) کہ کسی کو نہیں بتائے گا (اور اس کا سب مال و اسباب لے گئے) صبح کو وہ شخص چوروں کو دیکھتا رہا کہ وہ اس کا سامان فروخت کر رہے ہیں مگر اس حلف کی وجہ سے بولنے کی قدرت نہیں رکھتا تھا۔ اس نے آ کر امام ابوحنیفہؒ سے مشورہ کیا۔آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اپنے محلّہ کی مسجد کے امام اور مؤذن کو لاؤ اور اہل محلّہ میں سے جو صاحب جاہ اشخاص ہیں ان کو بھی۔یہ شخص ان سب کو لے گیا۔ان سے ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ کیا آپ لوگ چاہتے ہیں کہ اس کا مال و اسباب اللہ اس کو واپس کر دے۔سب نے اثبات میں جواب دیا۔تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنے تمام بدچلن اور تمام متہم لوگوں کو جمع کر لو اور ان کو کسی گھر میں سے ایک ایک شخص کو باہر کرتے جاؤ اور ان سے پوچھتے رہو کہ کیا یہ تمہارا چور؟ اگر وہ چور نہ ہو تو یہ ''نہیں'' کہتا رہے اور اگر چور ہے تو چپ ہو جائے۔جب یہ چپ کر جائے تو تم اس پر قبضہ کر لو۔ابوحنیفہؒ کی اس تدبیر پر لوگوں نے عمل کیا تو اللہ نے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دلوا دیا۔

(۱۵۴) ابن ابی لیلیٰؒ امام ابوحنیفہؒ کی رائے کی تصدیق :۔

حسین الاشقر کہتے ہیں کہ کوفہ میں طالبین میں سے ایک نیک شخص تھا۔اس کا امام ابوحنیفہؒ کی طرف گذر ہوا آپ نے اس سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ابن ابی لیلیٰ کی طرف۔آپ نے اس سے فرمایا کہ وہاں سے واپسی پر مجھ سے ملو

تو بہت اچھا ہوا اور لوگ ابن ابی لیلیٰ کی دعاؤں سے فیضیاب ہونے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں تین دن ٹھہر کر جب واپس ہوا تو امام ابو حنیفہؒ کی طرف سے گذرا۔ آپ نے اس کو آواز دی۔ اور سلام علیک کی۔ پھر آپ نے اس سے پوچھا کہ تم تین دن کے لئے ابن لیلیٰ کے پاس کس غرض سے گئے تھے؟ اس نے کہا کہ ایسی بات ہے جسے میں لوگوں سے چھپاتا ہوں۔ میں نے یہ امید کی تھی کہ وہاں جا کر اس کا کوئی حل نکل آئے گا۔ امام ابو حنیفہؒ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک صاحب وسعت شخص ہوں دنیا میں ایک بیٹے کے سوا اور کوئی میرا وارث نہیں ہے اور اس کا حال یہ ہے کہ جب میں کسی عورت سے اس کا نکاح کرتا ہوں تو وہ اسے طلاق دیتا ہے۔ میں نے اس کو ایک باندی خرید کر دے دی تو اس کو بھی آزاد کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر ابن ابی لیلیٰ نے اس کے بارے میں کیا کہا؟ اس نے کہا کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے پاس اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھو، ہم تمہیں اس مشکل سے نکال دیں گے۔ پھر کھانا آ گیا۔ اس کو اس میں شریک کیا۔ جب کھانے سے فراغت ہوگئی تو اس سے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر بازار جاؤ۔ پھر جو باندی اس کو پسند آ جائے اور اس کی قیمت کا معاملہ بھی تمہارے حسب منشا ہو جائے تو اس کو اپنی ذات کے لئے خرید لو۔ اس کے لئے نہ خریدنا۔ پھر اس باندی کے ساتھ اس کا نکاح کر دو۔ پھر اس نے طلاق دے دی تو وہ تمہارے پاس لوٹ آئے گی اور اگر اس نے آزاد کر دیا تو یہ عتق (آزاد کرنا) جائز نہ ہوگا (کہ وہ تمہاری مملوکہ ہوگی) اگر اس سے اولاد ہو گئی تو تمہارا نسب ثابت رہے گا (اور اس شخص کو فقدان نسب (نسب کے آگے نہ بڑھنے کا) ہی کا غم تھا اس نے کہا کیا یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بالکل جائز ہے۔ پھر یہ شخص ابن ابی لیلیٰ کے پاس گیا اور ان سے اس تدبیر کا ذکر کیا تو انہوں نے بھی کہا کہ ابو حنیفہؒ نے ٹھیک رائے دی ہے۔

(۱۵۵) امام ابوحنیفہؒ کا ربیع کو ایک مسکت جواب :۔

امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کو بلایا تو آپ تشریف لے گئے۔ ربیع نے جو منصور کا حاجب تھا اور ابوحنیفہؒ کا دشمن، کہا کہ اے امیر المومنین یہ ابوحنیفہ آپ کے دادا (حضرت عبداللہ ابن عباسؓ) کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول یہ تھا کہ کسی معاملہ پر حلف کرنے والا اگر اس سے ایک یا دو دن کے بعد استثناء کردے یعنی انشاءاللہ کہہ دے تو یہ اس کے لئے جائز ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ حلف کے ساتھ متصل ہی جائز ہے (بعد میں معتبر نہ ہوگا) ابوحنیفہؒ نے کہا اے امیر المومنین ربیع چاہتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن کو آپ کی بیعت سے آزادی دلادے۔ منصور نے پوچھا کہ یہ کیسے آپ نے فرمایا کہ لوگ آپ کے سامنے تو حلف کر جائیں گے۔ پھر اپنے گھروں پر واپس جا کر استثناء کر دیا کریں گے تو جو حلفیہ عہد اطاعت لیا جاتا رہے گا وہ باطل بھی ہوتا رہے گا۔ منصور ہنسنے لگا۔ اور اس نے کہا اے ربیع ابوحنیفہ کو کبھی نہیں چھیڑنا (ورنہ اس طرح منہ کی کھایا کرے گا) جب ابوحنیفہ باہر آ گئے تو ربیع نے ان سے کہا کہ آج تو آپ نے مروانے ہی کا کام کر دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کام تو نے کیا تھا میں نے اپنے لئے اور تیرے لئے خلاصی کی راہ نکالی۔

(۱۵۶) یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا مگر میں نے اس کو جکڑ دیا :۔

عبدالواحد بن غیاث سے مروی ہے کہ ابوالعباس طوسی امام ابوحنیفہؒ کے متعلق برے خیالات رکھتا تھا اور اس کا علم ان کو بھی تھا ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ منصور کے پاس گئے اور وہاں اس وقت کثیر مجمع تھا۔ طوسی نے کہا آج مجھے ابوحنیفہؒ کی خبر لینا ہے۔ چنانچہ سامنے آیا اور کہا کہ اے ابوحنیفہؒ امیر المومنین ہم میں سے کسی شخص کو بلا کر یہ حکم دیتے ہیں کہ اس شخص کی گردن کاٹ دی جائے اور جس کو حکم دیا جاتا ہے اس کو یہ خبر نہیں کہ گردن کاٹنے کے حکم کے لئے خلیفہ نے کیسے گنجائش نکالی۔ (ایسی حالت میں گردن

کاٹنا جائز ہوگا یا نہیں) ابوحنیفہؒ نے فرمایا، اے ابو العباس (اس کا جواب دو کہ) امیر المومنین کے احکام حق پر مبنی ہوتے ہیں یا باطل پر اس نے کہا حق پر۔ آپ نے فرمایا بس تو حق کا نفاذ کرتا رہ جس صورت سے بھی (تجھے حکم دیا جارہا ہو) اور تیرے لئے اس کی تحقیق ضروری نہیں۔ ابوحنیفہؒ نے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ یہ شخص مجھے باندھنا چاہتا تھا، مگر میں نے اسے جکڑ دیا۔

(۱۵۷) امام ابوحنیفہؒ کی ظرافت :۔

علی بن عاصم کہتے ہیں کہ میں ابوحنیفہ کی خدمت میں گیا، دیکھا کہ ان کے پاس حجام ان کے بال بنا رہا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تو جس مقام پر سفید بال ہوتے ہیں ہمیشہ اسی جگہ کو لپٹا رہتا ہے تو ان میں کیوں اضافہ کر رہا ہے۔ اس نے کہا اضافہ کس طرح جب کہ (میں سفید بال کاٹتا رہتا ہوں، آپ کی گفتگو ظرافت پر مبنی تھی) آپ نے فرمایا کہ (جتنا تو اس کا پیچھا کرتا ہے) ان میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو سیاہ بالوں کو لپٹا کرتا کہ ان میں اضافہ ہو۔

(۱۵۸) امام ابوحنیفہؒ کی دانش :۔

یحییٰ بن جعفر کہتے ہیں کہ ابوحنیفہؒ سے میں نے (ایک دن کا واقعہ) سنا، فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ بیابان میں مجھے پانی کی بڑی ضرورت لاحق ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا۔ اس کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ میں نے اس سے پانی مانگا۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ پانچ درہم میں دے دوں گا۔ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ لے لیا۔ پھر میں نے کہا اے اعرابی ستو کی طرف کچھ رغبت ہے؟ اس نے کہا لاؤ، میں نے اس کو ستو دے دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا گیا تھا۔ وہ خوب پیٹ بھر کر کھا گیا۔ اب اس کو پیاس لگی تو اس نے کہا کہ ایک پیالہ پانی دے دیجئے۔ میں نے کہا پانچ درہم میں ملے گا۔ اس سے کم نہیں کیا جائے گا (اب ایسا ہی وہ حاجت مند تھا اس حیلہ سے) میں نے اس سے اپنے پانچوں درہم واپس لے لئے اور

میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔

(۱۵۹) امام ابوحنیفہؒ کی ذہانت :۔

امام ابوحنیفہؒ اور ان کی ذہانت کا ذکر تھا، اس پر عبدالحسن بن علی نے بیان کیا کہ کوفہ میں حجاج میں سے ایک حاجی نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھا اور حج کو چل گیا۔ پھر واپس آ کر اپنی امانت طلب کی تو وہ شخص منکر ہو گیا اور اس نے جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں۔ یہ صاحب مال امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں مشورے کے لئے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے انکار کا کسی کے سامنے ذکر نہ کرنا اور یہ منکر شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آتا جاتا رہتا تھا۔ آپ نے اس سے تخلیہ میں کہا کہ ان لوگوں نے (یعنی صاحبان حکومت نے) مجھ سے کسی ایسے شخص کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے جس میں قاضی ہونے کی صلاحیت ہو۔ کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ آپ کا نام بھیج دیا جائے تو اس نے کچھ بناوٹی انکار شروع کیا اور ابوحنیفہؒ نے اس کو رغبت دلانا شروع کی تو وہ اس عہدے کے لالچ کے ساتھ آپ کے پاس سے رخصت ہوا۔ پھر وہ حاجی صاحب مال آپ کے پاس آیا تو اس سے آپ نے فرمایا کہ اب اس کے پاس جاؤ اور یہ کہو میں سمجھتا ہوں کہ تم بھول گئے ہو اس لئے میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ میں نے فلاں وقت تمہارے پاس امانت رکھی تھی اور یہ اس کی علامت ہے۔ یہ شخص گیا اور اسی طرح گفتگو کی۔ اب اس نے فوراً وہ امانت واپس کر دی (اور امام صاحب کو بھی مطلع کر دیا) پھر جب وہ امین صاحب ابوحنیفہؒ سے ملے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس معاملہ پر غور کیا تو سوچا کہ مجھے آپ کا مرتبہ بلند کرنا چاہئے۔ یہ تو یوں ہی ایک کم درجہ کا عہدہ ہے۔ اس پر آپ کا

[illegible]

کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔اس نے ایک دن ابوحنیفہؒ سے کہا کہ اہل کوفہ میں سے فلاں شخص کے یہاں میں نکاح کرنا چاہتا ہوں اور میں نے وہاں پیغام بھی بھیج دیا ہے۔لیکن وہ مجھ سے اتنا بڑا مہر طلب کرتے ہیں جو میری وسعت اور طاقت سے باہر ہے اور نکاح کا خیال بھی دل پر غالب ہو رہا ہے۔اب کیا تدبیر کروں؟ آپ نے فرمایا اللہ سے استخارہ کرلو اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں ان کو دے دو۔اس مشورے کے بعد اس نے ان لوگوں کے پاس اس مطالبہ کی منظوری کی اطلاع بھیج دی۔پھر جب نکاح ہو گیا تو اس نے امام صاحب نے عرض کیا کہ میں نے ان سے یہ درخواست کی کہ مہر مقررہ کا کچھ حصہ اب لے لیں۔سر دست کل کی ادائیگی میری وسعت سے باہر ہے مگر وہ نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اس کو بغیر پورا مہر ادا کئے نہ بھیجیں گے۔آپ نے فرمایا حیلہ کرلو۔اس وقت قرض لے کر ادا کر دو، کہ تم اپنی زوجہ تک پہنچ جاؤ اور مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کی سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا۔اس نے ایسا ہی کیا کہ چند لوگوں سے قرض لے کر وہ رقم پوری کی۔ان میں سے ایک ابوحنیفہ بھی تھے۔پھر جب یہ اپنی بیوی کے پاس داخل ہو گیا اور وہ اس کے پاس پہنچا دی گئی تو ابوحنیفہؒ نے اس سے کہا کہ اگر تم یہ ظاہر کر دو کہ اس شہر سے تمہارا کسی دور دراز ملک میں جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی کو ہمراہ لے کر جاؤ تم سے کسی کو مواخذہ کا حق نہیں ہے تو (اس تجویز کے مطابق) یہ شخص دو اونٹ کرایہ کر کے لے آیا اور ظاہر کر دیا کہ وہ طلب معاش خراسان کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لے جانے کا ہے۔یہ بات اس کے کنبہ والوں پر بہت شاق ہوئی اور وہ لوگ حکم شرعی معلوم کرنے اور مدد لینے کے لئے امام ابوحنیفہؒ کے پاس آئے۔آپ نے فرمایا کہ اس شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے لے جائے۔انہوں نے امام صاحب سے کہا کہ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو بھی نکل جانے دیں۔ان سے آپ نے کہا تو پھر اس کو راضی کرلو۔جس کی یہ صورت

ہے کہ جوتم نے اس سے لیا ہے وہ اس کو واپس کر دو۔انہوں نے اس بات کو منظور کر لیا تو اس جوان کو ابو حنیفہؒ نے بلا کر اس سے فرمایا کہ وہ لوگ جھک کر اس پر راضی ہو گئے ہیں کہ جو کچھ مہر تم سے لیا ہے واپس کر دیں اور اس سے بری الذمہ قرار دے دیں۔(اب اس شخص کے دماغ پر فتح کا نشہ چڑھ گیا) اس نے کہا میں تو اس رقم سے اوپر مزید وصول کرنا چاہتا ہوں۔(مگر امام صاحب کی تنبیہہ سے سب نشہ ہرن ہو گیا) آپ نے فرمایا کہ تمہارے لئے جو رقم خرچ کرنے پر وہ راضی ہو گئے ہیں تمہیں اس کو منظور کر لینا چاہئے ورنہ اگر عورت نے کسی شخص کے حق میں اپنے ذمہ قرض ہونے کا اقرار کر لیا تو پھر تا انقضائے دین تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔اس نے (گھبرا کر) کہا اللہ اللہ پھر تو میں ان سے کچھ بھی وصول نہیں کر سکوں گا۔کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں۔بس وہ فوراً ٹھہر جانے پر آمادہ ہو گیا اور جو کچھ رقم مہر وہ دے رہے تھے اسی کو واپس لے لینے پر اکتفار کر لیا۔

(۱۶۱)امام صاحبؒ کی تدبیر :۔

احمد بن الدقاق سے مروی ہے کہ اصحاب امام ابو حنیفہؒ میں سے ایک شخص نے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔عورت کے متعلقین نے کہا کہ ہم ابو حنیفہؒ سے مشورہ کریں گے۔(اس نے اس کی اطلاع آپ کو دی) آپ نے اس سے کہا کہ جب تم میرے پاس آؤ تو اپنا ہاتھ اپنے ذکر پر رکھ کر آنا۔اس نے ایسا ہی کیا۔جب ان لوگوں نے ابو حنیفہؒ سے اس کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے اس سے کہہ دیا کہ میں نے اس کے ہاتھ میں ایسی شے دیکھی ہے جس کی قیمت دس ہزار درہم ہے۔(اس طرح وہ مائل ہو گئے۔)

(۱۶۲)امام صاحبؒ کی بصیرت :۔

نہیں ہے کہ جس کا میں کوئی حل نکالوں۔ اچھا ایسا کرو کہ جاؤ اور آج تمام رات نفلیں پڑھتے رہو صبح تک۔ انشاء اللہ تمہیں یاد آ جائے گا۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، ابھی چوتھائی رات سے بھی کم ہی کھڑا تھا کہ اس کو وہ جگہ یاد آ گئی (تو اس نے نوافل کو ختم کر دیا) پھر اس نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا کہ میں سمجھتا تھا کہ شیطان تجھے نوافل نہیں پڑھنے دے گا اور تجھے یاد دلا دے گا۔ کیوں نہ تو نے اللہ عزوجل کے شکرانہ کے لئے بقیہ رات نفل پڑھنے میں گزاری۔

(۱۶۳) ابن عونؒ کا اظہار عمل (ریا) سے بچنا:۔

ابن عون کے بارے میں ابن مثنی سے مروی ہے کہ وہ لشکر میں تھے۔ جب مشرکین کے لشکر میں سے ایک شخص نے نکل کر مبارز طلب کیا (جس کا دل چاہے میرے مقابلہ کے لئے آئے) تو اس کے مقابلہ کے لئے ابن عون نکلے اور وہ ڈھاٹا باندھے ہوئے تھے۔ اس کو قتل کر آئے۔ پھر واپس آ کر لوگوں میں گھل مل گئے۔ حاکم نے کوشش کی یہ پتہ لگا سکے کہ یہ کس کا کارنامہ تھا۔ مگر معلوم نہ کر سکا۔ پھر اس کے منادی نے آوازیں لگائیں کہ جس شخص نے اس مشرک کو قتل کیا ہے وہ مجھ سے آ کر ملے۔ تب ابن عون ان کے پاس گئے اور اس سے یہ کہا ایک مجاہد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ یہ کہے کہ میں نے اسے قتل کیا۔ (امیر جہاد سے مل کر اس کے حکم کی تعمیل بھی کر دی اور پھر بھی اظہار عمل سے بچے رہے۔

(۱۶۴) ابن عونؒ کی فراست:۔

یحیٰی بن یزید سے مروی ہے کہ ایک سپاہی ایک ایسے شخص کی تلاش میں آیا جو ابن عون کی مجلس میں تھا۔ اس نے کہا اے ابن عون! کیا آپ نے فلاں کو دیکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ وہ ہر دن ہمارے یہاں نہیں آتا۔ بس وہ چلا گیا اور اس کو چھوڑ گیا۔

(۱۶۵) ہشام بن الکلبی کا حیرت انگیز قوت حافظہ:۔

ہشام بن الکلبی کے بارے میں محمد بن ابی السری کہتے ہیں کہ مجھ سے ہشام بن

الکلبی نے کہا کہ میں نے حفظ بھی ایسا کیا کہ کسی نے ایسا نہ کیا ہوگا؟ اور مجھ سے بھول بھی ایسی ہوئی جو کسی سے نہ ہوئی ہوگی۔ میرے چچا ایسے تھے کہ مجھ پر حفظ قرآن سے خفا ہوتے تھے تو میں ایک گھر میں داخل ہوا اور قسم کھالی کہ جب تک پورا قرآن حفظ نہ کرلوں گا گھر سے نہ نکلوں گا۔ تو میں نے قرآن کو تین دن میں حفظ کرلیا (نسیان (بھول) کا یہ واقعہ پیش آیا کہ) ایک دن میں نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی (چونکہ داڑھی زیادہ بڑھ گئی تھی) میں نے اس کو مٹھی میں پکڑا تا کہ بڑھے ہوئے بالوں کو مٹھی کے نیچے سے کاٹ دوں۔ لیکن مٹھی سے اوپر کا حصہ کاٹ دیا۔

(۱۶۶) مال و دولت عظمت کی دلیل نہیں ہے:۔

عمارہ بن حمزہ کے متعلق منقول ہے کہ وہ منصور کے دربار میں پہنچے اور اپنے مقررہ مقام پر جو بلحاظ مرتبہ متعین تھا جا کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین میں مظلوم ہوں۔ منصور نے کہا کہ کس نے تجھ پر ظلم کیا اس نے کہا عمارہ نے میری جائیداد غصب کرلی۔ منصور نے کہا اے عمارہ اٹھو اور اپنے حریف کے برابر جا کر بیٹھو۔ عمارہ نے کہا کہ یہ میرا حریف نہیں ہے۔ منصور نے کہا یہ کس طرح جب کہ وہ تم پر دعویٰ کر رہا ہے۔ عمارہ نے کہا کہ اگر وہ جائیداد اسی کی ہے تو میں اس سے نزاع نہیں کرنا چاہتا (کہ اپنی ثابت کردوں) اور اگر میری ہے تو میں اس کے حق میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں اور میں اس مجلس سے اٹھ کر جس پر امیر المومنین نے مجھ مشرف کیا جائیداد کی وجہ سے ادنیٰ درجہ میں آنا گوارا نہیں کرتا۔

(۱۶۷) عبداللہ بن مبارکؒ کا طریقہ تعلیم:۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے متعلق ابن حمید سے منقول ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن المبارکؒ کے پاس بیٹھے ہوئے چھینک لی اور الحمدللہ نہ کہا۔ ان سے آپ نے کہا جب چھینک آئے تو چھینکنے والا کیا کہتا ہے؟ اس نے کہا الحمدللہ۔ آپ نے فرمایا، یرحمک اللہ۔

(۱۶۸)امام ابو یوسفؒ کا فقہ و دانش :۔

امام ابو یوسف رحمتہ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک کنیز ہارون الرشید کی کنیزوں میں سے اس کے پاس موجود تھی اور ہارون الرشید کے سامنے ایک جواہرات کی مالا رکھی تھی ۔ ہارون الرشید اس کو اٹھا کرا لٹنے پلٹنے کا مشغلہ کرنے لگے پھر وہ مالا گم ہوگئی ۔ ہارون نے اس کنیز کو متہم (تہمت لگایا) کیا کہ یہ اس کی حرکت ہوگی ۔ جب اس سے دریافت کیا تو اس نے انکار کیا۔ ہارون الرشید نے قسم کھالی کہ میں نے اگر اس سے چوری کا اقرار نہ کرالیا تو میری بیوی پر طلاق اور میرے سب مملوک آزاد اور مجھ پر حج لازم ۔ وہ کنیز برابر انکار پر قائم رہی اور وہ اس کو متہم کرتے رہے ۔ اب ہارون الرشید کو قسم ٹوٹنے کا اندیشہ لاحق ہوگیا تو امام ابو یوسف کو بلا کر پورا قصہ سنایا۔ انہوں نے کہا کہ اس کنیز سے مجھے بات کرنے کا موقع عنایت فرما دیجئے اور ہمارے ساتھ ایک خادم ہوگا تا کہ میں آپ کو اس قسم سے باہر کرسکوں ۔ ہارون الرشید نے اس کا انتظام کر دیا۔ امام ابو یوسف نے اس سے مل کر کہا کہ جب امیر المومنین تجھ سے ہار کے بارے میں سوال کریں تو اس سے انکار کر دینا ۔ پھر جب دوبارہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے لیا ہے ۔ پھر جب تیسری مرتبہ سوال کریں تو کہہ دینا کہ میں نے نہیں لیا ۔ یہ سمجھا کہ واپس تشریف لاتے وقت خادم کو یہ ہدایت کر دی کہ اس گفتگو کی امیر المومنین کو اطلاع نہ دینا اور ہارون الرشید سے آپ نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کنیز سے ہار کے بارے میں تین مرتبہ پے در پے سوال کیجئے ۔ وہ آپ کی تصدیق کرے گی ۔ خلیفہ نے جا کر اس سے سوال کیا اس نے پہلی مرتبہ انکار کیا۔ اور پھر دوسری مرتبہ سوال کیا تو اس نے کہا ہاں میں نے لیا ہے ۔ خلیفہ نے کہا تو کیا کہہ رہی ہے ۔ اس نے کہا واللہ میں نے نہیں لیا ۔ لیکن مجھے ابو یوسف نے ایسا سمجھایا تھا ۔ پھر خلیفہ نے امام یوسف سے کہا، یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین آپ کی قسم پوری ہو چکی ہے کیونکہ اس نے آپ کو

خبر دی کہ اس نے ہار لیا اور پھر خبر دی کہ نہیں لیا تو دونوں میں سے ایک جواب میں وہ سچی ہے اور اب آپ نے اپنے حلف کی قید سے نکل چکے ہیں۔ ہارون بہت خوش ہوئے اور ان کو انعام دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ ہار بھی مل گیا۔

(۱۶۹) ہارون الرشید کے ایک سوال پر امام ابو یوسفؒ کا دلچسپ جواب:۔

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے پوچھا کہ فالودہ اور لوزینہ کے بارے میں آپ کیا فیصلہ ہے؟ دونوں میں کونسا اعلیٰ ہے؟ آپ نے کہا اے امیر المومنین فریقین جب تک حاضر نہ ہوں میں فیصلہ نہیں کیا کرتا۔ ہارون الرشید نے دونوں چیزیں منگا دیں۔ اب ابو یوسف نے لقمہ پر لقمہ مارنا شروع کر دیا۔ کبھی فالودہ میں سے کھاتے تھے اور کبھی لوزینہ میں سے۔ جب دونوں پیالے آدھے کر دیئے تو بولے اے امیر المومنین میں نے اب تک کوئی دو حریف ان سے زیادہ لڑنے والے نہیں دیکھے۔ جب بھی میں نے ایک کے حق میں فیصلہ دینے کا ارادہ کیا تو فوراً دوسرے نے اپنی دلیل پیش کر دی۔

(۱۷۰) آدھے گلے والے چکی کا پاٹ:۔ یزید بن ہارون کے بارے میں احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں کہ یزید بن ہارون نے مجھ سے کہا کہ تو مجھ پر گیہوں کے آدھے گلے والے چکی کے پاٹ سے بھی زیادہ بھاری ہے۔ میں نے کہا اے ابو خالد پورے گلے کو پاٹ کیوں نہ کہہ دیا۔ کہنے لگے کہ جب گلا پورا ہو جاتا ہے تو وہ آسانی کے ساتھ گھومتا ہے اور آدھے گلے کا پاٹ زیادہ زور لگانے سے گھومتا ہے۔

(۱۷۱) عربیت میں امام شافعیؒ کا اعلیٰ مقام:۔

امام شافعیؒ کے بارے میں حسن بن الصباح سے مروی ہے کہ جب امام شافعیؒ بغداد آئے تو رشید نے امین اور مامون کے مابین جو عہد کرایا تھا اس سے اتفاق کیا تھا۔

کہتے ہیں کہ صبح کے وقت عام لوگ مبارکباد دینے کے لئے ہارون الرشید کے یہاں پہنچے اور دارالعامہ میں بیٹھ کر اجازت کا انتظار کرنے لگے۔ اب لوگوں نے باہم گفتگو کی کہ ہم کو دونوں شہزادوں کے لئے کس عنوان سے دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ جب ہم ان کے لیے (مسند آرائے خلافت دعا کریں گے تو وہ خلیفہ کے حق میں بد دعا ہوگی اور اگر ہم ان کے حق میں دعا ہی نہ کریں تو یہ بھی ایک تقصیر ہوگی۔ اتنے میں امام شافعی آ کر بیٹھ گئے۔ یہ اشکال ان کے سامنے بھی پیش کیا گیا تو آپ نے کہا اللہ توفیق دینے والا ہے۔ جب خلیفہ کے پاس سے اجازت آ گئی تو سب لوگ اندر پہنچ گئے تو سب سے پہلے بولنے والے امام شافعی تھے آپ نے کہا:

لا قصرا عنها ولا بلغتها

حتی یطول علی یدیك طولها

نہ کوتاہی کریں یہ دونوں اس (خلافت) سے یعنی یہ دونوں اس کے اہل رہیں اور نہ تو اس کو دے تا کہ خلافت کی لمبی رسی تیرے ہاتھوں پر دراز رہے۔

ربیع سے منقول ہے کہ امام شافعیؒ بیمار ہوئے تو میں ان کے پاس عیادت کے لئے گیا، اور کہا اے ابوعبداللہ (قوی اللہ ضعفک (لفظی ترجمہ قوی کردے اللہ آپ کے ضعف کو۔ آپ نے فرمایا کہ ابومحمد اگر اللہ نے میرے ضعف کو میری قوت سے قوی کر دیا تو گویا مجھے ہلاک کر دیا میں نے کہا کہ اے ابوعبداللہ میں نے تو ان کلمات سے صرف خیر ہی کا ارادہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر تم میرے لئے بددعا بھی کرتے ہوئے ہوتے تو (پھر بھی مجھے تمہاری نسبت بدگمانی نہ ہوتی) میں یہی سمجھتا کہ تمہاری نیت صرف خیر ہی کی ہے (مقولہ مؤلف) امام شافعی کے اصول میں سے ہیں کہ وہ ظاہر الفاظ کو اخذ کرتے ہیں اسی بنا پر انہوں نے خیال کیا جب ضعف قوی ہو جائے گا تو تکلیف بڑھے گی۔ حالانکہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ دعا تعلیم کی اور پڑھنے کا حکم دیا۔ قونی رضاک ضعفی (اے اللہ قوی

کر دے اپنی رضا میں میرے ضعف کو) ظاہر ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بجائے ضعف کے قوت عطا فرما دے اور اس میں ایک حد تک مجازی معنی ملحوظ کئے گئے ہیں ۔ ربیع نے یہی مجاز استعمال کیا تھا۔ مگر امام شافعیؒ نے حقیقت کا قصد کیا۔

(۱۷۲) امام شافعیؒ کی مردم شناسی :۔

ربیع کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص امام شافعیؒ کی خدمت میں ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آیا تو آپ نے اس سے کہا کہ کیا تو صنعاء کا رہنے والا ہے ۔ اس نے اقرار کیا۔ پھر آپ نے کہا کہ شاید تو لوہار ہے ۔ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔

(۱۷۳) امام شافعیؒ کا ذہانت سے بھرپور ایک حیلہ :

حرملہ بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میرے سامنے امام شافعی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میری بیوی کے پاس ایک کھجور تھی ۔ میں نے اس کو یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے یہ کھجور کھالی تو تجھ پر طلاق ہے اور اس کو پھینک دیا تب بھی طلاق ۔ اب کیا کرنا چاہئے ۔ انہوں نے جواب دیا کہ آدھی کھالے اور آدھی پھینک دے ۔ (مقولہ مؤلف) ایک روایت میں یہ واقعہ جو بیان کیا گیا ہے ۔ امام شافعیؒ سے امام احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا اور ہمارے اصحاب نے اس جنس کے بہت سے مسائل ذکر کئے ہیں ۔ جن کے جواب میں کوئی ذہین مفتی ہی آگاہ ہوسکتا ہے ۔ ہم ان میں سے چند مسائل کا یہاں ذکر کرتے ہیں کہ کیونکہ ایسی چیزیں ایک سمجھدار کے لئے بہت مفید ہے ۔

فقہ حنفی میں طلاق سے بچنے کے حیلہ کے چند اہم مسائل ۔

(۱۷۴) مسئلہ نمبر ۱ :۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا جو پانی میں کھڑی تھی اگر تو

چاہے وہ نکل آئے یا کھڑی رہے اور اگر پانی کھڑا تھا تو اس کا حیلہ یہ کہ اسے فوراً کوئی دوسرا زبردستی اٹھا کر باہر لے آئے۔

(۱۷۵) مسئلہ نمبر ۲:۔

اگر ایسی صورت واقع ہو کہ عورت سیڑھی پر ہے اور اس سے شوہر نے کہا کہ اگر تو اس سیڑھی پر چڑھی یا اس سے نیچے اتری یا تو نے اپنے آپ کو نیچے گرایا یا کسی نے نیچے اتارا تو تجھ پر طلاق ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ وہ دوسری سیڑھی پر منتقل ہو جائے (جو اس سیڑھی کے برابر کر دی جائے۔)

(۱۷۶) مسئلہ نمبر ۳:۔

اگر (گھر والوں نے) بہت سی کھجوریں کھائیں اور پھر شوہر نے یہ کہہ دیا کہ اگر تو نے میرے سامنے اس تعداد کا ذکر نہ کیا جو میں نے کھالی ہے (تو تجھ پر طلاق) تو اس سے رہائی کی یہ صورت ہے کہ جس قدر کھجوریں کھانے کا زیادہ سے زیادہ احتمال ہو ایک سے لے کر اس عدد تک گنتی چلی جائے۔ (اس گنتی میں صحیح عدد بھی اس کے سامنے مذکور ہو ہی جائے گا۔)

(۱۷۷) مسئلہ نمبر ۴:۔

اگر (شوہر اور بیوی دونوں نے) کھجوریں کھائیں اور (دونوں کی گٹھلیاں ایک جگہ مخلوط پڑی ہیں) شوہر نے کہا اگر میری کھائی ہوئی کھجوروں کی گٹھلیوں کو اپنی کھائی کھجور کی گٹھلیوں سے الگ نہ کر دے گی تو تجھ پر طلاق ہے۔ تو عورت کو چاہئے کہ ہر ایک گٹھلی کو الگ الگ کر دے۔

(۱۷۸) مسئلہ نمبر ۵:۔

اگر کسی نے بیوی سے کہا کہ تجھ پر طلاق ہے اگر تو تصدیق نہ کرے گی اس امر کی کہ تو نے میری چیز چوری کی یا نہیں؟ تو اگر اس نے یہ کہہ دیا کہ میں نے چرایا جو کچھ چرایا

تو طلاق نہ پڑے گی۔(اگر چہ چوری بھی ثابت نہ ہوگی۔)

(۱۷۹) مسئلہ نمبر ۶:۔

اگر کسی کی تین بیویاں ہیں اور وہ ان کے لئے بازار سے دو دو پٹے خرید کر لایا۔ان پر ایک جھگڑنے لگی،اس پر شوہر نے کہا تم سب پر طلاق اگر اس مہینہ میں تم میں سے ہر ایک بیس بیس دن نہ اوڑھے۔تو اس کی یہ صورت ہے کہ دو پٹہ بڑی کو اور ایک درمیانی کو اوڑھنے کے لئے دے جائے اور دس دن کے بعد بڑی بیوی یہ دو پٹہ سب سے چھوٹی کو دے دے اور درمیانی عمر والی سے مسلسل بیس دن پورے کرنے کے بعد بڑی بیوی اسے لے کر اوڑھ لے آخر ماہ تک۔

(۱۸۰) مسئلہ نمبر ۷:۔

(تین بیویوں والے شخص نے) تین کوس کا سفر کیا اور اس کے ساتھ دو خچر ہیں۔ تینوں سوار ہونے کے لئے جھگڑنے لگیں۔اس شوہر نے طلاق کا حلف کیا کہ تم میں سے ہر ایک کو دو کوس سوار ہر کر چلنا ہوگا تو ایسا کیا جائے کہ سب سے بڑی اور درمیانی کو سوار کر دیا جائے۔پھر ایک کوس چل کر درمیان والی اتر جائے اور اس کے خچر پر بڑی بیٹھ جائے اور چھوٹی سوار ہو جائے درمیانی والی کے خچر پر اور آخر مسافت تک بیٹھی رہے اور درمیانی عمر والی بڑی کی جگہ دو فرسخ کے ختم تک بیٹھی رہے۔واللہ علم۔

(۱۸۱) مسئلہ نمبر ۸:۔

ایک شخص اپنے گھر میں تیس بوتلیں لایا (جن میں سے) دس بھری ہوئی اور دس آدھی آدھی اور دس خالی تھیں۔(اس کی تین بیویاں ہیں) پھر کہا تم سب پر طلاق ہے اگر میں ان کو تم پر اس طرح برابر تقسیم نہ کرسکوں کہ اس تقسیم پر نہ ترازو سے کام لوں اور نہ پیانے سے اس کو چاہئے کہ وہ پانچ آدمی آدھی بوتلیں لے کر دوسری آدھی آدھی بوتلوں میں بھر دے۔(اس طرح پانچ پوری بوتلیں بن جائیں گی اور دس پوری بوتلیں تو موجود ہی تھیں۔اب کل پندرہ بوتلیں بھری ہوئی ہو جائیں گی اور پانچ خالی بوتلوں

کا اضافہ دس خالی بوتلوں میں ہو کر کل پندرہ خالی بوتلیں ہو جائیں گی۔) اب ہر بیوی کو پانچ بوتلیں بھری ہوئی اور پانچ خالی دے دے۔

(۱۸۲) مسئلہ نمبر ۹:۔

ایک شخص نے اپنی بیوی کے پاس ایک برتن دیکھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔اس نے بیوی سے کہا کہ یہ مجھے پلا دے،اس نے انکار کر دیا تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ نہ تو اس پانی کو پی سکتی ہے اور نہ گرا سکتی ہے اور نہ برتن میں باقی چھوڑ سکتی ہے اور نہ کوئی ایسی ہی صورت اختیار کر سکتی ہے۔(مثلاً یہ کہ کسی دوسرے کو پلا دے) تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ برتن میں کوئی ایسا کپڑا ڈالا جائے جو پانی پی جائے۔پھر اس کو دھوپ میں سکھا لیا جائے۔

(۱۸۳) مسئلہ نمبر ۱۰:۔

ایک شخص نے قسم کھائی (اور بیان کیا کہ) اس کی بیوی نے یہ پیام بھیجا کہ میں تجھ پر حرام ہو چکی ہوں اور میں نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا ہے اور میں تیرے لئے ضروری قرار دیتی ہوں کہ تو میرے لئے میرا خرچ بھیج اور میرے شوہر کا خرچ بھیج (یہ قسم اس طرح صحیح ہو سکتی ہے کہ) یہ ایک ایسی عورت ہے جس کو اس کے باپ نے اپنے غلام کے نکاح میں دے دیا تھا، پھر اس غلام کو اموال تجارت دے کر کہیں بھیجا، اس کے بعد اس (باپ) کا انتقال ہو گیا۔اب اس شخص کے تمام ترکہ کی وارث اس کی بیٹی ہوئی اور غلام سے (چونکہ وہ اب اس کا مملوک ہو گیا) نکاح فسخ ہو گیا۔اور اس نے عدت پوری کی اور دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔اب وہ یہ پیام بھیجتی ہے کہ مال میرے لئے یہاں بھیجو کہ اس کی اب میں مالکہ ہوں۔(اور مالک کو حق ہے کہ اپنے مال کے بارے میں کسی کو بھی حوالہ کرنے کا حکم نافذ کرے۔اس لئے نئے شوہر کا خرچ بھی دلواتی ہے۔)

(۱۸۴) مسئلہ نمبر ۱۱:۔ کسی کی دو بیویاں ہیں۔

ان میں سے ایک بالا خانہ میں ہے اور دوسری نیچے گھر میں ہے۔شوہر سیڑھی چڑھنا شروع کیا تو دونوں بیویوں نے اپنے اپنے پاس آنے پر اصرار شروع کر دیا۔اس شخص نے قسم کھائی کہ نہ میں اوپر چڑھ کر تیرے پاس آؤں گا اور نہ نیچے اتر کر تیرے پاس آؤں گا۔اور نہ اس جگہ اس ساعت میں ٹھہروں گا۔تو چاہیے کہ نیچے کے گھر والی اوپر چڑھ آئے اور اوپر والی اتر کر اس کے پاس آ جائے۔اب اس کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہے چلا جائے۔

(۱۸۵) مسئلہ نمبر ۱۲:۔

اگر اپنی زوجہ سے حلف کیا کہ میں تیرے گھر میں بوریہ نہیں لاؤں گا اور تجھ سے جماع بوریہ پر ہی کروں گا۔پھر اس نے گھر میں جماع بھی کر لیا اور قسم بھی نہ ٹوٹی۔اس کی صورت یہ ہے کہ بوریہ کا سامان گھر میں لے آئے اور کاریگر کو بلا کر گھر میں ہی بوریہ بنوالے اور اس پر جماع کرے۔

(۱۸۶) مسئلہ نمبر ۱۳:۔

اگر کسی نے حلف کیا کہ میں اپنی زوجہ سے روز روشن (دن کی روشنی میں) میں جماع کروں گا اور باوجود پانی پر استعمال کی قدرت ہونے کے دن میں غسل بھی نہ کروں گا اور امام کے ساتھ جماعت کی نماز بھی فوت نہ ہونے دوں گا تو اس کو چاہئے کہ وہ امام کے ساتھ فجر اور ظہر کی اور عصر کی نماز پڑھ لے اور بعد عصر جماع کرے۔جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً غسل کرے اور امام کے ساتھ مغرب پڑھ لے۔

(۱۸۷) مسئلہ نمبر ۱۴:۔

ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں نے ایک ایسے (روزہ دار) شخص کو دیکھا جو (ایک مسجد میں) دو مقتدیوں کا امام بن کر نماز ادا کر رہا تھا۔(نماز کے دروان میں) اس نے

اپنے داہنی طرف توجہ کی تو ایک قوم کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے۔(ان کی باتیں بھی سنیں تو اس پر اس کی بیوی حرام ہوگئی اور اس کا روزہ باطل ہوگیا اور دونوں مقتدیوں کے کوڑے مارنے واجب ہوگئے اور مسجد کو ڈھا دینا پڑا۔

یہ ایسا شخص تھا جس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا جس کا شوہر غائب تھا اور ان دونوں مقتدیوں نے شہادت دی تھی کہ وہ مر گیا اور اس نے ہمارے سامنے یہ وصیت کی تھی کہ اس کے گھر کو مسجد بنا دیا جائے اور یہ شخص مقیم اور روزہ سے تھا۔ جب اس نے داہنی طرف التفات کیا تو دیکھا کہ وہ غائب شخص جو اس کی بیوی کا شوہر تھا آ گیا اور یہ لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ عید کا چاند ثابت ہو چکا۔اس لئے آج یوم عید ہے۔اس کو اس کی اطلاع نہیں تھی کہ شوال کا ہلال دیکھا جا چکا (اس لئے روزے سے تھا) اور اس نے اپنی جانب سے پانی اور کپڑے پر ناپاکی کا نشان بھی دیکھ لیا تو عورت حرام ہوگئی خاوند کے آ جانے سے اور روزہ باطل ہوا یوم عید کے ثبوت سے اور نماز باطل ہوئی کپڑے پر ناپاکی کے مشاہدہ سے۔اور ان دونوں آدمیوں کو اس لئے کوڑے مارے جائیں گے کہ انہوں نے جھوٹی شہادت دی تھی اور مسجد کا توڑنا اس لئے ضروری ہوگیا کہ یہ وصیت غلط ہوگی اور مالک کو اس کا گھر ملے گا۔

(۱۸۸) مسئلہ نمبر ۱۵:۔

ایک شخص کے پاس چھوارے اور انجیر اور کشمش تھی جن کا مجموعی وزن بیس رطل تھا۔ اس نے قسم کھائی کہ اس نے چھوارے فی رطل نصف درہم اور انجیر فی رطل دو درہم اور کشمش فی رطل تین درہم کے بھاؤ سے فروخت کئے اس شخص کو کل کی قیمت بیس درہم وصول ہوئی تو (اس کی قسم سچی ہونے کی یہ صورت ہے کہ) اس کے پاس چھوارے چودہ رطل اور انجیر پانچ رطل اور کشمش ایک رطل تھا۔

(۱۸۹) ابو محمد یحیٰی بن المبارک کی عقل رسا:۔

ابو محمد یحیٰی بن المبارک یزید کے بارے میں مبرد سے مروی ہے کہ خلیفہ مامون الرشید

نے ان سے کچھ پوچھا تو انہوں نے کہالا وجعلنی اللہ فداک یا امیر المومنین یعنی نہیں اور مجھے اللہ آپ کے قربان کرے اے امیر المومنین۔تو مامون پھڑک اٹھا اور بولا کہ اللہ نے کیسی عقل رسا تم کو عطا فرمائی کہ کوئی "واؤ" کسی دوسرے موقع پر اس قدر احسن نہیں ہوگا جس قدر اس موضع پر زیب دے رہا ہے اور ان کو انعام اور خلعت عطا کیا گیا (اگر لا کے بعد بغیر واؤ کے جعلنی اللہ الخ ہوتا تو بالکل الٹے معنے ہوتے تھے)

(۱۹۰)ابوالعیناء (نابینا) کی ذہانت:۔

ابوالعیناء کے بارے میں محمد بن یحییٰ نے بیان کیا کہ ہم سے ابوالعیناء نے ذکر کیا کہ مجھ سے خلیفہ متوکل علی اللہ نے کہا کہ میں تم کو اپنا مصاحب بنانا چاہتا ہوں۔میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور میں یہ اس بناء پر نہیں عرض کر رہا ہوں کہ مجھے اس شرف کا علم نہیں جو خلیفۃ المسلمین کی مجلس کی رکنیت سے مجھے حاصل ہوگا لیکن میں نے ایسا اس لئے عرض کیا کہ مجھ پر تو پردہ پڑا ہوا ہے (کہ میں اندھا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا) اور ایسے شخص کے اشارات بے محل ہوں گے اور ایماء شاہی اس سے مختلف ہوگا۔ہوسکتا ہے کہ اس کا کلام غیظ وغضب کے موقع کے مناسب ہو اور آپ اس وقت خندہ پیشانی ہوں یا اس کا کلام مسرت و رضا کے موقع کا ہو اور آپ چین بجبیں ہوں اور جب ان دونوں حالتوں میں مجھ کو امتیاز نہ ہوگا تو میں ہلاک ہوسکتا ہوں۔متوکل نے کہا تم نے ٹھیک کہا مگر (ہماری خواہش بہر حال یہی ہے،تم اپنے اوپر ہماری مصاحبت لازم ہی کر لو۔ میں نے عرض کیا (بسر وچشم) ایسا لزوم جیسا فرض اور واجب کا ہوتا ہے تو مجھ کو دس ہزار درہم صلہ عطا فرمایا گیا۔

(۱۹۱)ابوالعیناء کا بصیرت مندانہ جواب:۔

اور ایک روایت یہ ہے کہ متوکل علی اللہ نے (اپنی مجلس میں) کہا ہماری خواہش ہے کہ ہم ابوالعیناء کو اپنا ندیم بنائیں، کاش یہ نابینا نہ ہوتا (اس کی وجہ سے رکاوٹ ہوتی

ہے)ابوالعینا نے سن کر کہا، اگر امیر المومنین مجھے رویت ہلال اور مہروں کے نقوش دیکھنے سے معاف رکھیں تو مجھ میں مصاحبت کی صلاحیت ہے۔

(۱۹۲)ایک کا گناہ دوسرے کے سر تھوپنا صحیح نہیں ہے:۔

ابوالعیناء کا ایک واقعہ ہم کو معلوم ہوا کہ انہوں نے عبداللہ ابن سلیمان سے اپنے وظیفہ مقرر ہا کی دیر سے ملنے کی شکایت کی۔انہوں نے کہا ہم نے فلاں (صیغہ دار مال)کو آپ کے کام کے لئے لکھ نہیں دیا تھا۔ابولعینا ء نے کہا اس شخص نے مجھے ٹال مٹول کر کے کانٹوں میں کھینچ رکھا ہے۔انہوں نے کہا تم نے ہی تو اس کو انتخاب کیا تھا۔ابولعینا ء نے کہا مجھ پر اس کا بار نہیں ڈالا جا سکتا۔موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ان میں سے ایک بھی صاحب سعادت نہ نکلا۔نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو زلزلہ نے آ پکڑا اور رسول اللہ ﷺ نے ابن ابی سرح کو کاتب منتخب کیا تھا وہ مرتد ہو کر کفار سے جاملا اور علیؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو منتخب کیا تھا۔ابوموسیٰ نے علی ہی کے خلاف فیصلہ دیا۔

(۱۹۳)خدا مجھے وہ دن نہ دکھائے کہ آپ فارغ ہوں:۔

ایک وزیر نے کثرت کار کی شکایت کی تو ابوالعیناء نے کہا ’’خدا مجھے وہ دن نہ دکھائے کہ آپ فارغ ہوں۔‘‘

(۱۹۴)ابوالعیناء کا ادبی ذوق:۔

ابوالعیناء سے کہا گیا بقی من یلقی (یعنی کوئی ایسا شخص باقی رہ گیا ہے جس سے ملاقات کی جائے۔مطلب یہ تھا کہ ابولعینا ء نے اپنے زمانہ میں کوئی صاحب کمال نہیں چھوڑا تھا جس سے ملاقات نہ کی ہو تو ایک سائل نے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص باقی

(۱۹۵) درہم و دینار میں فرق:۔

ابوالعینا سے پوچھا گیا کہ حماد بن زید بن درہم اور حماد بن مسلمہ بن دینار میں کیا فرق ہے۔ (یعنی دونوں میں کون افضل ہے) تو ابوالعیناء نے جواب دیا کہ دونوں کے مرتبہ میں وہی فرق ہے جو ان دونوں کے دادا کے ناموں میں باعتبار قیمت سکہ فرق ہے (یعنی جو فرق درہم اور دینار میں ہے۔)

(۱۹۶) ابوجعفر بن جریر الطبر ی کی دانش:۔

ابوجعفر محمد بن جریر الطبر ی کے بارے میں ابن المز وق بغدادی کے غلا منے بیان کیا کہ میرا آقا میری بہت عزت کرتا تھا اس نے ایک کنیز خریدی اور اس نے نکاح کر دیا۔ مجھے اس سے بہت محبت ہوگئی مگر اس کنیز کو مجھ سے اسی درجہ شدید بغض ہو گیا اور مجھ سے ہمیشہ بدکتی تھی اور اس حد تک معاملہ پہنچا کہ ایک دن اس نے مجھے سختی سے جھڑکا۔ میں نے غصہ سے یہ کہہ دیا کہ تجھ پر تین طلاق اگر تو نے جیسے الفاظ سے مجھے مخاطب کیا میں بھی اسی قسم کے الفاظ سے تجھے مخاطب نہ کروں۔ میرے تحمل نے تیرا مزاج بگاڑ دیا۔ (وہ عورت بڑی چالاک اور ذہین تھی اس نے اپنی خلاصی کی راہ نکال لی) اس پر اس نے فوراً کہا تجھ پر جدا کرنے والی تین طلاق (اب اگر وہ یہی کلمات کہتا ہے تو اس کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی اور نہیں کہتا تو اس حلف کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے) یہ کہتا ہے کہ میں دنگ رہ گیا اور نہیں سمجھ سکا کہ اس کیا جواب دوں۔ اس اندیشہ سے کہ اگر میں نے اس کو وہی کہہ دیا جو اس نے کہا تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی۔ تو میں ہدایت حاصل کرنے کے لئے ابوجعفری طبری کے پاس پہنچا اور ان کو سب قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس سے کہہ دے کہ تجھ پر تین طلاق اگر میں تجھے طلاق دے دوں تو ان ہی کلمات سے اس کو بھی خطاب ہو جائے گا اور تیری قسم پوری ہو جائے گی اور اس پر طلاق نہیں پڑے گی اور ایسی قسموں کو اب مت لوٹانا۔

(۱۹۷)علی بن عیسیٰ اور عثمان بن جنی :۔

علی بن عیسیٰ الربعی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کنارہ دجلہ پر پیدل جا رہے تھے کہ انہوں نے رضی اور مرتضی کو کشتی میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور ان دونوں کے ساتھ عثمان بن جنی بھی تھے تو انہوں نے ان سے کہا دونوں شریفوں کا یہ معاملہ تعجب خیز ہے کہ عثمان تو ان کے درمیان بیٹھا ہوا اور علی اس سے دور کنارے پر پیدل جا رہا ہے۔

(۱۹۸)وہم جنون (پاگل پن کی ایک قسم) ہے :۔

ابو الوفا ابن عقیلؒ کے بارے میں ازہر بن عبدالوہاب سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عقیل سے آ کر کہا کہ میں جب بھی نہر میں خواہ دو غوطے لگاؤں یا تین مجھے یہ یقین نہیں ہوتا کہ پانی میرے سر سے اوپر ہو گیا ہے اور میں پاک ہو گیا ہوں اب میں کیا کروں۔انہوں نے جواب دیا کہ نماز پڑھنا چھوڑ دے۔آپ سے پوچھا گیا کہ یہ آپ نے کیسے فرمایا؟ انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے اور سونے والے سے جب تک جاگ نہ جائے اور مجنون سے جب تک ہوش میں نہ آ جائے اور جو شخص نہر میں غوطہ لگائے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ اور پھر بھی یہی خیال کرے کہ اس کا غسل نہیں ہوا تو مجنون ہی ہو سکتا ہے۔

(۱۹۹)ابن عقیل کی ذکاوت کا واقعہ :۔

ابراہیم بن دینار کہتے ہیں یہ مجھ سے ابن عقیل نے بیان کیا کہ مجھے اطلاع پہنچی کہ سلطان محمد بن علی بغداد پہنچنے والے ہیں۔میں ملاقات کے لئے جبہ پہن کر نکلا اور ایک ٹیلا پر جوان کے راستہ پر تھا بیٹھ گیا۔جب وہ پہنچ گئے تو میرے بارے میں

طہارت کے بعض مسائل مجھ سے دریافت کئے۔ پھر اپنے خادم سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ کیا ہے۔ اس نے پچاس دینار نکالے تو مجھ سے کہا یہ قبول کر لیجئے۔ میں نے کہا مجھ بالکل ضرورت نہیں کیونکہ امیر المومنین نے مجھے کسی کا حاجت مند نہیں رہنے دیا اس لئے میں کسی کا عطیہ قبول نہیں کرتا۔ جب میں اپنے مکان پر واپس آ گیا تو دیکھتا ہوں کہ ایک خادم خلیفہ میرے پاس مال لے کر آیا خلیفہ کے پاس سے اور میرے اس فعل کا خلیفہ کی طرف سے شکریہ ادا کیا اور میں سلطان محمد علی سے انکار کے وقت جانتا تھا کہ وہاں وہ شخص موجود ہے جو جملہ حالات سے خلیفہ کو باخبر کرنے کی خدمت پر متعین ہے۔

(۲۰۰) ابن عقیل کا توریہ:۔

اور ہم کو ابن عقیل کا ایک یہ قصہ پہنچا ہے کہ وہ ایک دن نماز جمعہ سے رہ گئے تو لوگ ان کے پاس بہت متفکر آئے تو کہا کہ میں نے صندوقوں کے پاس نماز پڑھی ہے اسی طرح پھر ایک مرتبہ جمعہ کی نماز سے رہ گئے تو جب لوگوں نے اس پر توحش کا اظہار کیا تو کہا کہ میں نے منارہ کے قریب نماز پڑھی اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے گھر پر ظہر کی نماز پڑھی تھی۔) صندوقوں سے ان کی مراد اپنے گھر کے صندوق تھے اور منارہ سے مراد بھی گھر ہی کا منارہ تھا۔)

(۲۰۱) ایک سوال کا جواب:۔

بعض فقہاء کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ جب میں اپنے کپڑے اتار کر نہر میں داخل ہو کر غسل کروں تو قبلہ کی طرف توجہ کروں یا کسی دوسری طرف تو انہوں نے جواب دیا کہ اپنے کپڑوں کی طرف توجہ کرو جو تم نے اتارے (اور کنارے پر رکھے کہ کوئی ان کو لے کر نہ بھاگ جائے۔)

باب ۱۴

عابدوں اور زاہدوں کی حکایاتِ ذکاوت

(۲۰۲) عیادت کے آداب:۔

حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ میں نے (اپنے شیخ) سری سقطی سے سنا انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ طرطوس میں علت ادب (دستوں کی بیماری) میں مبتلا ہو گیا تو قاری صاحبان میرے پاس عیادت کے لئے آئے اور ایسے بیٹھ گئے کہ جانے کا تصور ہی نہیں۔ مجھے ان لوگوں کے بیٹھنے سے تکلیف ہو رہی ہے۔ کہنے لگے کہ آپ اللہ سے دعا کیجئے۔ میں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ ہمیں عیادت کا ادب سکھا دیجیے۔

(۲۰۳) نا اہلوں کو علم سکھانا علم کی توہین ہے:۔

یوسف الحسین نے بیان کیا کہ مجھ سے کہا گیا کہ ذوالنون اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم جانتے ہیں۔ میں نے (اس کے شوق سے) مصر پہنچ کر ایک سال ان کی خدمت میں گذرارا، پھر ان سے عرض کیا کہ اے استاد میں نے آپ کی خدمت کی، میرا حق خدمت آپ پر واجب ہے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ اللہ کا اسم اعظم جانتے ہیں اور آپ مجھے پہچان چکے ہیں کہ مجھ سے زیادہ کوئی اس کا اہل آپ نے نہ پایا ہوگا، میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ مجھے تعلیم کر دیں۔ یہ سن کر ذوالنون خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے ان کے سکوت سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ مجھے بتا دیں گے۔ اس کے بعد چھ ماہ گذر گئے تو ایک دن میرے پاس گھر میں سے ایک طباق لے کر آئے اور اس پر پوش تھا اور وہ ایک رومال سے بندھا ہوا تھا اور ذوالنون جیزہ میں رہتے تھے کہنے لگے کہ تم ہمارے فلاں دوست کو جانتے ہو جو فسطاط میں رہتے ہیں۔ میں نے کہا، ہاں واقف ہوں۔ فرمایا تو یہ میں ان کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، تم ان کو دے

آ ؤ۔ میں نے وہ رومال سے بندھا ہوا طباق لے لیا اور میں اس کو لے کر طویل راستہ پر چلتا رہا اور سوچتا رہا کہ ذوالنون جیسا شخص فلاں شخص کے پاس ہدیہ بھیج رہا ہے۔ دیکھنا تو چاہیے کہ اس میں کیا ہے۔ میں صبر نہ کر سکا، یہاں تک کہ پل پر پہنچ گیا۔ وہاں بیٹھ کر رومال کھولا اور ڈھکنا اٹھایا تو اس میں ایک چوہا تھا جو طباق سے کود کر بھاگ گیا۔ میں اس واقعہ سے سخت غصہ میں بھر گیا اور میں نے کہا کہ ذوالنون میرے ساتھ مسخراپن کر رہا ہے اور مجھ جیسے شخص کے ہاتھ چوہا بھیجتا ہے اور اسی غصہ کی حالت میں واپس آ گیا۔ جب ذوالنون نے مجھ دیکھا تو میرے چہرے سے سب کچھ سمجھ لیا۔ پھر کہا اے احمق! ہم نے تیرا تجربہ کیا تھا۔ ہم نے تیرے ہاتھ میں ایک چوہا امانت دیا تھا تو نے اس میں بھی ہمارے ساتھ خیانت کی تو تو کیا ایسے حال کے ہوتے ہوئے میں اللہ کا اسم اعظم تیری امانت میں دے دوں۔ میرے پاس سے چلا جا، میں آئندہ تجھے دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

باب ۱۵

عرب اور علماء عربیت کے واقعات و حکایات

(۲۰۴) نزار بن معد اور اس کے بیٹوں کا عجیب وغریب واقعہ:۔

ہم سے علی بن مغیرہ نے بیان کیا کہ جب نزار بن معد کی وفات کا وقت آیا تو اس نے اپنے مال کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کردیا اور وہ چار تھے۔ مضر اور ربیعہ اور ایاد اور انمار اور کہا بیٹو! یہ سرخ خیمہ جو چمڑے کا بنا ہوا تھا اور جو مال اس سے مشابہت رکھتا ہے وہ مضر کا ہے۔ اسی لئے مضر کو مضر الحمراء کہا جاتا ہے اور یہ سیاہ خیمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ربیعہ کا ہے تو اس نے سیاہ رنگ کے گھوڑے لے لئے، اسی لئے ربیعہ کو ربیعۃ الفرس کہا گیا اور یہ خادمہ اور جو مال اس کے مشابہ ہے وہ ایاد کا ہے اور اس خادمہ کا مخلوط رنگ تھا، جس میں سیاہی اور سفیدی تھی تو ایاد نے ابلق گھوڑے لے لئے اور یہ تھیلی اور سینک انمار کی ہے جس میں یہ اپنی نشست رکھے گا تو انمار نے اپنے حصہ کی چیز لے لی اور بیٹوں سے یہ بھی کہا کہ اگر اشیاء موجودہ کی تقسیم کے بارے میں تم میں اختلاف واقعہ ہوجائے تو تم کو چاہئے کہ افعی بن الافعی جرہمی سے فیصلہ کرالو۔ (مذکورہ بالا قبضہ ابن الافعی جرہمی کے فیصلہ کے بعد عمل میں آیا تھا) جب نزار کا انتقال ہوگیا تو ان بھائیوں میں اختلاف واقع ہوا تو انہوں نے افعی کے سامنے اپنا معاملہ پیش کرنے کا ارادہ کیا اور افعی نجران کا بادشاہ تھا۔ یہ سب روانہ ہوگئے۔ دوران سفر میں مضر کی نظر ایک قطعہ زمین پر پڑی جس میں کسی جانور نے گھاس چری تھی تو کہا کہ جس اونٹ نے یہاں گھاس چری ہے وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا اور وہ ٹیڑھا بھی ہے (یعنی ایک کروٹ میں جھک کر چلتا ہے) اور ایاد نے کہا ابتر یعنی کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور انمار نے کہا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے تھوڑا ہی راستہ قطع کیا تھا کہ ان کو ایک شخص ملا جس کی سواری کا اونٹ کھویا گیا تھا۔

اس نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو مضر نے کہا کیا وہ کانا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ربیعہ نے کہا وہ ٹیڑھا بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ ایاد نے کہا کہ ابتر یعنی بغیر دم کا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ انمار نے کہا کہ وہ بدکا ہوا ہے۔ اس نے اس کی بھی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ واللہ سب صفات میرے اونٹ کی ہیں۔ مجھے بتاؤ کہ وہ کہاں ہے تو ان سب نے اس سے قسم کھا کر کہا کہ ہم نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ ان کو لپٹ پڑا اور کہنے لگا کہ میں تمہیں کیسے سچا سمجھوں جب کہ تم نے میرے اونٹ کی تمام علامات بیان کر دیں اور ان کے پیچھے لگا رہا۔ یہاں تک کہ جب یہ نجران پہنچ گئے اور افعی جرہمی کے یہاں جا کر اترے تو اس اونٹ والے بڈھے نے بادشاہ کو پکار کر کہا کہ ان لوگوں کے ہاتھ میرا اونٹ لگا کیونکہ انہوں نے مجھ سے اس کی تمام علامات بیان کی ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم نے اسے دیکھا ہی نہیں۔ افعی نے ان سے کہا کہ جب تم نے اس کو دیکھا نہ تھا تو اس کی صفات کیسے بیان کیں تو مضر نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ وہ ایک سمت کی گھاس چرتا چلا گیا اور دوسری طرف کی گھاس کو نہیں چھیڑا، میں نے اس سے سمجھا کہ وہ کانا تھا۔ ربیعہ نے کہا کہ زمین پر میں نے اس کے پاؤں کے ایک نشان کو پورا مکمل پایا اور دوسرا نشان خراب، اس سے میں سمجھا کہ وہ اپنے ٹیڑھے پن کی وجہ سے ایک پاؤں زمین پر سخت ڈالتا ہے اور اس کو رگڑتا ہوا اٹھانے کی وجہ سے خراب کر دیتا ہے اور ایاد نے کہا کہ میں نے اس کی مینگنیوں کو مجتمع اور اکٹھی دیکھا، اس سے میں سمجھا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے اور اگر وہ دم والا ہوتا تو اس کے دم ہلانے سے مینگنیاں متفرق ہو جاتیں اور انمار نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ زمین کا ایسا حصہ جہاں گھاس خوب گنجان ہے وہاں سے کچھ کھائی گئی۔ پھر ایسی جگہ کی گھاس کھائی گئی جو اس سے خراب اور بدتر جگہ ہے۔ جہاں کم گھاس ہے۔ میں اس سے سمجھا کہ وہ بدکا ہوا ہے (ورنہ اچھی جگہ سے کھاتا رہتا) افعی نے ان لوگوں کا بیان سن کر بڈھے سے کہا کہ ان لوگوں سے تیرے اونٹ کا تعلق نہیں ہے کہیں اور

جا کر تلاش کر۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم کون ہو تو ان لوگوں نے اپنا پورا قصہ بیان کیا اور اس نے ان کو مرحبا کہا۔ پھر بولا کہ باوجود اس قدر فہم وذکاء کے جس کو میں دیکھ چکا ہوں پھر بھی تم کو میرے فیصلے کی کیسے احتیاج ہوئی؟ پھر ان کے لئے کھانا اور شراب منگائی گئی جب وہ طعام وشراب سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا کہ آج تک میں نے ایسی عمدہ شراب نہیں دیکھی۔ اچھا ہوتا کہ یہ قبر پر لگے ہوئے انگور کی نہ ہوتی اور ربیعہ نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا اعلیٰ گوشت نہیں دیکھا کاش کہ وہ جس بکری کا ہے وہ کتیا کے دودھ سے نہ پرورش کی جاتی اور ایاد نے کہا کہ میں نے آج تک ایسا صاحب مروت وشرافت نہیں دیکھا کاش وہ اسی باپ کا بیٹا ہوتا جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور انمار نے کہا میں نے آج تک ایسی روٹی نہیں دیکھی کیا اچھا ہوتا کہ اس کو حائضہ عورت نہ گوندھتی اور افعی نے ایک شخص کو ان پر متعین کر دیا تھا جو ان کی باتوں پر کان لگائے رکھے۔ اس شخص نے ان کی پوری گفتگو اس کو سنا دی۔ بادشاہ نے اس کے بعد ناظم شراب خانہ کو طلب کر کے اس سے پوچھا کہ جو شراب تم نے اب مہیا کی تھی وہ کس طرح حاصل کی گئی ہے اس نے کہا کہ یہ اس انگور سے بنائی گئی ہے جو آپ کے والد صاحب کی قبر پر لگا ہوا ہے۔ ہمارے پاس اس وقت اس سے زیادہ نفیس شراب موجود نہ تھی اور بادشاہ نے بکری کے بارے میں چرواہے سے تحقیق کی تو اس نے اقرار کیا کہ ہم نے اس کو کتیا کا دودھ پلایا کرتے تھے اور بکریوں میں اسے فربہ اور کوئی بکری نہ تھی اس لئے اسی کو ذبح کیا گیا۔ پھر اپنے محل میں جا کر بادشاہ نے اس کنیز سے سوال کیا جس نے آٹا گوندھا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ حائضہ ہے۔ پھر اپنی ماں کے پاس پہنچا اور اپنے باپ کے بارے میں اس سے تفتیش کی تو اس نے بتا دیا کہ وہ ایسے بادشاہ کے ماتحت تھی جس کی اولاد نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے مجھے اس بات سے بڑی گرانی تھی کہ اس کے بعد حکومت کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ تو میں نے اپنے نفس پر ایک ایسے شخص کو قدرت دے دی جو

ہمارے بعد یہاں مہمان ہوا تھا۔ اس نے جماع کیا جس سے اس سلطنت کا وراث پیدا ہوا۔ اس تحقیق کے بادشاہ ان کی ذکاوت پر حیران ہوگیا۔ اور پھر ان کے پیچھے اس شخص کو لگایا جس نے ان کی باتیں سنی تھیں کہ ان سے جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس کی وجہ دریافت کرے۔ چنانچہ اس شخص نے مل کر ان سے گفتگو کی تو مضر نے کہا یہ شراب اس انگور سے بنائی گئی جو قبر پر لگا ہوا ہے مجھے ایسے معلوم ہوئی کہ شراب کا خاصہ ہے کہ جب پی جاتی ہے تو (سرور لاتی ہے) اور غم زائل ہو جاتا ہے اور اس کا اثر میں نے اس کے خلاف پایا۔ جب اس کو پیا تو دل پر غم کا غلبہ ہوگیا۔ ربیعہ نے کہا یہ بات کہ یہ گوشت ایسی بکری کا ہے جو کتیا کے دودھ سے پالی گئی ہے مجھ کو اس وجہ سے معلوم ہوئی کہ بھیڑ بکری اور دوسرے اقسام حیوانات کا گوشت نیچے اور چربی اوپر ہوتی ہے بجز کتے کے کہ اس کا گوشت اوپر اور چربی نیچے ہوتی ہے تو میں نے اس میں کتے کی یہ خاصیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ ایسی بکری کا گوشت ہے جس کو کتیا کا دودھ پلایا گیا ہے اور اس سے گوشت نے یہ خاصیت حاصل کیا اور ایاد نے کہا کہ یہ بات کہ بادشاہ اپنے باپ کا بیٹا نہیں ہے جس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، میں نے اس طرح معلوم کی کہ اس نے ہمارے لئے کھانا تیار کرایا مگر خود ہمارے ساتھ نہیں کھایا۔ میں اس سے سمجھا کہ یہ اس کی طبعی حالت اس کے باپ جیسی نہیں ہے کیونکہ وہ ایسا نہیں کیا کرتا تھا اور انمار نے کہا کہ یہ بات کہ روٹی حائضہ کے گوندھے ہوئے آٹے کی ہے میں ایسے سمجھا کہ روٹی کو انگلیوں سے توڑنے سے اس کے باریک ریزے ہو جاتے ہیں مگر اس کے نہیں ہوتے تھے۔ اس سے سمجھا کہ اس کو حائضہ نے گوندھا تھا (اس لئے چڑیلی ہوگئی) اس شخص نے افعی کو اس تمام گفتگو سے مطلع کیا۔ اس نے کہا یہ لوگ تو شیاطین ہیں (ان کو جلد رخصت کرنا چاہیے) پھر ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اپنی روداد سناؤ تو انہوں نے جو کچھ ان کے باپ نے وصیت کی تھی بیان کی اور جو کچھ باہم اختلاف واقع ہوا وہ بھی بیان کیا تو اس نے فیصلہ کیا کہ جو مال

سرخ خیمہ کے مشابہ ہے وہ مضر کا ہے تو اس کے حصہ میں دینار اور سرخ رنگ کے اونٹ آئے۔ اسی لئے مضر کو مضر الحمراء کہا گیا ہے۔ پھر کہا اور جو اموال سیاہ قبہ کے مشابہ ہیں خواہ چوپائے ہوں یا اور کچھ وہ ربیعہ کا حصہ ہے تو اس کو سیاہ رنگ کے گھوڑے دیئے گئے۔ اسی لئے اس کو ربیعتہ الفرس کہا گیا اور جو مال اس خادمہ کے مشابہ ہو جس کے رنگ میں سفیدی اور سیاہی ہے وہ ایاد کا ہے تو اس کے حصہ میں ابلق گھوڑے اور گائے بیل آئے اور انمار کے حق میں درہموں اور زمین کو تجویز کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ واپس آ گئے۔

(۲۰۵) قیس بن زہیر کا واقعہ:

(مقولہ مؤلف) جاننا چاہیے کہ عرب بطور ضرب المثل صاحب ذکاوت کے لئے دہاء کا استعمال کرتے ہیں (دہاء کے معنی جودت رائے اور خدق (مہارت) کے ہیں) کہتے ہیں ادھی من قیس بن زہیر یعنی قیس بن زہیر سے زیادہ بڑی سمجھ رکھتا ہے۔ یہ قیس بن زہیر بنی عبس کا سردار تھا اور نہایت ذکی مانا جاتا تھا۔ اس کا مقولہ ہے کہ چار ایسے ہیں جو جلد ابل پڑتے ہیں۔ غلام مملوک جب خود مالک بن جائے اور کمینہ جب پیٹ بھرا ہوا بن جائے اور باندی جب وارث بن جائے اور بدشکل عورت جب اس کا نکاح ہو جائے۔

(۲۰۶) عہد شکنی کا خوف:۔

شعبی سے مروی ہے کہ عمرو بن معدیکرب ایک دن مسلح اور سوار ہو کر) ایک قبیلہ میں پہنچے (جس سے عداوت تھی) تو انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑا بندھا ہوا ہے اور نیزہ زمین پر گڑا ہوا ہے اور اس کا مالک ایک گڑھے میں قضا حاجت میں مشغول ہے۔ انہوں نے اس کو للکارا کہ اپنے ہتھیار سنبھال، میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے پوچھا کہ تو کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں عمرو بن معدیکرب ہوں۔ اس نے کہا اے ابو ثور تو میرے ساتھ انصاف نہیں کر رہا ہے (یہ کہاں کی بہادری ہے) کہ تو

گھوڑے کی پشت پر سوار ہے اور میں کنویں کے اندر رہوں (مردانگی یہ ہے کہ) تو مجھ سے یہ عہد کرے کہ مجھے تو اس وقت تک قتل نہیں کرے گا جب تک میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار نہ ہو جاؤں اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لوں۔ عمرو بن معدیکرب کہتے ہیں کہ میں نے اس کو یہ قول دے دیا کہ میں اس کو اس وقت تک قتل نہیں کروں گا جب تک گھوڑے پر سوار نہ ہو جائے اور اپنے ہتھیار نہ سنبھال لے تو وہ اس جگہ سے نکلا جس میں قضاء حاجت کے لئے بیٹھا تھا اور اپنی تلوار کو نیام میں کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ نہ میں گھوڑے پر سوار ہوں گا اور نہ تجھ سے قتال کروں گا۔ اگر تو عہد توڑنا چاہتا ہے تو تو جان (اور تمام عمر عہد شکنی کے داغ کو منہ پر لگائے پھرانا) اس کے بعد مجھے اس شخص کو چھوڑنا اور واپس آنا پڑا۔ میں نے اس سے بڑا حیلہ ساز نہیں دیکھا۔

(۲۰۷) بنوالعنبر کے ایک شخص کا حیلہ :۔

ابو حاتم اصمعی کہتے ہیں کہ ہم سے بنی عنبر کے ایک شیخ نے بیان کیا کہ بنو شیبان نے بنی العنبر کے ایک شخص کو قید کر لیا۔ اس نے ان سے کہا کہ میں اپنے خاندان والوں کے پاس قاصد بھیجنا چاہتا ہوں تا کہ وہ میرا فدیہ ادا کر دیں۔...... انہوں نے کہا بشرطیکہ قاصد سے جو گفتگو کرنا ہو وہ ہمارے سامنے کرو۔ پھر وہ قاصد کو لے آئے۔ اس نے قاصد سے کہا کہ میری قوم سے جا کر کہنا کہ ان الشجر قد اورق یعنی درختوں پر پتے آ گئے۔ وان النساء قد اشتکت یعنی اور عورتیں بیمار ہو گئیں۔ (یہ وہ ترجمہ ہے جو سننے والے ظاہر معنی کے اعتبار سے سمجھیں گے) پھر اس قاصد سے پوچھا کہ تو سمجھتا ہے؟ اس نے کہا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ یہ رات ہے۔ کہنے لگا مجھے اطمینان ہو گیا کہ تو سمجھتا ہے (دل کی بات یہ تھی) کہ اب یہ اطمینان ہو گیا کہ بے وقوف ہے۔ جو کلمات میں کہوں گا وہ میرے مقصد پر مطلع ہوئے بغیر ضرور پہنچا دے گا) اب تو روانہ ہو جا

اور میرے متعلقین سے یہ کہہ دو کہ "میرے بھورے اونٹ کی پشت سے بوجھا تار لو۔ (متبادر (ذہن میں آنے والا) معنی یہ ہیں کہ اس کو فروخت کر کے میرے فدیہ کی رقم کا انتظام کرو) اور میری سرخ رنگ اونٹنی پر سوار ہو جاؤ اور حارثہ سے میرے معاملہ میں پوچھو۔) قاصد یہ پیغام لے کر قوم کے پاس پہنچ گیا۔ قوم نے حارثہ کو بلالیا (یہ وہاں کا ایک ذہین شخص تھا) اس کے سامنے قاصد نے پوری بات بیان کر دی۔ حارثہ نے قوم سے تنہائی میں بیان کیا کہ "ان الشجر قداورق " سے اس کی مراد یہ ہے کہ قوم (بنو شیبان) مسلح ہو چکی ہے (جبکہ کوئی شخص مسلح ہو جائے تو کہا جائے اورق الرجل) اور اس کا یہ کہنا کہ ان النساء قد اشتکت کا (یہاں اشتکت کے معنی بیمار ہو گئیں کے نہیں ہیں بلکہ) یہ مطلب ہے کہ انہوں نے جنگ کے لئے شکا فراہم کر لئے ہیں (شکا پانی کے چھوٹے مشکیزے کو کہتے ہیں) اور اس کے اس اشارے سے کہ یہ رات ہے یہ مراد ہے کہ یہ تم پر رات کی طرح یا رات کو چھا جائیں گے اور اس کا یہ کہنا کہ عروا جملی اس کا مطلب یہ ہے کہ تم سب صمان سے کوچ کر جاؤ (صمان اس گاؤں کا نام ہے) اس اس کا یہ کہنا کہ ارکبوا ناقتی الحمرا ءاس سے اس کی مراد یہ ہے کہ تم جلد میدان کی طرف نکل جاؤ (جہاں کی سرخ گھاس ہے) جب یہ مطلب انہوں نے سمجھ لیا تو سب اپنے مکانوں سے نکل گئے۔ پھر جب قوم نے حملہ کیا اور لوگ وہاں پہنچے تو وہاں ان کو ایک بھی نہ ملا۔

(۲۰۸) عرب کے ایک جوان کی حکایت :۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ مجھے ابن الاعرابی سے یہ حکایت پہنچی کہ قبیلہ طے نے عرب کے ایک جوان کو قید کر لیا تھا تو اس کے باپ اور چچا پہنچے تا کہ فدیہ دے کر اسے لے جائیں تو ان لوگوں نے ان دونوں سے رقم فدیہ بڑھانے کے لئے جھگڑنا شروع کر دیا، وہ ان کو جو رقم دینا چاہتے تھے یہ لوگ اس پر راضی نہ ہوئے تو اس کے باپ نے (بیٹے کے سامنے) ان سے کہا نہیں "قسم ہے اس ذات کی جس نے فرقدین کو

(دوستاروں کے نام سے جو اکٹھے رہتے ہیں) پیدا کیا جو صبح اور شام جبل طے پر طلوع رہتے ہیں جو کچھ میں دنیا چاہتا ہوں اس پر کچھ بھی نہ بڑھاؤں گا۔" پھر دونوں واپس آ گئے اور پھر باپ نے چچا سے کہا کہ میں اپنے بیٹے کے کانوں میں ایسی بات ڈال آیا ہوں کہ اس میں سمجھ ہے تو نجات کی راہ نکال لے گا۔ اس پر زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ ان سے آملا اور ایک حصہ ان کے اونٹوں کو بھی ہنکالایا باپ نے اس کو یہ بات سمجھائی تھی کہ سفر میں فرقدین کا خیال رکھنا کہ یہ دونوں ستارے آج کل اس پر طلوع ہو رہے ہیں اور اس سے غائب نہیں ہوتے۔

(۲۰۹) عربی ادب کا ایک نمونہ:۔

ابن الاعرابی نے ہمیں حکایت سنائی جو اس کو ان کے مشائخ سے معلوم ہوئی تھی کہ قبیلہ بنی تمیم میں کا ایک شخص تھا جس کی ایک خوبصورت بیٹی تھی اور وہ شخص غیرت مند تھا۔ اس نے اپنے مکان میں ایک کمرہ بنوادیا جو بیٹی اور اس کے شوہر کے لئے خاص کر دیا تھا۔ یہ شوہر اس کے خاندان میں کا تھا۔ یعنی اس لڑکی کے چچا کی اولاد میں سے تھا۔ اب یہ حال پیش آیا کہ قبیلہ کنانہ کے ایک نوجوان کا اس کمرہ کی جانب سے گذر ہوا، اس کی نظر اس لڑکی پر اور لڑکی کی نظر اس پر پڑی اور دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے شدید محبت پیدا ہوگئی۔ اس نوجوان کا اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا تو اس نے (اظہار محبت اور پیغام کے لئے) یہ صورت نکالی کہ ایک شعر بنایا اور قبیلہ کے ایک بچے کو سکھایا اور اس کو یہ سمجھایا کہ یہ کھیلنے کے حیلہ سے تو اس گھر میں چلا جا اور اس شعر کو اس طرح پڑھتے رہنا کہ نہ سر کو اوپر اٹھانا اور نہ کسی سے مخاطب ہو کر پڑھنا اور نہ کسی کی طرف ارشاہ کرنا تو لڑکے کو جس طرح سمجھایا تھا اس نے اسی طرح کیا۔ اور اس لڑکی کا شوہر ایک دو دن کے بعد ایک سفر کا عزم کئے ہوئے تھا لڑکے نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا:

لحی اللہ من یلحیٰ الحب اھلہ

ومن یمنع النفس اللجوج ھواھا

(خدا برا کرے اس شخص کا جو محبت پر اہل محبت کو برا رکھتا ہے۔اور کون شخص ہے جو نفس حریص کو اس کی خواہش سے روک سکے۔)

لڑکی نے جب یہ شعر سنا تو سمجھ گئی اور یہ شعر کہا:

الا انما بین التفرق لیلۃ

وتعطی نفوس العاشقین مناھا

(خبر دار رہ! جدائی کی صرف ایک رات باقی ہے! کیونکہ شوہر سفر پر جانے والا ہے) اور عاشقوں کے نفوس کو ان کی تمنائیں دی جائیں گی۔)

ماں نے سنا تو سب کچھ سمجھ گئی اور اس نے یہ شعر کہا:

الا انما تعنون ناقۃ رحلکم

فمن کان ذا نوق لدیہ رعاھا

(ارے تم نے کوچ کرنے کے لئے ناقہ کی نیت کر رکھی ہے لیکن جو ناقہ کا مالک ہے وہ اس کے پاس اس کی نگہداشت کرتا ہے۔)

باپ نے بھی سنا اور سب کچھ سمجھ گیا۔اس نے یہ شعر کہا:

فانا سنرعاھا ونوثق قیدھا

ونطرد عنھا الوحش حین اتاھا

(ہم اس کو چرائیں گے اور اس کی نگہداشت کڑی کر دیں گے اور جو وحشی اس کے قریب آئے گا اس کو بھگا دیں گے۔

شوہر نے بھی یہ اشعار سن لئے اور سب واقعہ سمجھ گیا تو اس نے یہ شعر کہا:

سمعت الذی قلتم فھا انا مطلق

فتاتیکم مھجورۃ لبلاھا!

جو کچھ تم سب نے کہا وہ میں نے سن لیا میں اس کو آزاد کئے دیتا ہوں تا کہ وہ

عورت چھوڑی ہوئی بن کر اپنے ابتلاء کے باعث تمہارے پاس آ سکے۔

چنانچہ شوہر نے طلاق دے دی اور اس نوجوان نے اس کے پاس اپنا رشتہ بھیج دیا اور مہر پر راضی کر لیا۔ پھر اس سے نکاح ہو گیا۔

(۲۱۰) ہوائیں رک گئیں:۔

عتبی نے ہم سے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ جب ہم بصرہ میں تھے تو شدید گرمی پڑی اور ہوا بند تھی تو ایک اعرابی سے کہا گیا کہ تمہاری ہواؤں کو کیا ہوا تو اس نے کہا رک گئی۔ گویا کچھ لوگوں کی باتیں کان لگا کر سن رہی ہیں۔

(۲۱۱) ایک دیہاتی شخص کی دعا:۔

ہم سے ربیع نے بیان کیا کہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے ایک قوم کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی حاجت کا اظہار کیا اور کہا خدا تم پر رحم کرے، میں مسافر ہوں اور سفر کی صعوبت میں گرفتار ہوں۔ اللہ اس شخص پر رحمت کرے جس کو وسعت دی گئی اور اس نے کسی حاجت مند کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کو ایک آدمی نے ایک درہم دیا تو اس نے اس سے کہا، خدا تجھے اجر عطا کرے، بغیر اس کے کہ (پہلے) تجھے کسی تکلیف میں ڈالا۔

(۲۱۲) عربی ادب اور فصاحت کی ایک مثال:۔ ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک عربی دیہاتی نے اپنے بھائی سے کہا کہ کیا تو دودھ کی چھاچھ بغیر کھنکارے ہوئے پی سکتا ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ دونوں نے اس شرط پر ایک رقم طے کر لی۔ جب اس نے پیا تو گلے میں تکلیف ہوئی تو اس نے کھنکھارنے کی ترکیب نکالی اور) کہا کبش املح و نبت اقبح و انافیه اسجح (ان کلمات سے معنی مقصود نہیں، معنی یہ ہیں مینڈھا چت کبرا ہے اور گھاس خراب ہے اور میں اس میں نرمی اختیار کر رہا ہوں۔ مقصود کھنکھار کا بدل ح کو بنانا ہے) بھائی نے کہا تو کھنکھار رہا ہے تو اس نے کہ من تنحنح فلا افلح (جو کھنکھارے گا وہ نفع میں نہ رہے گا۔ ایسے الفاظ سے جواب دیا

کہ پھر کھنکھار پیدا ہو گئی۔)

(۲۱۳) ایک دیہاتی صحرائی عرب کی تقسیم طعام (کھانا):۔

ابراہیم بن المنذر الحزامی نے یہ قصہ سنایا کہ ایک دیہاتی صحرائی عرب کے باشندوں میں سے ایک شہری کے یہاں آیا۔ اس نے اس کو اپنے یہاں بطور مہمان ٹھہرایا۔ اس کے پاس بہت مرغیاں تھیں اور اس کے گھر والوں میں ایک بیوی اور اس کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ یہ شہری میزبان بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا آج ناشتہ کے لئے مرغی بھون کر لے آنا۔ جب ناشتہ تیار ہو کر آ گیا تو میں اور میری بیوی اور دونوں بیٹے اور دونوں بیٹیاں اور وہ اعرابی سب ایک خوان پر بیٹھ گئے۔ ہم نے وہ بھنی ہوئی مرغی اس کے سامنے کر دی اور کہا آپ ہمارے درمیان اسے تقسیم کر دیجیے۔ ہم نے اس سے ہنسنے اور مذاق کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ اس نے کہا تقسیم کرنے کا کوئی احسن طریق تو میں نہیں جانتا۔ لیکن اگر تم میری تقسیم پر راضی ہو تو میں سب پر تقسیم کرنے کو تیار ہوں۔ ہم نے کہا ہم سب راضی ہیں۔ اب اس نے مرغی کا سر پکڑ کر کاٹا اور کہا راس (یعنی سر) رئیس کے لئے۔ پھر دونوں بازو کاٹے اور کہا دونوں بازو دونوں بیٹوں کے۔ پھر دو پنڈلیاں کاٹیں اور کہہ ساقین دونوں بیٹیوں کی۔ پھر پیچھے کی دم کا حصہ کاٹا اور بولا کہ عجز (یعنی چوتڑ والا حصہ) عجوز (بڑھیا) کے لئے۔ پھر کہا زور (یعنی دھڑ کا پورا حصہ) زائر (مہمان) کا۔ اس طرح پوری مرغی پر قبضہ کیا۔ جب اگلا دن آیا تو میں نے بیوی سے کہا کہ آج پانچ مرغیاں بھون لینا۔ پھر جب صبح کا ناشتہ لایا گیا تو ہم کہا نے تقسیم کیجیے تو کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ آپ صاحبان کو میری شام کی تقسیم قابل اعتراض ہوئی۔ ہم نے کہا نہیں، ایسا نہیں ہوا۔ آپ تقسیم کیجئے۔ کہنے لگا کہ جفت کا حساب رکھوں یا طاق کا؟ ہم نے کہا طاق کا۔ تو کہا بہتر! تو یہ ہوگا، تو اور تیری بیوی اور ایک مرغی، پورے تین ہو گئے (یہ کہہ کر) ایک مرغی ہماری طرف پھینک دی پھر کہا تیرے دو بیٹے اور ایک مرغی پورے تین

ہو گئے ۔پھر کہا اور تیری دو بیٹیاں اور ایک مرغی پورے تین ہو گئے اور خود دو مرغیاں لے کر بیٹھ گیا۔۔پھر ہمیں یہ دیکھ کر ہم اس کی دو مرغیوں کو دیکھ رہے ہیں بولا کہ تم لوگ کیا دیکھ رہے ہو؟ شاید تمہیں میری طاق والی تقسیم پسند نہیں آئی وہ تو اسی طرح صحیح ہو سکتی ہے۔ہم نے کہا اچھا تو جفت کے حساب سے تقسیم کیجئے۔یہ سن کر پھر سب مرغیوں کو اکٹھا کر کے اپنے سامنے رکھ لیا اور بولے تو اور تیرے دونوں بیٹے اور ایک مرغی چار ہو گئے ۔(یہ کہہ کر میری طرف ایک مرغی پھینک دی)اور بڑھیا اور اس کی دونوں بیٹیاں اور ایک مرغی ان کی طرف پھینک دی اور میں اور تین مرغیاں مل کر چار ہو گئے (یہ کہہ کر) تین مرغیاں اپنے آگے رکھ لیں ،پھر آپ نے اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ تیرا بڑا احسان ہے تو نے ہی مجھے اس تقسیم کی سمجھ عطا فرمائی ۔

(۲۱۴)ایک اعرابی کا جواب:۔

ابن الاعرابی سے منقول ہے کہ ایک اعرابی سے سوال کیا گیا تم نے کس حال میں صبح گذاری تو اس نے کہا کہ اس حال میں کہ ہر شے کو اپنے سے بھاگتا ہوا اور نحوست کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھتا ہوں۔

(۲۱۵)التین (انجیر)اور اعرابی:۔

مہدی بن سابق نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک اعرابی ایک شخص سے ملنے کے لئے آیا۔اس شخص کے سامنے ایک طباق میں انجیر رکھے ہوئے تھے۔اس نے اس اعرابی کو دیکھ کر ان کو ایک چادر سے ڈھانپ دیا اور اعرابی نے بھی دیکھ لیا تھا۔وہ سامنے بیٹھ گیا۔اس شخص نے اعرابی سے کہا کہ قرآن کی کچھ آیات عمدگی سے سناؤ گے؟اس نے کہا ہاں سنا سکتا ہوں۔اس نے کہا تو سنایئے۔اس نے پڑھنا شروع کیا

ہی) ہے۔تین انجیر کو کہتے ہیں۔

(۲۱۶)عیسٰی بن مریم کی دیت (خون بہا) :۔

عیسٰی بن عمر نے بیان کیا کہ ایک اعرابی کو بحرین کا والی (گورنر) بنا دیا گیا۔اس نے وہاں کے سب یہودیوں کو جمع کرلیا اور کہا کہ تم عیسٰی بن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے ان کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔یہ سن کر اس نے کہا پھر تو یہ ضروری بات ہے کہ تم نے اس کی دیت (خون بہا)ادا کی ہوگی؟ان لوگوں نے جواب دیا''نہیں''اعرابی نے کہا تو واللہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے جب تک اس کی دیت نہ دے دو۔تو جب تک ان سے دیت نہ وصول کرلی جانے نہ دیا جائے۔

(۲۱۷)ابو العاج اور عقیدہ تثلیث :۔

ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ ابو العاج حوالی بصرہ کا عامل (گورنر) تھا۔اس کے سامنے عیسائی شخص لایا گیا۔ابو العاج نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بندار شہر بندار بتایا۔عامل نے کہا کہ پھر تو تم تین ہو اور ایک جزیہ دیتے ہو۔نہیں خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا۔اس سے تین جزیے وصول کیے۔

(۲۱۸)ابو العاج اور تبالہ کی گورنری :۔

ان ہی سے مروی ہے کہ اس کو تبالہ کا حکام بنایا گیا تو یہ منبر پر چڑھا اور بغیر خدا کی حمد و ثناء کہے یہ کہنا شروع کیا کہ امیر المومنین نے تمہارے اس شہر پر مجھے حاکم بنا کر بھیجا ہے اور خدا کی قسم میں نہیں پہچانوں گا کہ یہ موقع حق کا ہے یا نہیں۔یہ میرا کوڑا ہے۔میرے پاس ظالم آئے یا مظلوم میں تو دونوں ہی کو ادھیڑ ڈالوں گا۔تو لوگ حقوق کے سلسلہ میں آپس میں ہی لین دین کرکے جھگڑے نمٹا لیا کرتے تھے مگر کوئی مقدمہ ان کے پاس نہیں لاتے تھے۔

(۲۱۹)فقیر کی اونٹنی چوری ہوگئی :۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی نے عمرو بن عبید سے آ کر کہا کہ میری اونٹنی چوری ہو گئی ہے، آپ اللہ سے دُعا کر دیجئے کہ وہ اس کو مجھے پھر دلوائے۔ اُنہوں نے دُعا کی کہ ''اے اللہ! اس فقیر کی اونٹنی چوری ہو گئی اور آپ نے یہ ارادہ نہیں کیا تھا کہ وہ چوری ہو جائے اسے اللہ اس کو اس کے پاس واپس بھیج دیجئے۔'' اعرابی نے کہا اے شیخ! بس اب میری ناقہ گئی۔ اب میں اس سے نا اُمید ہو چکا۔ شیخ نے کہا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ جب اللہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ چوری نہ ہو جائے پھر بھی چوری ہو گئی تو مجھے یقین نہیں ہوتا کہ اب وہ میری اونٹنی کو واپس کرنے کا ارادہ کرے گا۔ اب وہ واپس نہ آئے گی اور یہ کہہ کر ان کے پاس سے چل دیا۔

(۲۲۰) صحبت کا اثر:۔

حاجب بن زرارہ نے بارگاہ کسریٰ میں حاضری کی اجازت چاہی تو حاجب نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں عرب قوم ایک (معمولی) شخص ہوں تو اجازت مل گئی۔ جب کسریٰ کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے تو کسریٰ نے پوچھا کہ تو کون ہے تو انہوں نے کہا میں ایک عرب سردار ہوں۔ کسریٰ نے کہا کیا تو نے ہی حاجب سے یہ نہیں کہا تھا کہ میں ایک معمولی شخص قوم عرب کا ہوں۔ اس نے کہا بے شک میں نے کہا تھا لیکن میں اُس وقت بادشاہ کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ اس حال میں ان ہی کی طرح عام آدمی تھا۔ لیکن جب بادشاہ کے حضور میں پہنچ گیا تو سردار بن گیا۔ کسریٰ نے کہا ''زِہ'' (یہ ایک فارسی کلمہ ہے جس کے معنی ہیں ''خوب'' کسریٰ جب کسی سے خوش ہو کر ''زِہ'' کہتا تھا تو اس کو انعام دیا جاتا تھا) اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا جائے۔

(۲۲۱) ایک اعرابی کی ادبی ظرافت:۔

ساتھ گرانے یا جھٹکا دینے کے ہیں اور اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام ہے)اعرابی نے کہا اگر میں ایسا کروں گا تو بہت برا آدمی ہوں گا۔ پھر اس نے پوچھا کہ تم فلسطین کو جر دیتے ہو (جر کے اصطلاحی معنی زیر کے ہیں اور لغوی معنی ہیں کھینچنا) اعرابی نے کہا پھر تو میں بڑا طاقتور رہوں گا۔

(۲۲۲)ابو صاعہ شاعر کے پریشان خیالات :۔

جاخط سے یہ بھی منقول ہے کہ ابو صاعد شاعر نے غنوی کو ایک رقعہ لکھا جس میں یہ اشعار تحریر کئے۔

رأیت فی النوم انی مالك فرساً

ولی نصیف وفی کفی دنانیر

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک گھوڑے کا مالک ہوں اور میرے پاس ایک شال ہے اور میرے ہاتھ میں بہت سے دینار ہیں۔

فقال قوم لهم علم و معرفته

رایت خیراً وللاحلام تفسیر

تو اصحاب علم ومعرفت نے کہا۔ تیرا خواب بہت اچھا ہے اور خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔

اقصص منامك فی دارالامیر تجد

تحقیق ذاك وللفال التباشیر

تو اپنا خواب امیر کی بارگاہ میں بیان کر تو اس کی حقیقت تجھ کو مل جائے گی اور (یہ کہ خواب اچھی فال ہے)اور فال سے اچھی بشارتیں وابستہ ہوتی ہیں۔

غنوی نے یہ رقعہ پڑھ کر اس کی پشت پر تحریر کر دیا۔

اضغاث احلام وما نحن بتاویل الاحلام بعلمین

(یہ قرآن مجید کی آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ یہ پریشان خیالات ہیں اور ہم

لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے۔)

(۲۲۳) ایک شعر پر ابو عثمان مازنی کا تبصرہ:۔

ایک شخص نے ابو عثمان مازنی کو اپنا ایک شعر سنایا اور پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسے ہے؟ مازنی نے کہا میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو نے ایک عمل کیا ہے۔(عمل اصطلاح اطباء میں پیٹ سے مواد خبیثہ کو حقنہ وغیرہ کے ذریعہ سے نکالنے کی تدابیر کو کہتے ہیں) اپنے پیٹ سے اس کو نکالنے کے لئے اگر تو اسے چھوڑ دیتا تو مرض شک میں مبتلا ہو جاتا۔

(۲۲۴) قضائے حاجت کے لئے ایک اعرابی کا حیلہ:۔

منقول ہے کہ ایک اعرابی کشتی میں سوار ہوا۔ پھر اس کو پاخانے کی ضرورت ہوئی تو چلانے لگا۔ نماز......نماز......تو لوگوں نے کشتی کو کنارے کے قریب کر دیا تو نکلا اور قضائے حاجت کی۔ اور پھر واپس آ کر کہنے لگے (اپنی کشتی) لے جاؤ۔ تم پر بھی اس کے بعد یہ وقت آئے گا۔

(۲۲۵) ایک اعراب کا ادبی مزاح:۔

ایک اعرابی نے چند لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کے نام پوچھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میرا نام وثیق ہے (وثیق کے معنی ہیں باندھنے والا) دوسرے نے اپنا منیع بتایا (منیع کے معنی ہیں روکنے والا) تیسرے نے اپنا نام ثابت بتایا۔ چوتھے نے کہا میرا نام شدید ہے۔ اعرابی سن کر کہنے لگا کہ میں سمجھ گیا۔ تالے تمہارے ہی ناموں سے بنائے جاتے ہیں۔

(۲۲۶) بادشاہ کی ایک شاہی خواہش:۔

ہشام ابن عبد الملک نے ایک دن اپنے مصاحبوں سے کہا کون شخص ہے جو مجھے ایسی گالی دے جس میں فحش لفظ نہ ہو۔ اس کے انعام میں یہ منقش چادر اس کو دی جائے گی۔ وہاں ایک اعرابی موجود تھا اس نے کہا ''اس ڈال دے او بھینگے'' ہشام نے (

اس کو دیتے ہوئے) کہا "لے اسے تجھے خدا سمجھے۔"

(۲۲۷) ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے :۔

ابو العنیاء صاعد کے دروازے پر آ کر کھڑے ہوئے تو ان کو اطلاع دی گئی کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں تو واپس ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد دوبارہ آئے پھر یہی کہا گیا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ابولعینا ء نے کہا ہر نئی چیز میں لذت ہوتی ہے۔ (یعنی نئے نمازی معلوم ہوتے ہیں۔)

(۲۲۸) وفوق کل ذی علم علیم :۔

حسن سے پوچھا گیا کہ ایام بیض (ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں، پندرھویں تاریخ) کے روزے مستحب ہونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ تو ایک اعرابی جوان کے حلقہ میں بیٹھا تھا بولا۔ "لیکن میں جانتا ہوں۔" آپ نے پوچھا کہ کیا وجہ جانتے ہو؟" اس نے کہا کہ چاند گرہن ہمیشہ ان ہی میں سے کسی تاریخ میں ہوتا ہے اور اللہ تعالی کو یہ بات پسند ہے کہ آسمان پر جب کوئی امر حادث ہو تو اس زمانہ میں زمین میں اس کی خاص عبادت کی جائے۔

ایک اعرابی سلیمان بن عبدالملک کے دستر خوان میں شریک طعام ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھانا شروع کر دیئے۔ اس سے حاجب نے کہا اپنے آگے سے کھاؤ۔ اس نے کہا دوسروں پر عیب لگانے والا خود اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہ بات سلیمان کو ناگوار گذری۔ فرمایا کہ آئندہ اس شخص کو یہاں نہ آنے دیا جائے۔

(۲۲۹) دستر خوان میں ایک اعرابی کی شرکت طعام :۔

ایک دوسرے اعرابی کو بھی سلیمان کے دستر خوان میں شرکت طعام کا موقع ملا۔ اس نے بھی آگے ہاتھ بڑھائے تو حاجب نے اس سے کہا کہ اپنے قریب سے کھاؤ۔ اس نے کہا جو سبزہ زار میں داخل کر دیا گیا اس کو اختیار دے دیا گیا۔ سلیمان کو اس کا جواب پسند آیا اور اس کی حاجتیں پوری کر دیں۔

(۲۳۰)ایک فصیح زبان اعرابی:۔

ابن المدبر سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ شکار کے تعاقب میں ہارون الرشید اور عیسیٰ جعفر بن منصور کا بیٹا اور فضل بن ربیع وزیر اپنے خدام کی جماعت میں داخل ہوئے۔ ان کی ایک فصیح زبان اعرابی سے ملاقات ہوئی۔عیسیٰ اس سے لپٹ پڑا۔اس حد تک اس کو یا ابن الزانیہ کہہ دیا۔یعنی اے زنا کار عورت کے بیٹے۔اس نے کہا کہ تو نے کس قدر گندہ کلام کیا تجھ کو معافی مانگنا چاہیے ورنہ اس کا مالی معاوضہ دینا چاہئے۔ تجھے اس بات پر ان دونوں خوبصورت شخصوں کے فیصلہ پر رضامند ہونا چاہئے جو یہ ہمارے مابین نافذ کریں۔عیسیٰ نے کہا مجھے منظور ہے۔دونوں نے اعرابی سے کہا کہ اس گالی کے بدلے میں اس سے دو دانگ وصول کر لے۔اس نے ان سے کہا کیا یہی فیصلہ ہے؟ انہوں نے کہاہاں۔اعرابی نے کہاتو یہ لو ایک درہم اور (میں کہتا ہوں کہ)تم سب کی مائیں زنا کار ہیں (تم تینوں ان میں سے دو دو دانگ تقسیم کر لینا۔ ایک درہم چھ دانگ کو ہوتا ہے) اور جو میرا تمہارے ذمہ واجب ہے وہ میں تمہیں بخشتا ہوں۔اس کے بعد یہ سب ہنسی سے بے اختیار ہو گئے اور ان کے تمام دن کا تفریحی مشغلہ اس اعرابی کی باتیں بن گئیں اور اس کو ہارون نے اپنے خواص میں شامل کر لیا۔

(۲۳۱)سب سے زیادہ اور منفعت بخش مزدوری:۔

ایک اعرابی نے ایک شخص سے یہ حدیث سنی جو عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا جس شخص نے حج کی نیت کی اور کسی مجبوری کی وجہ سے وہ حج نہ کر سکا تو اس کو حج کا ثواب دیا جائے گا تو اعرابی نے کہا اس سال کوئی مزدوری اس سے زیادہ سستی اور منفعت بخش نہیں رہی۔

(۲۳۲)چاند کے سینہ میں داغ کیوں ہے:۔

ایک اعرابی نے رمضان میں چودھویں رات کا چاند دیکھ کر کہا تو خود تو موٹا ہو گیا اور

مجھے دبلا کر دیا۔ (اسی کی تجھے سزا ملی ہے کہ) خدا نے مجھے دکھا دیا کہ تو سل میں مبتلا ہو گیا۔ (تیرے سینہ میں اسی کے داغ ہیں۔)

(۲۳۳) اعرابی کی بددعا:۔

ایک اعرابی نے عامل کو بددعا دی کہ خدا تجھ پر صادات دے۔ (اس کی مراد صاد والے حروف ہیں) یعنی صنع (تھپڑ) اور صرف (یعنی صرف الدہر بمعنی گردش ایام اور صلب (سولی)۔

(۲۳۴) ایک اعرابی کی عجیب دعا:۔

ایک اعرابی نے دعا کی اے اللہ جس نے مجھ پر صرف ایک مرتبہ ظلم کیا تو اسے جزاء خیر دے (کہ دوبارہ نہ کیا) اور جس نے مجھ پر دو مرتبہ ظلم کیا تو مجھے بھی جزا دے اور اس کو بھی دے اور جو تین مرتبہ ظلم کرے تو صرف مجھے ہی جزا دے دے۔ اسے نہ دیجئے۔

(۲۳۵) ہنڈیا کا جوش:۔

ایک اعرابی نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری ہنڈیا کس حد تک پہنچ گئی؟ عورت نے جواب دیا اس کا خطیب خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہو چکا ہے۔ اس سے ہنڈیا کا جوش مراد لے رہی تھی۔

(۲۳۶) مہدی کو ایک عرب بڑھیا کا فی البدیہہ جواب:۔

ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے ایک عرب بڑھیا کے سامنے کھڑے ہو کر پوچھا کہ تو کس قبیلہ کی ہے۔ اس نے کہا قبیلہ طے کی۔ یہ سن کر اس سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ قبیلہ طے میں حاتم جیسا شخص دوسرا نہیں ہوا۔ اس نے بلا تامل جواب دیا وہی وجہ ہے جس کی بناء پر دنیا کے بادشاہوں میں تجھ جیسا نہیں ہوا۔ مہدی کو اس عورت کے ایسے فی البدیہہ جواب سے حیرت ہوئی۔ اس کو انعام عطا کیا گیا۔

(۲۳۷)زمانہ سے میرا خوب جاتا رہا:۔

اصمعی نے بیان کیا کہ ایک اعرابی عورت سے جس سے پہلے شناسائی تھی میں نے اس کے بیٹے کا حال پوچھا اس نے کہا انتقال ہوگیا اور خدا کی قسم اس کے گم ہو جانے سے اللہ نے مجھے مصائب سے مامون کر دیا پھر یہ شعر پڑھا:۔

وکنت اخاف الدھر ما کان باقیا

فلما تولی مات خوف من الدھر

(ترجمہ)اور وہ جب تک زندہ تھا میں زمانہ سے ڈرا کرتی تھی۔اور جب اس نے پیٹھ پھیری زمانہ سے میرا خوف جاتا رہا۔

(۲۳۸)اجتماع ساکنین:۔

ابن الاعرابی نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا ''میں تمہارے سامنے علیؓ اور معاویہ کا وسیلہ لاتا ہوں تو اس سے کہا کہ تو نے تو دو ساکن جمع کر دیئے (دو ساکن حرفوں کا جمع ہونا کلام کا عیب ہے)

باب ۱۶

ایسے حیلوں کا بیان جو اہل ذکاوت نے اپنا کام نکالنے کے لئے استعمال کئے!

(۲۳۹) ھرمزان کا حضرت عمرؓ سے امن حاصل کرنا:۔

محمد بن سعد سے مروی ہے کہ ہرمزان اہل فارس میں سے تھا جب جلولا کا معاملہ ختم ہوا تو یزدجرد (شہنشاہ فارس) حلوان سے اصفہان کی طرف نکلا پھر اصطخ پہنچا اور ہرمز ان کو تستر کی طرف روانہ کیا۔ ہرمزان نے تستر کا انتظام کیا اور قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ اوران لوگوں کا ابوموسیٰ نے محاصرہ کر رکھا تھا بالآخر اہل قلعہ اس شرط پر باہر آ گئے کہ ان کے بارے میں حضرت عمرؓ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس لئے ابوموسیٰؓ نے ہرمزان اور اس سے ساتھی بارہ سرداروں کو اسیر کر کے حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ان لوگوں کے دیبا کپڑے تھے اور سونے کے پٹکے باندھے اور ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے ہوئے تھے۔ ان کو اسی ہیئت کے ساتھ مدینہ لایا گیا تو لوگوں نے ان کو دیکھ کر تعجب کرنا شروع کر دیا۔ پھر لوگ ان کو لے کر حضرت عمرؓ کے مکان پر پہنچے تو وہ نہیں ملے۔ پھر آپ کو لوگوں نے تلاش کرنا شروع کیا۔ اس پر ہرمزان نے فارسی میں کہا کہ تمہارا بادشاہ کھویا گیا۔ پھر بتایا گیا کہ حضرت عمرؓ مسجد میں ہیں۔ مسجد میں جا کر دیکھا کہ آپ سر کے نیچے چادر رکھے ہوئے سو رہے ہیں۔ ہرمزان نے پوچھا کہ کیا تمہارے بادشاہ یہ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے خلیفہ آپ ہی ہیں اس نے پوچھا کہ کیا ان کا کوئی حاجب اور نگہبان نہیں ہے لوگوں نے کہا ان کا نگہبان اللہ ہے۔ یہاں تک کہ ان کا وقت معین آ پہنچے۔ ہرمزان نے کہا مبارک بادشاہ ہیں (حضرت عمرؓ بیدار ہو چکے تھے آپ نے ان کو دیکھ کر) کہا حمد و ستائش صرف اللہ کے لئے (پھر آپ نے ان کو تبلیغ اسلام کی پھر ان کے انکار پر

قتل کا فیصلہ کیا۔ ہرمزان نے کہا کیا آپ پانی پلا سکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم پر قتل اور پیاس جمع نہیں کئے جائیں گے۔ پھر اس نے پانی منگایا۔ ہرمزاں نے پانی کا برتن ہاتھ میں لے لیا (مگر پینے میں توقف کیا کہ ایسی حالت میں کہ برہنہ شمشیر سامنے ہے کیا اطمینان ہوسکتا ہے کہ یہ گھونٹ حلق سے اترنے کی نوبت آتی ہے یا نہیں۔ یہ دیکھ کر) حضرت عمرؓ نے فرمایا پی لو اور تم کو کوئی اندیشہ نہیں میں تم کو قتل نہیں کروں گا جب تک تم یہ نہیں پیو گے۔ یہ سن کر ہرمزان نے برتن ہاتھ سے پھینک دیا پھر عمر نے قتل کا حکم دیا تو اس نے کہا کہ کیا تم مجھ کو امن نہیں دے چکے ہو؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ وہ کیسے؟ ہرمزان نے کہا آپ نے مجھ سے کہا کہ تم کو کوئی اندیشہ نہیں (جب تک یہ نہیں پی لو گے قتل نہ کئے جاؤ گے اور اب اس پھینکے ہوئے پانی کا پینا ممکن نہیں ہے لہذا قتل بھی واقع نہ ہوگا) یہ سن کر زبیر اور انس اور ابو سعید نے اس کی تصدیق کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو خدا سمجھے اس نے اس طرح امن حاصل کرلیا کہ میں مطلع نہ ہوسکا۔ اس کے بعد ہرمزان نے اسلام قبول کرلیا۔

(۲۴۰) مغیرہ بن شعبہ کو ایک لڑکے نے دھوکہ دیا۔

عبدالملک سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مغیرہؓ بن شعبہ فرماتے تھے مجھے کوئی دھوکہ نہیں دے سکا۔ بجز ایک لڑکے کے جو حرث بن کعب کے خاندان سے تھا۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان کے خاندان کی ایک عورت کا ذکر کیا اور اس وقت میرے پاس بنی حارث میں کا ایک نوجوان موجود تھا اس نے کہا اے امیر آپ کے لیے اس میں کچھ خیر معلوم نہیں ہوتی میں نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو اس کے بوسے لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس کے بعد میں نے توقف کیا کچھ روز کے بعد مجھے اطلاع پہنچی کہ اسی جوان نے اس سے نکاح کرلیا۔ میں نے اس کے پاس ایک شخص کی معرفت یہ کہہ کر بھیجا کیا تو نے مجھے یہ نہیں جتلایا تھا کہ تو نے ایک شخص کو دیکھا ہے جو اس کے بوسے لے رہا تھا۔ (اور اب خود نکاح کرلیا) اس نے کہا ہاں بے شک

میں نے اس کے باپ کو دیکھا تھا کہ وہ اس کو چوم رہا تھا اس کے بعد جب مجھے وہ جوان اور اس کا دھوکا یاد آتا ہے مجھے رنج ہوتا تھا۔

(۲۴۱) چوپایوں کی تجارت:۔

ہیثم سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک قوم کے پاس اپنا رشتہ بھیجا انہوں نے ذریعہ معاش دریافت کیا تو اس نے چوپاؤں کی تجارت بیان کیا تو انہوں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب اس سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بلیاں فروخت کیا کرتا ہے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور یہ مقدمہ قاضی شریح کے سامنے پیش کیا گیا قاضی صاحب نے فیصلہ کیا کہ داب (یعنی چوپایہ) کا اطلاق بلیوں پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نکاح کو نافذ قرار دیا۔

(۲۴۲) مختار کی بد نیتی کا محمد بن حنیفہ کو علم ہونا:۔

اصمعی راوی ہے کہ محمدؒ بن حنفیہ نے مختار کے زمانہ میں کوفہ آنے کا ارادہ کیا۔ جب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا کہ امام مہدی کی یہ علامت ہے کہ کوئی شخص بازار میں ان کے تلوار مارے گا تو ان پر اثر نہ ہوگا۔ جب اس گفتگو کی اطلاع محمد بن حنفیہ کو ہوئی تو (مختار کی بد نیتی سمجھ گئے اور اپنے مقام پر) ٹھہر گئے۔

(۲۴۳) سعید بن عبدالرحمٰن کا قاضی بننا:۔

داؤد بن الرشید کہتا ہے کہ میں نے ہیثم بن عدی سے پوچھا کہ کس چیز سے سعید بن عبدالرحمٰن کو یہ استحقاق حاصل ہوا کہ مہدی نے اس کو قاضی بنا دیا تھا اور ایسے شاندار منصب پر بٹھا دیا۔ ہیثم نے کہا کہ مہدی سے عبدالرحمٰن کا جوڑ لگنے کا دلچسپ قصہ ہے اگر تم پسند کرو گے تو میں مفصل بیان کر دوں گا۔ میں نے کہا واللہ مجھے شوق ہے سنائیے۔ ہیثم نے کہا تو سنو جب کہ خلافت مہدی کے پاس پہنچ گئی تو سعید بن عبدالرحمٰن ربیع حاجب کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں امیر المومنین سے ملنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا کہ تم کون ہو اور تمہاری کیا ضرورت ہے۔ سعید نے کہا میں ایک شخص ہوں میں نے امیر المؤمنین کے متعلق ایک اچھا خواب دیکھا ہے جس کو میں

ان سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ربیع نے کہا اے شخص بہت لوگ اپنی ذات کے بارے میں بہت سی باتیں خواب میں دیکھتے ہیں جو پوری نہیں اترتیں۔ پھر کسی دوسرے کے حق میں کوئی بات دیکھی جائے تو اس پر کیا اعتماد ہوسکتا ہے۔ جاؤ کوئی اور حیلہ کرو جس میں اس سے زیادہ نفع ہو۔ سعید نے کہا کہ اگر تم امیر المؤمنین کو میرے آنے کی اطلاع نہ دو گے تو میں کسی دوسرے شخص سے جو امیر المؤمنین سے ملا سکے سوال کرنے پر اور خلیفہ سے یہ بات ظاہر کرنے پر مجبور ہوں گا کہ میں نے ملنے کی اجازت چاہی تھی مگر تم نے ان کو اطلاع نہ دی۔ پھر ربیع مہدی کے پاس گیا اور کہا اے امیر المؤمنین اپنی ذات کے بارے میں آپ نے لوگوں کو لالچی بنا دیا لوگ مختلف قسم کے حیلے بنا کر آپ کے پاس آتے ہیں۔ مہدی نے کہا بادشاہوں کا ایسا ہی طریقہ رہا ہے پھر کیا بات ہے۔ ربیع نے کہا کہ ایک شخص دروازے پر موجود ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے امیر المؤمنین کے حق میں ایک اچھا خواب دیکھا ہے اور امیر المؤمنین سے اس کو بیان کرنا چاہتا ہے۔ اس سے مہدی نے کہا کہ ارے ربیع خدا کی قسم میں بہت خواب خود اپنی ذات کے بارے میں دیکھتا ہوں جو صحیح نہیں اترتیں چہ جائیکہ کوئی دوسرا میرے بارے میں دیکھنے کا دعویٰ کرے۔ جس میں یہ احتمال بھی موجود ہے کہ یہ اس نے گھڑ لیا ہو۔ ربیع نے کہا واللہ میں نے اس سے ایسی ہی گفتگو کی تھی مگر وہ نہیں مانتا۔ مہدی نے کہا اچھا تو اس کو بلا لو۔ تو سعید کا داخلہ ہو گیا اور یہ سعید بن عبدالرحمٰن ایک بہت وجیہہ اور خوبصورت چہرہ رکھتا تھا۔ اس کے اچھی لمبی داڑھی تھی اور تیز چلنے والی زبان تھی۔ اس سے مہدی نے کہا کہ خدا تم کو برکت دے بتاؤ تم نے کیا خواب دیکھا ہے۔ سعید بن عبدالرحمٰن نے کہا اے امیر المؤمنین میرے خواب میں ایک آنے والے نے آ کر مجھ سے کہا کہ امیر المؤمنین مہدی کو اطلاع کر دو کہ وہ تیس برس اطمینان کے خلافت پر متمکن رہیں گے اور اس (خواب کی صداقت) کی نشانی یہ ہے کہ وہ اسی رات میں یہ خواب دیکھیں گے کہ گویا وہ

یاقوت کے نگینے ہاتھ میں لئے ہوئے الٹ پلٹ رہے ہیں پھر اس کو شمار کریں گے تو پورے تیس یاقوت پائیں گے، گویا وہ یاقوت ان کو ہبہ کئے گئے ہیں۔ مہدی نے کہا تم نے کیسا اچھا خواب دیکھا اور ہم کو تمہارے اس خواب کا اسی آنے والی رات میں امتحان بھی ہو جائے گا جیسا کہ تم نے خبر دی ہے۔ پھر اگر معاملہ تمہارے کہنے کے مطابق واقع ہوا تو ہم تم کو جو کچھ تم چاہو گے عطا کریں گے اور اگر بات اس کے خلاف بن نکلی تو ہم تم سے کوئی مواخذہ بھی نہ کریں گے کیونکہ ہم کو علم ہے کہ خواب کبھی ہو بہو واقع ہو جاتا ہے اور کبھی مختلف ہو جاتا ہے۔ سعید نے کہا اے امیر المؤمنین میں اس وقت کیا کروں جب میں اپنے گھر والوں اور متعلقین سے ملوں گا اور ان کو اطلاع دوں گا کہ میں امیر المؤمنین کے حضور میں تھا اور خالی ہاتھ واپس ہوا (تو وہ سب کس قدر غمگین اور متحیر ہوں گے) مہدی نے کہا اب ہم کیا کریں سعید نے کہا کہ امیر المؤمنین ہماری ضرورت کی چیز کچھ تو ابھی عطا فرما دیں اور میں حلف بالطلاق کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا (کہ امیر المؤمنین کو خواب میں تیس یاقوت دیئے جائیں گے) وہ بالکل ٹھیک ہے تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں اور یہ بھی حکم دیا کہ کل کی حاضری کے لئے ان سے کوئی کفیل (ضامن) لیا جائے جب مال ان کو دے دیا گیا اور انہوں نے قبضہ کر لیا اور کہا گیا کہ تمہارا کفیل کون ہے؟ تو سعید نے ایک خادم کو تاکا جو مہدی کے سرہانے کھڑا ہوا تھا۔ جو بہت خوبصورت تھا اور عمدہ لباس میں تھا کہنے لگے کہ یہ میری کفالت کرے گا۔ مہدی نے اس سے پوچھا کہ تم ان کے کفیل بنتے ہو تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور اس نے (انکار سے) شرمندگی محسوس کرتے ہوئے کہا ہاں میں کفیل ہوتا ہوں سعید بن عبدالرحمٰن واپس آ گئے۔ جب وہ رات آ گئی تو جیسا کہ سعید نے کہا تھا مہدی نے قطعی حرف بحرف اس طرح خواب دیکھا اور صبح ہوتے ہی سعید دروازے پر آ موجود ہوئے اور حاضری کی اجازت طلب کی جو مل گئی۔ جب مہدی کی نظر سعید پر پڑی تو

مہدی نے کہا بولو تمہارے خواب کا مصداق کہاں ہے؟ سعید نے کہا کیا امیر المؤمنین نے خواب نہیں دیکھا اب مہدی نے جواب میں کچھ الفاظ چبانا شروع کر دیئے۔ سعید نے کہا کہ میری بیوی پر طلاق ہے اگر امیر المؤمنین نے خواب نہ دیکھا ہو۔ مہدی نے سعید سے کہا کیا ہو گیا تم حلف بالطلاق پر اس قدر جری کیسے ہو گئے۔ سعید نے کہا اس لئے کہ میں سچ پر حلف کر رہا ہوں۔ پھر مہدی نے اقرار کر لیا کہ واللہ میں نے وہ سب صاف صاف دیکھا ہے۔ سعید نے خوشی سے اللہ اکبر کہا اور یہ کہ اب وعدہ وفا کیجئے مہدی نے کہا خوشی اور عزت کے ساتھ۔ پھر مہدی نے حکم دیا کہ ان کو تین ہزار دینار دیئے جائیں اور دس بکس ہر قسم کے کپڑوں کے دیئے جائیں اور تین خاص اصطبل کے اچھی قسم کے گھوڑے مع زیور دیئے جائیں۔ سعید یہ عطیات لے کر واپس آ رہے تھے کہ وہ خادم ان سے آ کر ملا۔ جس نے ان کی کفالت کی تھی اور ان سے کہا کہ میں تم سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس خواب کا تم نے امیر المؤمنین سے ذکر کیا تھا کیا واقعی دیکھا تھا۔ سعید نے اس سے کہا خدا کی قسم بالکل نہیں۔ پھر خادم نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے امیر المومنین نے جو کچھ تم نے کہا تھا اس کے مطابق خواب دیکھ لیا۔ سعید نے کہا یہ اتنے بڑے شعبدے کی بات ہے جس کے راز کو تم جیسے لوگوں پر کھولنا ٹھیک نہیں (یہ راز بھی سن لو) اس کی بنا یہ ہے جب میں نے اپنے کلام کو پوری قوت سے امیر کے گوش گذار کر دیا تو اس کے دل میں اتر گیا اور اس کا نفس اس بات میں مشغول ہو گیا اور اس کا قلب اس پر غور و فکر سے لبریز ہو گیا اور قوت فکر یہ پورے طور پر اس میں مشغول ہو گئی تو جب وہ سویا تو جس چیز میں اس کی قوت فکر یہ مشغول تھی وہی چیز (نفس کے سامنے) سوتے وقت قوت متخیلہ نے سامنے کر دی پھر خادم نے سوال کیا کہ تم نے حلف بالطلاق کیا (ایک ظنی امر پر اس کی جرأت کیسے ہوئی۔) سعید نے کہا اس سے تو ایک ہی طلاق پڑتی (کیونکہ طلاق مغلظہ کا حلف نہیں کیا تھا) ابھی تو میرے پاس دو طلاق کا حق باقی تھا (اس کے بعد

بیوی کی مستقل جدائی کا موقع آتا ہے)(اگر امیر المؤمنین وہ خواب نہ دیکھتے اور ایک طلاق واقع ہو جاتی) تو میں بیوی کے مہروں پر دس درہم اور اضافہ کر دیتا اور خلاصی حاصل کر لیتا جس کے ساتھ (اس قدر دولت) حاصل کر لی یعنی دس ہزار درہم تین ہزار دینار اور دس بکس مختلف اقسام کپڑوں کے اور تین گھوڑے۔ خادم مبہوت ہو کر سعید کا منہ تکنے لگا اور بہت متعجب ہوا تو سعید نے کہا کہ میں نے خدا کی قسم بالکل سچ کہا ہے چونکہ تم نے میری کفالت کی تھی اس لیے میں نے اس کی مکافات میں تم سے بالکل سچ بات کہہ دی۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اس نے بھی ایسا ہی کیا پھر مہدی نے سعید کو اپنی مصاحبت کے لئے طلب کر لیا تو وہ اس کے ندیم اور مقرب ہو گئے اور مہدی کے لشکر پر قاضی کا منصب بھی ان کو مل گیا اور مہدی کی وفات تک یہ اس پر قائم رہے مولف کتاب کہتے ہیں کہ ہم سے یہ قصہ اسی طرح روایت کیا گیا ہے اور مجھے اس کی صحت میں شک ہے ایک ایسے ممتاز قاضی سے ایسا قصہ منسوب کیا جائے یہ بہت ہی مستبعد (بعید) ہے (از مترجم عفا اللہ عنہٗ شیخ کمال الدین دمیری مصنف حیٰوۃ الحیوان نے یہ پورا قصہ آخر تک امام ابن الجوزی کی اسی کتاب سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ''میں کہتا ہوں کہ امام احمدؒ سے ان ہی سعید بن عبدالرحمٰن کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ان میں کوئی عیب نہ تھا۔ اور یحییٰ بن معین نے کہا کہ ثقہ تھے اور ہیثم بن عدی نے (جس کی روایت سے یہ قصہ نقل کیا گیا ہے) ان پر یہ اتہام تراشا ہے۔ یحییٰ بن معین کہتے ہیں ہیثم ثقہ نہیں تھا اور جھوٹ بولا کرتا تھا۔ علی بن المدینی کا قول ہے میں ہیثم کو کسی درجہ میں رکھنے سے خوش نہیں ہوں۔ ابوداؤد عجلی کا قول ہے کہ وہ کذاب تھا۔ ابراہیم بن یعقوب جرجانی کا قول ہے کہ ہیثم ساقط الاعتبار ہے اور اس نے خود ہی اپنا پردہ فاش کر دیا۔ ابوزرعہ نے کہا کہ وہ (روایت کے باب میں) کوئی چیز نہ تھا۔''

(۲۴۴) شفیق بن ثور کا فیصلہ :۔ عاصم احول سے مروی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کا پیام دیا لڑکی والوں نے کہا ہم نکاح نہیں کریں گے جب تک تم طلاق نہ دے دوگے اس نے ان سے کہا کہ گواہ ہو میں تین طلاق دے چکا ہوں اس نے کہا کیا تم نہیں جانتے کہ پہلے فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو طلاق دی تھی انہوں نے کہا معلوم ہے پھر اس نے کہا کہ یہ بھی معلوم ہے کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی پھر اس نے کو طلاق دی تھی انہوں نے کہ کہاں۔ پھر اس نے کہا کہ فلاں عورت جو فلاں کی بیٹی ہے وہ بھی میرے نکاح میں تھی اور میں نے اس کو بھی طلاق دی تھی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا۔ اس نے کہا تو پھر میں تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ اور یہی میں نے کہا تھا انہوں نے کہا کہ ہماری گفتگو اس بیوی کو طلاق دینے کے بارے میں ہو رہی تھی۔ یہ تنازعہ شفیق بن ثور کے سامنے لایا گیا جو عثمان کے پاس جا رہے تھے جب شفیق واپس آئے تو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اس صورت کے بارے میں عثمان سے سوال کیا تھا انہوں نے اس کی نیت کو قابل اعتبار مانا ہے۔

(۲۴۵) راز کو افشا نہ ہونے دینا:۔

عوف بن مسلم النحوی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن محمد صاحب السند اور ان کے اصحاب مشرکین کے شہروں میں پھرنے کے لئے نکلے دشمن ان کے آنے پر مطلع ہو گیا تو یہ بھاگے (اس دوران میں) انہوں نے ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے ساتھ ایک غلام تھا اس سے عمر بن محمد نے کہا ہم کو اپنی قوم کا حال بتاؤ (کہ اس نے ہم کو گھیرنے کے لئے کس مقام پر گھات لگائی ہے) اور (اگر تم نے بتا دیا تو) تم کو امن ہے اس نے کہا مجھے یہ اندیشہ ہے کہ اگر میں نے تمہیں بتا دیا تو یہ غلام مجھے بادشاہ کے سامنے کھینچ لے جائے گا اور وہ مجھے (اس جرم میں) قتل کر دے گا میں اس لئے اس غلام کو قتل کئے دیتا ہوں تا کہ (پھر مطمئن ہو کر) تمہیں آگاہ کر سکوں اس کے بعد اس

نے غلام کی گردن ماردی۔اب اس شیخ نے کہا حقیقت یہ ہے کہ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ اگر تمہیں بتانے سے میں نے انکار کر دیا تو یہ غلام سب کچھ بتادے گا اب میں اس سے مطمئن ہوگیا۔خدا کی قسم اگر وہ لوگ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں اس کو نہ اٹھاتا (اور قوم کے راز کو افشا نہ ہونے دیتا) تو انہوں نے اس کی گردن ماردی۔

(۲۴۶)ابن شہاب زہری کا حدیث پر عمل:۔

حسن بن عمادہ سے مروی ہے کہ میں زہریؒ کے پاس آیا جب کہ وہ درس حدیث ترک کر چکے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یا تو آپ مجھے حدیث سنایئے اور یا میں آپ کو سناؤں۔فرمایا تم سناؤ میں نے کہا مجھ سے حدیث بیان کی حکم بن عتبہ نے انہوں نے روایت کیا۔یحییٰ بن الجزار سے انہوں نے کہا میں نے علی علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللہ جاہلوں سے یہ مواخذہ کرے گا کہ وہ تعلم اختیار کرتے۔مگر اہل علم سے مواخذہ کرے گا کہ وہ علم کی اشاعت کرتے۔اس کے بعد انہوں نے مجھے چالیس حدیثیں سنائیں۔

(۲۴۷) زمزم کا پانی جس مقصد کے لئے پیا جانے وہ ضرور پورا ہوگا:۔

حمیدی سے مروی ہے کہ ہم سفیان بن عینیہ کی خدمت میں بیٹھے تھے انہوں نے ہم سے زمزم والی حدیث بیان کی کہ وہ جس حاجت کی نیت سے پیا جائے گا۔اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دے گا یہ سن کر ایک شخص مجلس سے اٹھ کر چلا گیا اور پھر واپس آیا اور ابوسفیان سے کہنے لگا کہ اے ابو محمد کیا وہ حدیث جو زمزم کے بارے میں ہم سے روایت کی گئی صحیح نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ صحیح ہے اس نے کہا کہ میں اس نیت سے کہ آپ مجھے ایک سو احادیث سنادیں زمزم کا ایک ڈول پی کر آیا ہوں۔سفیان نے کہا بیٹھو اور پھر اس کو ایک سو احادیث سنائیں۔

(۲۴۸) بے موقع سوال پر سفیان بن عینیہ کا زجر:۔

ابن ابی زر سے مروی ہے کہ جب حجاج کی آمد ہوتی تھی تو سفیان بن عینیہ باب بنی ہاشم پر ایک بلند مقام پر آ کر بیٹھ جایا کرتے تھے۔ تاکہ لوگوں کو دیکھتے رہیں۔ ایک دن وہاں آپ کے پاس طلبہ حدیث میں سے ایک شخص آ بیٹھا اور بولا کہ اے محمد کوئی حدیث سناؤ (اگرچہ یہ بے موقع سوال تھا کہ آپ کا وہاں بیٹھنا درس حدیث کے لئے نہ تھا مگر پھر بھی بتقاضاء اخلاق آپ نے اس کو بہت سی حدیثیں سنا دیں۔ (مگر وہ بھی ایک چمیڑ شخص تھا) پھر اس نے کہا کہ اور سنایئے۔ آپ نے پھر اور احادیث سنائیں (جب آپ خاموش ہوئے) تو پھر اس (بے ادب) نے کہا اور سنایئے تو آپ نے اور احادیث سنائیں اور اس کے بعد اس کو دھکا دے دیا (جس سے مقصد یہ تھا کہ اب دور ہو جائے) مگر وہ وادی کی طرف جا پڑا (یہ ایک عیارانہ چال تھی) اور اس کے گرنے کا حال لوگوں میں ایک دوسرے کے ذریعہ سے پھیل گیا اور بہت سے حجاج وہاں اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ سفیان بن عینیہ نے ایک حاجی کو قتل کر دیا۔ جب یہ شور وشغب بہت بڑھ گیا تو سفیان ڈر گئے اور اتر کر اس شخص کے پاس آئے اور اس کے سر کو اپنی گود میں رکھ کر کہنے لگے کہ کیا ہوا تیرے کس جگہ چوٹ لگی مگر وہ برابر اپنے پاؤں دے دے کر مار رہا تھا اور منہ سے جھاگ نکال رہا تھا کہ سفیان ابن عینیہ نے ایک آدمی کو مار ڈالا۔ سفیان نے اس سے کہا کمبخت (کیوں مجھے بدنام کر رہا ہے) کیا تو نہیں دیکھ رہا ہے کہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں تو اس نے آہستہ سے کہا میں نہیں اٹھوں گا جب تک آپ مجھے ایک سو احادیث زہری اور عمرو بن دینار کے نہ سنا دیں گے۔ جب آپ نے سنا دیں تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

(۲۴۹) علی الزراد کا قریش کے فضائل کو واپس لانے کے لئے ایک اچھی تدبیر

محسن بن علی التنوخی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں اس نے بیان کیا کہ سن

بیالیس میں جب حج کے لیے گیا تو میں نے مسجد حرام میں بہت سانقد مال اور کپڑے بکھرے ہوئے دیکھے تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو لوگوں نے بتایا کہ خراسان میں ایک نیک مرد بڑا دولت مند ہے۔ جس کو علی الزراد کہتے ہیں اس نے پچھلے سال اس طرح بہت سامال اور کپڑے ایک اپنے معتمد کے ساتھ بھیجے تھے اور اس کو یہ حکم دیا تھا کہ قریش کو عبرت دلائے جس کو ان میں حافظ قرآن پائے اس کو اتنا مال اور اتنے کپڑے دے دے تو یہ شخص جب پہلے سال یہاں آیا تھا تو پورے خاندان قریش میں اس کو کوئی حافظ قرآن نہ ملا بجز بنی ہاشم میں کے ایک حافظ شخص کے ہتو اس کو حصہ مقرر کر کے دے دیا اور اس نے لوگوں کو سب بات (قریش میں صرف ایک حافظ کا ملنا) بتائی اور باقی مال کو واپس لے جا کر مالک کو دے دیا۔ پھر جب یہ سال آیا پھر وہ مال اور کپڑے اس نے یہاں دوبارہ بھیجے تو قریش کی تمام شاخوں میں سے ایک خلق عظیم آموجود ہوئی جنہوں نے (پچھلے سال کے واقعہ سے عبرت حاصل کر کے) قرآن حفظ کر لیا تھا اور اس کے موجودگی میں ایک دوسرے سے حفظ میں مقابلہ بھی کر رہے تھے اور کپڑے اور دراہم حاصل کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ سب ختم ہو گئے اور ایسے لوگ باقی رہ گئے جن کو نہیں ملا۔ اور وہ اس سے مطالبہ کرر ہے تھے۔ میں نے سن کر کہا اس شخص نے قریش کے فضائل کو پھر ان کی طرف واپس لانے کے لئے کیسی اچھی تدبیر کی جس کی بہتر جزا اللہ سبحانہ، وتعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا۔

(۲۵۰) تصحیح نیت کی اہمیت:۔

ہم سے ابراہیم بن عبداللہ نے بیان کیا کہ میں اپنی پھوپھی کے یہاں گیا۔ میں نے پھوپھی زاد بھائیوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں تو انہوں نے کہا کہ وہ عبداللہ بن داؤد کے یہاں گئے ہیں۔ انہوں نے وہاں خاصی دیر کر دی پھر اس کو برا کہتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ ہم نے اس کو مکان پر دیکھا تو وہاں نہ ملے اور

لوگوں سے معلوم ہوا کہ اپنے باغیچہ میں گئے ہیں تو ہم وہاں پہنچے اور ان کو سلام کیا اور سوال کیا کہ ہم کو حدیث سنایئے انہوں نے کہا کہ میں اس وقت معذور رہوں اس کام میں لگا ہوا ہوں۔ یہ باغیچہ ہے جس سے میرا معاش وابستہ ہے اس کو پانی دینے کی ضرورت ہے اور ہمارے پاس کوئی پانی دینے والا موجود نہیں ہم نے کہا ہم رہٹ کو گھما کر اس کو پانی دیئے جاتے ہیں۔ کہنے لگے کہ اگر نیت صحیح (یعنی محض لوجہ اللہ ہو) موجود ہو تو ایسا کر لو۔ پھر ہم نے رہٹ گھمانا شروع کیا یہاں تک کہ سارے باغ کو سیراب کر دیا۔ پھر ہم نے ان سے کہا اب حدیث سنا دیجئے بولے میرے دل میں رکاوٹ ہے میں حدیث سنانے کے لیے صحیح نیت نہیں پاتا۔ اور میرے کام کے لئے تمہارے نیت صحیح تھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔

(۲۵۱) دو اندھے سائل کا لوگوں سے پیسے وصول کرنے کے لیے حیلہ:۔

علی بن محسن سے مروی ہے کہ ان کے والد کہتے ہیں کہ ہمیں بغداد کے بہت سے اکابر سے معلوم ہوا کہ وہاں پل کے دوسری طرف دو اندھے سائل پھرا کرتے ہیں ان میں سے ایک تو امیر المؤمنین علیؓ کے نام کا واسطہ دے کر مانگا کرتا ہے اور دوسرا حضرت معاویہؓ کے نام کا واسطہ دے کر مانگا کرتا ہے اور بہت سے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں وہ اپنی بھیک کے ٹکڑوں کو جمع کرتے رہتے ہیں۔ جب لوٹتے ہیں تو ان ٹکڑوں کو برابر بانٹ لیتے ہیں اور اسی حیلہ سے لوگوں سے وصول کرتے رہتے ہیں۔

(۲۵۲) موصل کے ایک نوجوان کا سلامتی کے ساتھ گھر آ جانا:۔

عبدالواحد بن محمد الموصلی کہتے ہیں کہ ہم سے موصل کے ایک نوجوان نے بیان کیا کہ جب ناصر الدولہ نے ابوبکر بن رائق موصلی کو قتل کیا تو لوگوں نے اس کے گھر کو جو موصل میں تھا لوٹا میں بھی لوٹنے کے لئے گھر میں پہنچا۔ تو مجھے ایک تھیلی ہاتھ لگی جس

میں ایک ہزار دینار سے زیادہ تھے میں نے اس کو اٹھالیا مگر اس بات سے خائف تھا
کہ اگر اسی طرح اسے لے کر نکلا اور میرے پاس کسی فوجی نے اسے دیکھ لیا تو وہ اس
کو مجھ سے چھین لے گا۔اب میں نے گھر میں چکر لگانا شروع کیا تو میں مطبخ میں پہنچ
گیا۔وہاں سے میں نے ایک بڑا دیگچہ اٹھالیا جس میں سکباج تھا (یعنی شوربا جو
گوشت کے ساتھ سرکہ شامل کر کے پکایا جاتا تھا) میں نے اس تھیلی کو اس میں ڈال
دیا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھ کر اٹھالیا تو جو شخص بھی میرے سامنے آیا اس نے دیکھ کر
یہ خیال کیا کہ میں کمزور ہوں اور بھوک نے مجھے اس پر مجبور کیا کہ میں یہ دیگچہ لئے
جارہا ہوں یہاں تک کہ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آ گیا۔

(۲۵۳) ابوالحسن بن عباس کے ایک دوست کا ایک شخص کو دھوکہ دینا:۔

قاضی ابوالحسن بن عباس نے مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے ایک دوست کو بغداد کے
ایک کشتیوں سے بنے ہوئے پل پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور اس دن تیز ہوا چل رہی تھی
(جس کی وجہ سے پل حرکت کر رہا تھا) اور وہ ایک رقعہ لکھ رہے تھے میں نے کہا کیا
ہو گیا ایسی جگہ اور ایسے وقت میں آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں) کہنے لگے کہ میں
ایک ایسے شخص کو دھوکہ دینا چاہتا ہوں جس میں رعشہ ہے اور میرے ہاتھ سے رعشہ
والے ہاتھ کے سے حروف نہیں نکلتے تھے تو میں نے یہاں بیٹھنے کا ارادہ کیا تا کہ ہوا
سے جو موجیں اٹھ کر کشتیوں کو ہلاتی ہیں اس سے میرے قلم سے بھی رعشہ والے
ہاتھ سے لکھے ہوئے حروف نکلیں گے اور اس کے خط سے مشابہت ہو جائے گی۔

(۲۵۴) روپیہ بٹورنے کے لیے ایک عیاری اور فریب:۔

محسن نے کہا کہ مجھ سے ابوالطیب بن عبدالمومن نے بیان کیا کہ ایک بڑا دھوکے باز
تجربہ کار شخص بغداد سے حمص آیا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔وہاں پہنچ کر
اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ احمقوں کی بستی ہے اور میں نے دھوکہ دینے کے لئے

ایک سکیم بنائی ہے اس میں تجھے مدد کرنا ہوگی۔ اس نے کہا جو مرضی ہو۔ اس بدمعاش نے کہا تو فلاں جگہ بیٹھی رہا کر۔ (اور میں فلاں مسجد میں ٹھیا جماؤں گا) اور تو کبھی میرے پاس سے بھی نہ گذرنا اور روزانہ ایسا کرنا کہ میرے لئے دو تہائی رطل کشمش (ایک رطل آدھ سیر ہوتا ہے) اور دو تہائی رطل بادام تازے لاکر اور کوٹ کر دونوں کو خوب گوندھ دینا اور دوپہر کے وقت اس کو ایک کوری اینٹ پر رکھ دینا تاکہ میں پہچان سکوں۔ یہ اینٹ فلاں بیت الخلا میں جامع مسجد کے قریب ہے رکھ دیا کرنا ان اشیاء میں کبھی اضافہ نہ کرنا اور کبھی میرے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اس نے کہا بہتر ہے۔ اب اس نے یہ بہروپ بھرا کہ ایک اونی جبہ پہنا جو ساتھ لایا تھا اور اونی پاجامہ پہنا اور رومال سر پر باندھا اور مسجد جامع کے ایسے ستون کے پاس جس کے قریب سے لوگوں کی آمد و رفت زیادہ رہتی تھی تمام دن تمام رات نماز بغیر وقفہ پڑھنا شروع کر دی بجز ایسے اوقات کے جن میں نماز ممنوع ہے اور ان اوقات میں بھی جب بیٹھتا تھا تو تسبیح پڑھتا رہتا تھا اور کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہتا تھا اور اپنی جگہ بیدار رہتا تھا۔ عرصہ دراز تک اس کا یہ معمول جاری رہا لوگوں کی نظریں اس پر اٹھنا شروع ہوئیں اور مشہور ہو گیا کہ یہ صاحب کبھی نماز منقطع نہیں کرتے اور کھانا چکھتے بھی نہیں، تمام اہل شہر اس کے معاملہ میں حیران ہو گئے یہ مکار شخص کبھی مسجد سے باہر نہیں نکلتا تھا بجز اس کے کہ ہر روز ایک دفعہ دوپہر کے وقت اس بیت الخلاء میں جا کر پیشاب کرتا تھا اور اس اینٹ کے پاس جا کر جس کو وہ پہچانتا تھا اور اس پر وہ کشمش بادام والا معجون رکھا ہوتا تھا اس کو چٹ کر جاتا یہ معجون اینٹ پر رکھا ہوا بلکل پاخانہ دکھائی دیتا تھا جو شخص بھی یہاں آتا اور جاتا تھا اس کو اس کے پاخانہ ہونے میں کبھی شک نہیں ہوا۔ یہ اس کو کھا کر توانائی حاصل کر لیتا تھا اور واپس آجاتا تھا جب عشاء کی نماز کا وقت ہوتا یا رات کے کسی حصہ میں جب موقع دیکھتا پانی بقدر ضرورت پی لیا کرتا تھا اور اہل حمص اس خوش فہمی میں رہے کہ یہ شاہ صاحب نہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ پانی پیتے ہیں

اور اس کی شان ان کی نگاہوں میں کافی بلند ہو گئی، لوگ اس کی زیارت کے لئے آنے لگے اور بات کرتے تھے تو یہ جواب ہی نہیں دیتا تھا۔ لوگوں کا ایک ہجوم اس کے گرد رہنے لگا اور اس سے بات کرنے کی سب نے ہی کوشش کی مگر یہ بول کر نہ دیا تو اس کی جلالت شان اور بڑھ گئی یہاں تک کہ لوگوں نے اس کی نشست گاہ کی زمین کو برکتیں حاصل کرنے کے لئے چھونا شروع کر دیا، اس جگہ کی مٹی لے جانے لگے۔ اس کے پاس بیماروں اور بچوں کو اٹھا اٹھا کر لانے لگے۔ یہ ان پر اپنا ہاتھ پھیر دیا کرتا تھا۔ جب اس عیار نے اچھی طرح بھانپ لیا کہ اس کا مقام لوگوں کی نگاہوں میں کس درجہ بلند ہو چکا ہے اور اس بہروپ پر ایک سال گذر چکا تھا تو بیت الخلاء میں اپنی بیوی کے ساتھ (دوسری کانفرنس کی اور) مل کر اس کو سمجھایا کہ جمعہ کے دن جب لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو آ کر مجھے لپیٹ پڑیئے اور میرے منہ پر تھپڑ مارنا اور کہنا کہ اے اللہ کے دشمن اے فاسق تو بغداد میں بیٹے کو قتل کر کے بھاگ کر یہاں آ گیا اور عبادات گذار بن گیا۔ تیری عبادت تیرے منہ پر ماری جائے گی اور تو مجھے چمٹ کر چھوڑیئے مت اور لوگوں سے اپنا ارادہ یہ ظاہر کرنا کہ اپنے بیٹے کے قصاص میں تو مجھے قتل کرنا چاہتی ہے، لوگ جمع ہو کر تیری طرف بڑھیں گے اور میں ان کو اس سے روکتا رہوں گا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچائیں اور میں لوگوں کے سامنے اعتراف کروں گا کہ بے شک میں نے اس کے بیٹے کو قتل کیا تھا اور توبہ کر کے یہاں آ گیا، اللہ کی عبادت کر رہا ہوں اور جو فعل شنیع مجھ سے سرزد ہوا اس پر ندامت کے ساتھ اللہ سے توبہ کر رہا ہوں تو لوگوں سے قصاص کا مطالبہ کرنا کہ مجھے اس مجرم کو جو تمہارے سامنے اقرار بھی کر رہا ہے۔ کھینچ کر سلطان کے سامنے لے جانے دو۔ اب وہ تیرے سامنے دیت تک پہنچ جائیں یا جو تو مناسب موقع سمجھے کہ اب وہ لوگ مجھے بچانے کی حرص میں اپنے عطیات بڑھانے سے رک گئے اور یقین کر لے کہ اب اس پر اضافہ ممکن نہیں رہا پھر ان کے فدیہ کو قبول کر لینا اور مال جمع کر لیا اور لے کر اسی

دن بغداد سے نکل جانا اور یہاں مت ٹھہرنا میں بھی موقع دیکھ کر بھاگ آؤں گا اور تجھ سے مل جاؤں گا (یہ اسکیم طے ہوگئی) اب جب کہ اگلا دن جمعہ کا آ گیا تو حسب تجویز عورت پہنچ گئی۔ اور اس کو لپٹ پڑی اور جو کچھ اس کو سمجھایا تھا۔ وہ سب کچھ عمل میں لائی تو شہر والے کھڑے ہو گئے کہ وہ اسے قتل کر ڈالیں اور کہنے لگے کہ اے خدا کے دشمن یہ شخص تو ابدال میں سے ہے۔ یہ تو وہ ہستی ہے جس کی برکت سے دنیا قائم ہے۔ یہ قطب وقت ہے اس نے ان کو اشارہ کیا کہ ٹھہر جاؤ اور اس عورت کو تکلیف نہ پہنچاؤ تو لوگ ٹھہر گئے اس نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر دیر تک زمین پر لوٹا پھر کہا اے لوگو جب سے میں آیا ہوں تو نے کبھی کوئی لقمہ میری زبان سے سنا ہے؟ تو اس کا کلام سننے کے لئے ایک دوسرے بشارت دینے لگے تو ایک شور بلند ہو گیا کہ نہیں (ہم نے کبھی آپ کی زبان سے کوئی سے بات نہیں سنی) پھر بولا کہ میں تمہارے یہاں اس گناہ سے توبہ کر کے آیا ہوں جس کا یہ عورت ذکر کر رہی ہے اور یہ سچ ہے کہ میں بری حالت میں گرفتا اور خسارے میں مبتلا شخص تھا۔ بے شک مجھ سے اس کے بیٹے کا قتل سرزد ہوا اور اس گناہ سے توبہ کر کے یہاں آ گیا اور اپنی عمر عبادت میں گذار رہا ہوں اور میں برابر اپنے نفس کو اپنے پر آمادہ کرتا رہا ہوں کہ پھر واپس جا کر اپنے کو اس عورت کے سپرد کر دوں تا کہ یہ مجھے اپنے بیٹے کے قصاص میں قتل کر دے کیونکہ مجھے یہ کھٹکا لگا رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ نے میری توبہ قبول نہ کی ہو اور میں اللہ سے برابر دعا کرتا رہا ہوں کہ وہ میری توبہ قبول کر لے اور اس عورت کو مجھ پر مسلط کر دے یہاں تک کہ میری دعا قبول ہوگئی کہ یہ میرے پاس آ گئی اور مجھ پر اس نے قصاص لینے کے لئے قابو پا لیا ہے تو اب تم اسے موقع دو کہ یہ مجھے قتل کر دے اور میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں تو ایک شور مچ گیا اور رونے پیٹنے کی آوازیں بلند ہو گئیں اور وہ عالم شہر کی طرف جانے لگا تا کہ وہ اس کے بیٹے کے قصاص میں اسے قتل کر دے۔ اب سر برآوردہ لوگوں نے قوم سے کہا کہ تم بہک گئے ہو کہ اس مصیبت سے

چھٹکارے کی راہ نہیں نکالتے ایسے بندۂ صالح کو اپنے شہر میں محفوظ رکھنے کی تدبیر نہیں کرتے تمہیں چاہیے کہ اس عورت کے ساتھ نرمی سے بات کرو اور اس سے درخواست کرو کہ وہ دیت قبول کرلے جس کو ہم سب مل کرادا کردیں۔ پھر لوگوں نے عورت پر گھیرا ڈالا اور اس سے دیت کا سوال کیا تو اس نے انکار کردیا لوگوں نے کہا وہ دیت لے لے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کے ایک بال کے مقابلہ میں ایک ہزار دیت دو۔ لوگ اس پر اصرار کے ساتھ بڑھتے بڑھتے دس دیت تک پہنچ گئے اس نے کہا کہ تم میرے سامنے مال جمع کرکے رکھ دو اگر اس کو دیکھ کر میرا قلبی رجحان) اس کے قبول کرنے کی طرف ہوگیا تو قبول کرلوں گی ورنہ میں تو قاتل کو قتل کرا کر رہوں گی۔ تو لوگوں نے ایک لاکھ درہم جمع کرکے اس سے کہا کہ یہ لے لے۔ اس نے کہا جی، میرے نفس میں یہی اثر ہے کہ میں اپنے بیٹے کے قاتل کو قتل ہی کراؤں۔ اب لوگوں نے اس کے سامنے اپنے کپڑے، اپنی چادریں اور اپنی انگوٹھیاں پھینکنا شروع کر دیں اور عورتوں نے اپنے زیور پھینکے۔ اتنے سامان کے بعد اس نے بیٹے کے خون سے دست بردار ہونے کا اظہار کیا اور یہ سب سامان لے کر چلتی ہوئی۔ اس شخص نے اس کے بعد جامع مسجد میں چند دن قیام کیا۔ یہاں تک کہ اس نے اندازہ کرلیا کہ اب وہ بہت دور نکل چکی ہے۔ پھر ایک رات میں وہ بھی بھاگ نکلا۔ بہت ڈھونڈا گیا مگر اس کا کچھ بھی پتہ نشان نہ ملا۔ یہاں تک کہ ایک طویل مدت کے بعد لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ تو روپیہ بٹورنے کے لئے محض ایک عیاری اور فریب تھا۔

(۲۵۵) تو کیسی حسین ہے اگر تیرے گلے میں بلی پڑی ہوئی نہ ہوتی۔

منقول ہے کہ کوفہ میں ایک عورت تھی جس کے شوہر پر تنگی معاش واقع ہوگئی۔ اس نے شوہر سے کہا اچھا ہوتا کہ تم گھر سے نکلتے اور شہروں میں سفر کرکے اللہ کا فضل

تلاش کرتے تو یہ شخص شام پہنچ گیا۔اس نے تین سو درہم کمائے اور ان سے ایک اچھی خوبصورت اونٹنی خریدی مگر وہ بدخو اور ہیٹی نکلی جس نے اس کو پریشان کر دیا اور غصہ سے بھر دیا اور (ساتھ ہی) بیوی کی طرف بھی اس کا غصہ رجوع ہو گیا کہ اسی نے سفر پر مجبور کیا (نہ سفر کرتا نہ یہ مصیبت گلے پڑتی) تو اس نے حلف بالطلاق کیا کہ میں جس دن کوفہ میں پہنچ جاؤں گا اس کو ایک درہم میں بیچ ڈالوں گا۔پھر (جب غصہ دفعہ ہو گیا تو) نادم ہوا اور کوفہ پہنچ کر بیوی کو قصہ سنایا۔اس نے ایک بلی پکڑ کر اونٹنی کی گردن میں لٹکا دی اور کہا کہ اس کو بازار لے جا اور یہ آواز لگا کہ "لے لو بلی تین سو درہم میں اونٹنی ایک درہم میں اور دونوں ایک ساتھ ہی فروخت ہوں گی۔" اس نے ایسا ہی کیا تو ایک اعرابی آ کر ناقہ کو سب طرف سے دیکھتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا تو کیسی حسین ہے کیسی اچھی ہے اگر تیرے گلے میں بلی پڑی ہوئی نہ ہوتی۔

(۲۵۶) ابو دلامہ شاعر کی ذکاوت:۔

ہم کو ابو دلامہ کا قصہ معلوم ہوا کہ وہ ایک مرتبہ مہدی کے پاس پہنچا اور ان کو ایک قصیدہ سنایا۔مہدی نے اس سے کہا کہ جو حاجت ہو بیان کرو۔ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین مجھے ایک کتا عطا فرما دیجئے۔مہدی کو غصہ آ گیا اور بولے کہ میں کہتا ہوں کہ اپنی حاجت بیان کر تو کہتا ہے کہ مجھے کتا دے دیجئے۔ابو دلامہ نے کہا اے امیر المومنین حاجت میری ہے یا آپ کی؟ مہدی نے کہا تیری ہے۔ابو دلامہ نے کہ بس تو میری یہی درخواست ہے کہ مجھے شکاری کتا عطا فرما دیا جائے۔مہدی نے حکم دے دیا کہ اسے کتا دے دیا جائے۔ابو دلامہ نے پھر کہا اے امیر المومنین جب میں شکار کو جاؤں گا تو کیا اس کے ساتھ پیدل دوڑوں گا؟ تو مہدی نے حکم دیا کہ اس کو ایک گھوڑا بھی دے دیا جائے (جب گھوڑا بھی آ گیا تو) پھر کہنے لگے، اے امیر المومنین اس کی خدمت کون کرے گا؟ تو مہدی نے ایک غلام عطا کر دیا تو پھر کہنے لگے اے امیر المومنین اس کا بھی تو انتظام کر دیجئے کہ جب میں کچھ شکار لے کر گھر

آؤں گا تو اس کو کون پکارے گا؟ تو مہدی نے ایک کنیز بھی عطا کر دی۔ پھر بولا کہ اے امیر المومنین یہ سب کہاں رہیں گے؟ تو ایک مکان کی منظوری بھی دے دی گئی۔ پھر بولا کہ اے امیر المومنین میری گردن پر تو ایک عیال کا بوجھ آ پڑا۔ یہ سب کہاں سے کھائیں گے؟ مہدی نے کہا امیر المومنین نے ایک ہزار جریب قطعہ زمین عامر (آباد سرسبز) اور ایک ہزار جریب غامر عطا کیا۔ ابودلامہ نے کہا۔ حضور! عامر کو میں سمجھتا ہوں مگر غامر کیا ہے۔ مہدی نے کہا ایسی خراب زمین جس میں کچھ نہ ہو ابودلامہ نے کہا تو میں امیر المومنین کو ایک لاکھ جریب جنگل کی دیتا ہوں لیکن میں تو امیر المومنین سے دو ہزار جریب عامر مانگتا ہوں۔ مہدی نے پوچھا کہاں سے؟ ابودلامہ نے کہا بیت المال سے۔ مہدی نے کہا اچھا وہاں سے مال دوسری جگہ منتقل کر دو اور ایک جریب اس کو دے دو۔ ابولادمہ نے کہا اے امیر المومنین جب وہاں سے مال منتقل ہو گیا تو وہ غامر بن جائے گی۔ اس پر مہدی ہنسنے لگے اور اس کو عطیات سے خوش کر دیا۔

(۲۵۷) ایک نصرانی کا شراب نہ پینے کی شرط پر اسلام لانا:۔

ایک نصرانی ضحاک بن مزاحم کے پاس آتا جاتا تھا۔ انہوں نے اس سے ایک دن کہا کہ تو اسلام کیوں نہیں لاتا؟ اس نے کہا اس کی وجہ ہے کہ مجھے شراب بہت پسند ہے اور میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے کہا اسلام لے آ اور پیتا رہ۔ یہ اسلام لے آیا۔ پھر اس سے ضحاک نے کہا۔ اب تو مسلمان ہو چکا ہے۔ اگر تو نے شراب پی تو ہم تجھ پر حد جاری کر دیں گے اور اگر اسلام سے پھرا تو تجھے قتل کر دیں گے۔

(۲۵۸) باندی سے پوشیدہ طور پر ہمبستری کے بعد حیلہ کے ذریعہ غسل کرنا:۔

ضمرہ شوذب سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ایک باندی تھی۔ اس نے اس سے (باندی سے) پوشیدہ طور پر ہمبستری کی پھر (جب خود غسل کرنا اور اس کنیز کو نہلانا

چاہا) اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت مریم اس رات میں غسل کیا کرتی تھیں تم سب غسل کرلوتو (اس حیلہ سے) خود بھی غسل کرلیا اور بیوی اور کنیز سے بھی غسل کرالیا۔

(۲۵۹) داڑھ کے درد کو جھاڑنے کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکہ دینا:۔

جاحظ نے بیان کیا کہ ایک شخص داڑھ کے درد کو جھاڑنے کے سلسلہ میں لوگوں کو دھوکہ دیا کرتا تھا تا کہ ان سے کچھ اینٹھ لے اور جس کو جھاڑا کرتا تھا اس سے یہ کہہ دیا کرتا تھا کہ خبردار آج کی رات تمہارے دل میں بندر کا خطرہ بھی نہ آنے پائے۔ اب وہ بیمار تمام رات درد میں گذراتا اور صبح کو اس کے پاس آتا تو یہ کہا کرتا تھا کہ غالباً تمہیں بندر کا دھیان آ گیا ہوگا؟ وہ کہتا کہ ہاں آیا تھا۔ تو یہ کہہ دیتا تھا کہ اسی وجہ سے تو جھاڑنے نفع نہیں دیا۔

(۲۶۰) جن کو فرج (شرمگاہ کے راستہ) نکالنا:۔

منقول ہے کہ عقبہ ازدی کو ایک لڑکی کے پاس لے جایا گیا۔ جس پر اس رات میں جن کا اثر ظاہر ہوا۔ جس میں اس کے متعلقین نے ارادہ کیا تھا کہ اس کے شوہر کو اس کے پاس بھیج دیں۔ جب عقبہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ پڑی ہوئی ہے تو اس کے متعلقین سے کہا کہ آپ (سب علیحدہ ہو جائیں اور) مجھے تنہائی کا موقع دیں تو وہ ہٹ گئے۔ انہوں نے اس سے کہا کہ جو دل کی بات ہو وہ مجھ سے بالکل سچ سچ بیان کردے اور تیری مشکل کو حال کر دینا میرے ذمہ ہوگا۔ اس نے کہا کہ جب میں اپنے متعلقین کے یہاں تھی تو میرا ایک شخص سے تعلق تھا اور اب ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ شوہر کو میرے پاس بھیجیں اور درحقیقت میں کنواری نہیں ہوں۔ اب مجھے رسوائی کا خوف ہے تو کیا تمہارے پاس کوئی حیلہ ہے جو رسوائی سے بچا لے؟ عقبہ نے کہا ہاں۔ پھر اس کے متعلقین (شوہر وغیرہ) سے ملے اور کہا کہ جن نے نکل جانے کو مان لیا ہے۔ اب تم پسند کرلو کہ اس کے بدن کے کس عضو سے اس کو نکلوانا چاہتے ہو اور یہ سمجھ لو کہ جس عضو سے اس جن کو باہر کیا جائے گا وہ لازمی طور پر بیکار ہو

جائے گا اگر آنکھوں سے نکلی تو یہ اندھی ہو جائے گی اور اگر کان سے نکلا تو بہری ہو جائے گی اور اگر منہ نے نکلا تو گونگی ہو جائے گی اور ہاتھ سے نکلا تو لُنجی ہو جائے گی اور اگر پاؤں نے نکلا تو لنگڑی ہو جائے گی اور اگر فرج سے نکلا تو بکارت زائل ہو جائے گی۔ اس کے متعلقین نے کہا اسے زیادہ ہلکی بات کوئی نہیں اس کی بکارت زائل ہو جائے۔ تو آپ اس شیطان کو فرج سے ہی نکال دیجئے تو عقبہ نے (کچھ جھاڑ پھونک کر دکھاوا کر کے) اس کو یقین دلایا کہ اس نے ایسا کر دیا۔ پھر عورت شوہر کے پاس چلی گئی۔

(۲۶۱) احنف بن قیس کی سوچ:۔

ایک شخص نے احنف بن قیس کے تھپڑ مارا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیوں مارا؟ اس نے کہا کہ مجھ سے اس پر ایک رقم طے کی گئی ہے کہ میں سردار بنی تمیم کے منہ پر تھپڑ ماردوں۔ احنف نے کہا تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ تجھے حارثہ بن قدامہ کے منہ پر تھپڑ مارنا چاہیے تھا۔ کیونکہ سردار بنی تمیم وہ ہے۔ وہ شخص چل دیا اور حارثہ کے منہ پر جا کر تھپڑ مار دیا۔ حارثہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا اور احنف نے یہی سوچا تھا۔

(۲۶۲) نباداں آنچناں روزی رساند .... کہ دانا اندراں حیراں بماند:۔ ابو محمد الخشاب نحوی سے مروی ہے کہ ایک جولاہے کا گذر ایک طبیب پر ہوا۔ اس نے دیکھا کہ وہ کسی مریض کے لئے نقوع (جو کسی عرق یا پانی میں دوا کو بھگو کر اس کا علاج) تجویز کر رہا ہے اور کسی مریض کے لئے تمر ہندی (املی کے کٹارے) تجویز کر رہا ہے۔ اس نے کہا کون ہے جو اس کام کو عمدگی سے نہ کر سکے؟ وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا میرے لئے ایک بڑا عمامہ بنا دے۔ اس نے کہا کہ کس چیز نے تجھے اتنا بلند پرواز کر دیا۔ وہ بولا، میں تو اب حکیم بنوں گا۔ وہ بولی ایسا نہ کر بیٹھنا، جب لوگوں کو جان سے مارے گا تو لوگ تجھ سنگوا دیں گے۔ اس نے کہا یہ اٹل ارادہ ہے (آخر کار بڑا پگڑا باندھ کر مطب شروع کر دیا گیا۔) پہلے دن جا کر بیٹھے اور لوگوں

کے لئے دوائیں تجویز کرتے رہے اور کافی روپے کمائے (اور کئی دن ایسے کرتا رہا) پھر آ کر بیوی سے کہا کہ میں روزانہ ایک گولی بنالیتا ہوں (اور ہر بیمار کو وہی دیتا ہوں) دیکھ کتنا کما چکا ہوں۔ اس نے کہا یہ کام چھوڑ دے۔ حکیم جی نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا (اس گفتگو سے) دوسرے دن ایسا ہوا کہ ایک باندی کا گذر حکیم جی (کے طلب) کی طرف ہوا۔ اس نے دیکھ کر اپنی مالکہ سے کہا جو سخت بیمار تھی میرا جی چاہتا ہے کہ نیا طبیب تمہارا علاج کرے۔ اس نے کہا اس کو بلالے۔ چنانچہ آپ تشریف لے آئے اور حال یہ تھا کہ اس بیمار کا مرض تو ختم ہو چکا تھا صرف کمزوری باقی تھی (مگر وہ یہ نہ سمجھی تھی) حکیم جی نے تجویز کیا کہ ایک مرغی بھون کر لاؤ۔ وہ لائی گئی اور مریضہ نے خوب کھائی تو ضعف جاتا رہا اور وہ اٹھ کر بیٹھی (پھر تو خواب واہ واہ ہوئی) شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی۔ اس نے اس کو بلا کر جس مرض میں وہ مبتلا تھا اس کا اظہار کیا۔ اتفاقیہ طور پر اس نے ایک ایسی دوا کہہ دی جو اس کو موافق آ گئی۔ اس کے بعد سلطان کے پاس ایسے لوگوں کی ایک جماعت پہنچی جو اس جولاہے کو پہچانتی تھی۔ انہوں نے سلطان سے کہا کہ یہ شخص ایک جولاہا ہے۔ یہ کچھ نہیں جانتا۔ سلطان نے کہا اس شخص کے ہاتھ سے مجھے صحت ہوئی اور فلاں عورت کو اسی کے علاج سے صحت ہوئی (یہ میرا تجربہ ہے اس کے خلاف) میں تمہاری بات تسلیم نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہم تجربہ کرانے کے لئے اس کے سامنے مسائل رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے کہا ایسا کرلو اور انہوں نے کچھ سوالات تجویز کر کے اس سے کئے۔ اس نے کہا کہ اگر میں ان مسائل کے جوابات تمہارے سامنے بیان کروں گا تو تم جواب کو نہیں سمجھ سکو گے۔ کیونکہ جوابات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو طبیب ہو۔ لیکن (اگر تمہیں تجربہ ہی کرنا ہے تو اس طرح کرلو) کیا تمہارے یہاں بڑا شفاخانہ نہیں ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہے، پھر اس نے کہا، کیا اس میں ایسے بیمار نہیں جو مدت سے پڑے ہوئے ہوں۔ لوگوں نے کہا، ہیں۔ اس نے کہا، بس ان کا علاج کئے دیتا

ہوں تو دیکھو گے کہ سب کے سب عافیت کے ساتھ گھنٹہ بھر میں اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کیا میری قابلیت کے اظہار کے لیے کوئی دلیل اس سے بڑی ہوسکتی ہے؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ پھر شفا خانے کے دروازے پر پہنچا اور لوگوں سے کہا تم سب یہاں بیٹھو۔ میرے ساتھ اندر کوئی نہ آئے اور تنہا داخل ہوا۔ اس کے ساتھ صرف افسر شفا خانہ تھا۔ اس نے افسر سے کہا کہ جو کچھ عمل میں کروں گا اگر تو نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو میں تجھے پھانسی دلا دوں گا اور گر تو خاموش رہا تو مالا مال کر دوں گا۔ اس نے کہا میں نہیں بولوں گا۔ اس کو حلف بالطلاق دلایا۔ پھر اس سے پوچھا کہ تیرے پاس اس شفا خانہ میں تیل موجود ہے۔ اس نے کہا، ہاں۔ کہا کہ لے آ، وہ بہت سا تیل لے آیا۔ اس نے وہ ایک بڑی دیک میں ڈالا اور اس کے نیچے آگ جلائی۔ جب تیل خوب جوش مارنے لگا تو مریضوں کی جماعت کو آواز دی۔ ان میں سے ایک مریض سے کہا تیری بیماری صرف اس سے دفع ہوسکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ مریض اللہ کو یاد کرنے لگا۔ اے اللہ تو ہی مددگار ہے۔ حکم جی نے کہا یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ اس مریض نے کہا مجھے تو شفا ہو چکی تھی بس معمولی درد تھا سر میں حکیم جی نے کہا پھر شفا خانہ میں تو کیوں پڑا رہا جب اچھا ہو چکا ہے۔ اس نے کہا بس یوں یوں ہی کوئی خاص وجہ نہیں۔ حکیم جی نے کہا۔ تو چلا جا اور لوگوں سے کہتا جانا کہ میں تندرست ہو چکا۔ وہ وہاں سے نکل کر بھاگا اور لوگوں سے کہہ گیا کہ میں شفایاب ہو گیا۔ ان حکیم صاحب کی آمد سے پھر دوسرے مریض کو نمبر آیا۔ اس سے بھی وہی ارشاد ہوا کہ تیری بیماری صرف اس طرح دفع ہوسکتی ہے کہ اس دیگ میں بیٹھ جائے۔ اس نے کہا اللہ اللہ جی میں تو تندرست ہو چکا ہوں۔ حکیم جی نے کہا اس میں بیٹھنا ضروری ہے۔ اس نے کہا میں تو آج ہی شام کو رخصت ہونے کا ارادہ کر رہا تھا اب حکیم جی نے فرمایا اگر تجھے شفا ہو چکی ہے تو چلا جا اور لوگوں سے کہتے جانا کہ میں اچھا ہو گیا ہوں۔ وہ نکل کر بھاگا (جان بچی لاکھوں پائے) اور لوگوں سے

کہتا گیا کہ حکیم صاحب کی برکت سے مجھے صحت ہو چکی ہے۔ یہ حال سب کا ہوا۔ یہاں تک کہ سب حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت ہو گئے (بنا داں آنچناں روزی رساند۔ کہ دانا اندراں حیراں بماند)

(۲۶۳) جو بھی درخت پر چڑھے گا ایسا ہی دیکھے گا:۔ ایک عورت کا ایک آشنا تھا اس نے قسم کھائی کہ جب تک تو کوئی ایسا حیلہ نہیں کرے گی کہ میں تیرے شوہر کے رو برو تجھ سے جماع کروں میں تجھ سے بات نہ کروں گا۔ اس نے ایسا حیلہ کرنے کا وعدہ کرلیا۔ اس کا ایک دن مقرر ہو گیا اور ان کے گھر میں ایک بہت لمبا کھجور کا درخت تھا۔ اس عورت نے اپنے شوہر سے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اس کھجور پر چڑھ کر کھجوریں اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں۔ اس نے کہا ایسے کرلے۔ جب وہ بالکل چوٹی پر چڑھ گئی تو اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر بولی کہ ہائیں یہ تو غیر عورت کے ساتھ کیا کر رہا ہے۔ بڑا افسوس ہے، تجھے شرم نہیں آتی کہ میری موجودگی میں تو اس سے جماع میں مشغول ہے اور گالیاں دیتی اور چیختی رہی اور وہ قسم کھاتا رہا کہ میں تو یہاں اکیلا ہوں یہاں کوئی دوسرا موجود بھی نہیں۔ پھر اتر کر اس سے جھگڑتی رہی اور وہ حلف بطلاق کرتا رہا کہ وہ بالکل اکیلا تھا پھر اس نے عورت سے کہا کہ تو بیٹھ، میں اوپر چڑھ کر دیکھتا ہوں۔ جب وہ درخت کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے اپنے آشنا کو بلا لیا۔ اس نے اس سے منہ کالا کرنا شروع کر دیا۔ شوہر نے اپنے اوپر سے جب نیچے یہ معاملہ دیکھا تو اس نے بیوی سے کہا۔ میں تیرے قربان، اپنے دل میں اس بات کا کچھ رنج مت رکھ جو تو نے میرے بارے میں بیان کی تھی جو بھی اس درخت پر چڑھے گا وہ ایسا ہی دیکھے گا۔ جیسا کہ تو نے دیکھا تھا (اور اب میں بھی تجھے اسی طرح دیکھ رہا ہوں۔)

(۲۶۴) فرزوق کی منقش چادر کی قیمت:

ابوعبیدہ معمر بن المثنی نے ذکر کیا ہے کہ ایک دن فرزوق اپنی خوش رنگ منقش چادر

اوڑھے ہوئے ایک عورت کے پاس سے (جو اپنے مکان کے قریب کھڑی تھی) گذرا، پھر اس کو دیکھنے لگا (کہ کیسی خوبصورت ہے) اس کی باندی نے کہا کہ یہ چادر کیسی اچھی ہے؟ فرزدق نے کہا اگر تیری مالکہ مجھے بوسہ دینے کی اجازت دے دے تو اسے یہ چادر دے دوں۔ باندی نے مالکہ سے کہا کہ اس اعرابی کو بوسہ دینے میں کیا نقصان پہنچے گا۔ جس کو یہاں کوئی پہچانتا بھی نہیں۔ اس عورت نے اجازت دے دی۔ تو فرزدق نے بوسہ لیا اور اس کو چادر دے دی۔ پھر اس کنیز سے پانی مانگا۔ وہ ایک شیشہ کے گلاس میں پانی لائی۔ جب اس لڑکی نے ہاتھ رکھا تو اس نے گلاس پانی سے گرا دیا۔ وہ گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد فرزدق دروازے پر بیٹھے ہی رہے تا آنکہ صاحب مکان آ گیا۔ اس نے کہا اے ابو فراس کیا کوئی حاجت ہے؟ فرزدق نے کہا نہیں، لیکن میں نے اس گھر سے تھوڑا پانی پینے کے لئے منگایا تھا جو کانچ کے گلاس میں لایا گیا۔ وہ میرے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا تو اس گھر والوں نے اس کے بدلہ میں میری چادر پر قبضہ کر لیا۔ اس شخص نے گھر میں جا کر بیوی کو سخت سست کہا اور کہا کہ فرزدق کو اس کی چادر واپس کر دو۔

باب ۱۷

ایسے حیلوں کا ذکر جن کا انجام مقصود کے خلاف نکلا

(۲۶۵) روم کے بادشاہ اور معاویہؓ کا احتیاط اور عمل میں مشابہت:۔

ابراہیم سے منقول ہے کہ جب امیر معاویہؓ بوڑھے ہوگئے تو ان کو بے خوابی کی شکایت ہوگئی اور جب ان کی آنکھ لگتی تھی تو ناقوسوں کی آوازیں جگا دیا کرتی تھیں۔ ایک دن جب صبح کے وقت حضرت معاویہؓ کی مجلس میں لوگ جمع ہو گئے تو معاویہؓ نے کہا اے جماعت عرب، تم میں کوئی ایسا (بہادر) ہے کہ میں اس کو جو حکم دوں وہ اس کی تعمیل کرے اور میں اس کو بقدر تین دیت مال پہلے دے دوں گا اور بقدر دو دیت مال اس وقت دیا جائے گا جب واپس آجائے گا تو قبیلہ غسان کا ایک نوجوان کھڑا ہوگیا اور بولا کہ اے امیر المومنین میں تیار ہوں۔ معاویہؓ نے کہا یہ کام ہے کہ تم میرا یہ خط بادشاہ روم کے پاس لے جاؤ۔ جب تم اس کے فرش پر پہنچ جاؤ تو اذان دے دو۔ اس نے پوچھا کہ پھر کیا کرنا ہے؟ معاویہ نے کہا بس اور کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ اتنی تھوڑی محنت کا آپ نے بڑا معاوضہ دیا۔ یہ شخص خط لے کر روانہ ہوگیا۔ جب قیصر روم کے فرش پر پہنچا تو اس نے اذان دے دی اور امراء دربار اس حرکت سے حیران رہ گئے اور انہوں نے تلواریں سونت لیں تو فوراً بادشاہ روم دوڑ کر اس غسانی کے پاس آ گیا اور اس کو اپنی آڑ میں لے لیا اور ان لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واسطہ اور اپنے حقوق کا واسطہ دے کر قتل سے باز رکھا۔ حتیٰ کہ وہ لوگ رک گئے۔ پھر اس کو اپنے ساتھ تخت تک لے گیا اور خود تخت پر بیٹھ گیا اور اس کو بائیں طرف بٹھایا۔ اور پھر کہا اے امراء دربار، حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ بوڑھا ہو چکا ہے، اور بڑھاپے میں بے خوابی کی بیماری ہو جاتی ہے۔ اس کو ناقوس کی آوازوں سے تکلیف پہنچی تو اس نے یہ چاہا کہ یہ شخص اذان کی بناء پر یہاں تمہارے ہاتھوں سے قتل کر دیا جائے تو

(اس کو بہانہ بنا کر) جو اس کے شہر میں ناقوس پھونکنے والے ہیں ان کو وہ قتل کر ڈالے۔اور خدا کی قسم اس کی امید کے خلاف ہم اس کو اس کے پاس (صحیح سلامت)واپس بھیجیں گے۔بادشاہ روم نے اس شخص کو جوڑا اور سواری دے کر واپس کر دیا۔ جب یہ شخص لوٹ کر معاویہؓ کے پاس پہنچا تو معاویہؓ نے اس سے کہا کیا تو مجھ تک آ گیا صحیح سلامت؟ اس نے کہا جی (صحیح سلامت آ گیا) مگر آپ کی عنایات سے نہیں اور کہا جاتا ہے کہ (ہر زمانہ میں) مسلمانوں میں جیسا خلیفہ ہوتا رہا اس کے بالمقابل روم میں ویسا ہی بادشاہ ہوتا رہا ہے۔اگر یہاں محتاط ہوا تو وہاں بھی ویسا ہی محتاط، اگر یہاں عاجز ہوا تو وہاں بھی عاجز، چنانچہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو بادشاہ تھا (وہ بھی حضرت عمرؓ کی طرح بڑا مدبر تھا) اسی نے ان میں دفاتر کا نظم قائم کیا اور دشمنوں سے حفاظت کے سامان کیے۔اور جو بادشاہ معاویہؓ کے زمانہ میں تھا وہ احتیاط اور عمل میں معاویہؓ کے مشابہ تھا۔

(۲۶۶)ایک راہب کا حیلہ جو اس کے خلاف ہوا:۔

ایک فوج کے ملازم نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں ملک شام کے سفر کے لئے روانہ ہوا اس کی ایک بستی میں جانا چاہتا تھا۔ میں راستہ میں تھا اور چند کوس طے کر چکا تھا اور تھک گیا تھا۔ میں ایک جانور پر سوار تھا اور اس پر ہی میرا زادراہ اور روپیہ تھا اور شام قریب آ چکی تھی۔دفعتاً میری نظر ایک بڑے قلعہ پر پڑی اور اس میں ایک راہب کو دیکھا جو صومعہ میں تھا۔وہ میری طرف آیا اور میرا استقبال کیا اور مجھ سے اپنے پاس رات گذارنے کی خواہش کی اور یہ کہ میں اس کی ضیافت قبول کروں۔ میں اس پر تیار ہو گیا۔جب میں اس کلیسا میں پہنچا تو اپنے سوا مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔اس نے میری سواری کو پکڑ کر باندھا اور اس کے آگے جو ڈالے اور میری سامان کو ایک کمرے میں رکھا اور گرم پانی لے کر آیا۔ یہ زمانہ سخت سردی کا تھا اور برف گر رہی تھی اور میرے سامنے بہت سی آگ روشن کر دی اور بہت اچھا کھانا لا کر کھلایا۔جب رات

کا ایک حصہ گذر گیا اور میں نے سونے کا ارادہ کیا تو میں نے اس سے سونے کی جگہ اور بیت الخلاء کا راستہ معلوم کیا۔ اس نے مجھے راستہ بتایا۔ بیت الخلاء بالا خانہ پر تھا۔ جب میں قضاء حاجت کے لیے اوپر گیا اور بیت الخلاء کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا بوریہ ہے۔ پھر جب میرے دونوں پاؤں اس پر رکھے گئے تو میں نیچے آ گرا (کلیسا سے باہر) میدان میں پڑا تھا۔ وہ بوریہ چھت سے باہر کے حصہ پر اٹکایا ہوا تھا اور اس رات میں برف گر رہی تھی۔ میں بہت چلایا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر میں کھڑا ہو گیا۔ میرا بدن زخمی تھا مگر اعضاء سالم تھے۔ میں برف سے بچنے کے لئے ایک محراب کے نیچے کھڑا ہو گیا جو اس قلعہ کے دروازہ میں تھی۔ دفعتاً ایک اتنا بڑا پتھر آ کر پڑا کہ اگر وہ میرے سر پر آ لگتا تو اس کو پیس دیتا۔ میں وہاں بھاگتا اور چلاتا ہوا نکلا تو اس نے مجھے گالیاں دیں تو میں سمجھا کہ یہ سب اس کی شرارت ہے جو میرے تمام سامان کو لوٹنے کے لیے کی ہے۔ جب میں نکلا تو مجھ پر برف گرتی رہی جس سے میرے کپڑے بھیگ گئے۔ اور میں نے اپنی حالت پر نظر کی کہ یہ میرا بدن اکڑ جا رہا ہے۔ سردی اور برف سے تو میں نے یہ ترکیب سوچی کہ تقریباً تین رطل (پندرہ سیر) کا پتھر تلاش کر کے اپنے کندھے پر رکھا اور صحرا میں بھاگ کر ایک لمبا چکر لگایا، اتنا کہ تھک گیا اور بدن گرم ہو گیا تو اس کو کندھے سے ڈال کر آرام کرنے بیٹھ گیا۔ پھر جب سکون ہو گیا اور مجھے سردی نے دبا دیا تو پھر میں میں نے وہی پتھر سنبھالا اور اسی طرح بھاگنا شروع کر دیا۔ (رات بھر یہ عمل جاری رہا) طلوع آفتاب سے پہلے جب کہ میں اس قلعہ کی پشت پر تھا تو میں نے اس کلیسا کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی اور دفعتاً راہب پر نظر پڑی کہ وہ نکلا اور اس موقع پر آیا جہاں میں گرا تھا۔ جب اس نے مجھے نہ دیکھا تو اس نے کہا ''اے میری قوم اس نے کیا کیا۔'' اور میں اس کے کلمات سن رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ اس منحوس نے یہ سوچا کہ وہ قریب کی بستی میں دیکھنے کے لئے جائے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اب اس نے چلنا

شروع کیا تو میں دیر کے دروازے تک اس کے پیچھے پیچھے چھپتا ہوا پہنچ گیا اور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہ اس دیر کے گرد مجھے ڈھونڈنے کے لئے آگے بڑھ گیا اور میں دروازے کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور میری کمر میں ایک خنجر تھا۔ جس کی اس راہب کو خبر نہ تھی۔ جب اس کو گھوم پھر کر میرا کوئی نشان نہ ملا تو وہ لوٹ کر آ گیا اور اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کیا۔ اس وقت جب کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ یہ مجھے دیکھا ہی چاہتا ہے میں نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو خنجر سے زخمی کر کے پچھاڑ دیا اور ذبح کر ڈالا اور قلعہ کا دروازہ بند کر دیا اور بالا خانہ پر چڑھ کر آگ روشن کی جو وہاں سلگی ہوئی موجود تھی اور اپنے اوپر سے وہ کپڑے اتار کر پھینکے اور اپنے اسباب کو کھول کر اس میں سے کپڑے نکال کر پہنے اور راہب کی چادر لے کر اس میں سو گیا۔ (مجھے رات کی تکلیف سے) افاقہ عصر سے پہلے نہ ہو سکا۔ اب میں بیدار ہوا اور قلعہ کے کمروں کی تالیاں بھی ہاتھ لگ گئی تھیں۔ اب میں نے ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھا تو وہاں عظیم اموال جمع تھے۔ سونا اور چاندی اور بیش قیمت اشیاء اور کپڑے اور قسم قسم کے آلات اور لوگوں کے کجاوے اور ان کا اسباب اور سامان اور بہت ہی کچھ تھا۔ کیونکہ اس راہب کی عادت تھی کہ وہ ہر اس شخص کے ساتھ جو ادھر سے تنہا گذرتا تھا وہی معاملہ کرتا تھا جو اس نے میرے ساتھ کیا تھا اور اس کے اموال پر قابض ہو جاتا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مال کو کیسے لے جاؤں۔ میں نے یہ ترکیب کی کہ چند کپڑے راہب کے پہن کر کچھ روز تک جب کہ گذرنے والے اس مقام سے گذرتے تھے دور سے اپنے کو دکھاتا رہا تاکہ لوگ مجھے وہی راہب سمجھیں اور جب کچھ قریب ہوتے ان کی طرف پشت کر لیا کرتا۔ اس طرح یہ معاملہ مخفی رہا۔ پھر چند روز کے بعد میں نے وہ کپڑے اتار ڈالے اور میں نے اس دیر کے سامان میں سے دو گونیں نکال کر ان کو مال سے بھر لیا اور ان کو اپنے خچر پر لاد کر ایک قریب کی بستی میں لے گیا۔ جہاں میں نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا تھا اور برابر وہاں سے

ایسی قیمتی چیزوں کو منتقل کرتا رہا جن کے جسم ٹھوس ہیں اور پھر ایسی اشیاء کو منتقل کیا جن کا ہلکا جسم تھا اور قیمت زیادہ تھی۔ میں نے وہاں صرف وہی اشیاء چھوڑیں جو زیادہ وزنی تھیں۔ پھر ایک روز بہت سے خچر اور گدھے اور مزدور کرایہ کر لئے اور جس قدر بھی قدرت ہوسکی وہ سب اشیاء لادلاد کر ایک بڑے قافلہ کے ساتھ چل پڑا اور یہ زبردست اموال غنیمت لے کر اپنے وطن میں آ گیا۔ مجھ کو وہاں سے دس ہزار درہم نقد اور بہت سے دینار اور قیمتی سامان دستیاب ہوا تھا میں نے اس سامان کو زمین میں گاڑ کر رکھ کر چھوڑا۔ کسی کو میرے حال کی قطعی خبر نہ ہوسکی۔ (شیخ کمال الدین دمیری نے اس قصہ نقل کرکے لکھا ہے کہ "اس حکایت کو حافظ ابن شاکر نے بھی اپنی تاریخ میں ابو محمد البطال کی روایت سے ذکر کیا ہے اور قصہ کے بعض اجزاء میں کہیں کہیں اس سے تھوڑا سا اختلاف بھی ہے۔ مترجم"۔

(۲۶۷) ایک نصرانی کی تدبیر جو الٹی ہوگئی:۔

علی بن الحسنین اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سے نیشاپور کے لشکر والوں کی ایک جماعت نے یہ واقعہ نقل کیا جن میں چند کاتب اور تاجر وغیرہ بھی ہیں کہ سن تین سو چالیس سے کچھ اوپر ہوگا، ان کے ساتھ ایک نوجوان نصرانی کاتب تھا جو ابو الطیب القلانسی کا بیٹا تھا۔ وہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے دیہات کی طرف گیا، اس کو کردوں نے پکڑ کر ستانا شروع کر دیا اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی ذات کو ان سے خریدے یعنی مطلوبہ رقم دے تو رہا کیا جاسکتا ہے) اس نے ایسا نہ کیا اور اپنے متعلقین کو لکھا کہ میرے پاس چار درہم (۱۴ ماشہ) افیون بھیج دو اور یاد رکھو کہ میں اس کو پیوں گا اور پھر مجھے سکتہ لاحق ہو جائے گا اور یہ کرد لوگ مجھے مردہ سمجھنے میں شک نہ کریں گے اور مجھے تمہارے پاس بھیج دیں گے۔ جب تمہارے پاس پہنچا دیا جاؤں تو مجھے تم حمام میں داخل کر دینا اور میرے جسم کو خوب پیٹنا تا کہ بدن گرم ہو جائے اور ایارج کے ساتھ منہ میں مسواک کرنا تو میں ہوش میں آ جاؤں گا اور یہ نوجوان نا تجربہ

کار تھا۔ اس نے کسی سے سن رکھا تھا کہ جو زیادہ افیون کھا جائے گا اس کو سکتہ پڑے گا۔ پھر جب حمام میں داخل کیا جائے گا اور جسم پر چوٹیں لگائی جائیں گی اور ایارج سے مسواک کی جائے گی تو اچھا ہو جائے اور اس کو مقدار کا علم نہیں تھا۔ غرض وہ چار درہم افیون کھا گیا اور کردوں نے دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ مر گیا تو انہوں نے اس کو کسی چیز میں بند کر کے اس کے متعلقین کے پاس بھیج دیا۔ جب یہ شخص ان کے پاس پہنچا دیا گیا تو انہوں نے اس کو حمام میں داخل کر دیا اور اس کے جسم کو بہت پیٹا اور مسواک بھی کی۔ مگر اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی اور حمام میں کئی دنوں تک اس کو رکھا گیا۔ اطباء نے بھی اس کو دیکھا تو انہوں نے کہا کہ یہ مر چکا ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ اس نے کتنی افیون کھائی تھی۔ ان کو چار درہم ہم وزن بتایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ (حمام کی حرارت سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے) اگر اس کو جہنم میں بھی بھون دیا جائے گا تو یہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ یہ عمل اس شخص پر موثر ہو سکتا ہے جو چار دانق (۲/۳ درہم) یا ایک درہم تقریباً کھالے۔ یہ تو یقیناً مر چکا ہے۔ مگر اس کے اقرباء کو اطمینان نہ ہوا اور انہوں نے اس کو حمام میں رکھا، یہاں تک کہ جسم میں بو اور تغیر پیدا ہونے لگا۔ اس وقت اسے دفن کیا اور جو تدبیر اس نے کی وہ الٹی پڑ گئی۔

(۲۶۸) بلال بن ابی برادہ کی اسیری اور موت:۔

محسن کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایک پرانی روایت ہے وہ یہ کہ بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری حجاج کی قید میں تھے۔ وہاں ان کو ستایا جاتا تھا اور یہ معمول تھا کہ جو شخص قید خانہ میں مر جاتا تھا حجاج کے پاس کی رپورٹ جاتی تھی۔ وہ اس کے نکالنے کا حکم دے دیا کرتا تھا اور یہ کہ ورثہ کو لاش سپرد کر دی جائے۔ ایک مرتبہ بلال نے داروغہ جیل سے کہا میں تم کو دس ہزار درہم دیتا ہوں تم میرا نام مردوں کی فہرست میں لکھ دو۔ جب وہ حکم دے گا کہ لاش متعلقین کے سپرد کر دی جائے تو میں کسی بعید مقام کو بھاگ جاؤں گا، حجاج کو میرا کچھ حال نہ معلوم ہو سکے گا۔ داروغہ نے مال لے لیا

اوران کا نام مردہ ظاہر کر کے پیش کر دیا۔حجاج نے کہا کہ اس جیسے شخص کو اس کے اہل کے حوالہ کرنا اس وقت تک مناسب نہیں ہے جب تک میں اس کو دیکھ نہ لوں ۔اس کو لاؤ۔اب وہ بلال کے پاس آیا اوران سے کہا کہ تیار ہو جاؤ۔انہوں نے کہا کیا خبر ہے؟تو اس نے حجاج کا حکم اور پوری بات بیان کر دی،اب اگر میں نے تمہاری لاش نہ دکھائی تو وہ مجھے قتل کر ڈالے گا۔وہ ضرور سمجھ جائے گا کہ میں نے حیلہ کیا تھا۔اب تمہیں گلا گھونٹ کر مارنا ضروری ہوگیا۔بلال نے رو کر اس سے بہت کچھ کہا سنا کہ وہ ایسا نہ کرے مگر کوئی صورت نہ بنی تو انہوں نے وصیت کی اور نماز پڑھی۔پھر ان کو داروغہ جیل نے پکڑ کر گلا گھونٹ دیا۔پھر ان کو نکال کر حجاج کے سامنے لے گیا۔جب اس نے دیکھ لیا کہ وہ مر چکے ہیں تو کہہ دیا کہ ان کے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا جائے ۔چنانچہ وہ لوگ لے گئے ۔انہوں نے دس ہزار درہم میں اپنے لئے قتل خریدا تھا اور جو حیلہ کیا تھا وہ الٹا پڑ گیا۔

(۲۶۹)منصور کا حیلہ اس کے لیے رسوائی بن گیا:۔

ابن جریر وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ منصور نے عبداللہ بن علی کو پوشیدہ طور پر رات کو عیسیٰ بن موسیٰ کے حوالہ کیا اور کہا اے عیسیٰ اس شخص نے مجھ سے نعمت (خلافت) کو زائل کرنا چاہا اور تم سے بھی جب کہ تم مہدی کے بعد میرے ولی عہد ہو اور خلافت تمہارے پاس بھی پہنچنے والی ہے،اس کو لے جاؤ،اس کی گردن مار دینا۔اور خبر دار کمزور اور ضعیف مت بن جانا۔پھر لکھ کر دریافت بھی کیا،جس چیز کا میں نے تم کو حکم دیا تھا تم نے کیا کیا؟تو عیسیٰ نے جواب دیا جو حکم آپ نے دیا تھا اس کو نافذ کر دیا گیا۔اب منصور کو عبداللہ بن علی کے قتل میں کوئی شک باقی نہیں رہا اور حقیقت یہ تھی کہ عیسیٰ کو اس کا خفیہ نگار باخبر کر چکا تھا کہ منصور آپ کو اور عبداللہ دونوں کو قتل کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے تم کو اس کے قتل کا حکم تو مخفی طور پر دیا ہے اور تم پر خون کا دعویٰ کھلم کھلا ہوگا اور تم کو اس میں پھنسا لے گا۔عیسیٰ نے پوچھا پھر تمہاری کیا رائے ہے؟

اس نے رائے دی کہ عبداللہ کو اپنے مکان میں پوشیدہ رکھو۔ جب منصور تم سے اعلانیہ طلب کرے، پھر تم بھی اعلانیہ اس کو پیش کر دینا۔ اب منصور نے (یہ یقین کر لینے کے بعد عیسیٰ عبداللہ کو قتل کر چکا ہے) ایک شخص کو خفیہ طور پر سمجھایا کہ وہ عبداللہ کے چچا کی اولاد کو عبداللہ بن علی کے لئے سوال کرنے پر آمادہ کرے اور ان کو یہ امید دلائے کہ وہ پورا کیا جائے گا (اور اس کو رہا کر کے تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔) چنانچہ (اس کے سمجھانے پر) ان لوگوں نے (آ کر) منصور سے گفتگو کی اور یہ سوال اٹھایا۔ منصور نے کہا ہمارے پاس عیسیٰ ابن موسیٰ کو لاؤ۔ وہ آ گئے تو کہا اے عیسیٰ میں نے عبداللہ بن علی کو تمہارے سپرد کیا تھا اور ان لوگوں نے اس کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی۔ اس کو میرے پاس لاؤ۔ عیسیٰ نے کہا اے امیر المومنین کیا آپ نے مجھے اس کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا؟ منصور نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے قتل کا حکم نہیں دیا۔ اس کے بعد ان مدعیوں سے کہا کہ یہ تمہارے سامنے تمہارے رشتہ داروں کے قتل کا اقرار کر چکا ہے اور اس بات کا مدعی ہے کہ میں نے اس کو قتل کا حکم دیا تھا اور جھوٹ بولتا ہے تو انہوں نے کہا پھر آپ اس کو ہمارے سپرد کیجئے ہم اس کو وہیں رکھیں گے۔ منصور نے کہا تمہیں اختیار دیا جاتا ہے۔ تو وہ عیسیٰ کو میدان میں لے گئے اور اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ پھر ایک شخص ان میں سے تلوار برہنہ کر کے عیسیٰ کی طرف بڑھاتا کہ اس کے مارے۔ اس سے عیسیٰ نے کہا کیا تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں، عیسیٰ نے کہا مجھے امیر المومنین کے پاس واپس لے چلو۔ لوگ منصور کے پاس لے آئے۔ عیسیٰ نے کہا کہ آپ نے اس کے قتل سے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا (اور میں نے اس فریب کو سمجھنے کے بعد اس کو محفوظ رکھا تھا)

(۲۷۰) حارثی کا مسخرا پن اس کے لئے وبال جان بن گیا:۔

حارثی نے بیان کیا کہ خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں چند شیوخ طلبہ حدیث کے ساتھ نوعمری کے زمانہ میں میرا بغداد جانا ہوا۔ ہم نے ایک خادم کو دیکھا جو خصی (خواجہ) تھا۔ وہ سر راہ ایک دوکان لگائے بیٹھا تھا اور اس کے سامنے دوائیں اور سرمہ پیسنے کے کھرل اور آلات جراحی رکھے ہوئے تھے اور سر پر ایک پرانا شامیانہ تنا ہوا تھا۔ جیسا ان بازاری حکیموں کا دستور ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا یہ ایک خادم ہے جو طبابت کا پیشہ کرتا ہے۔ لوگوں کے لیے دوائیں تجویز کرتا ہے اور پیسے کماتا ہے اور بغداد کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ میں نے کہا، میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کی سمجھ کا اندازہ کرسکوں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اس کی فہم تو میں بھی نہیں جانتا مگر ہمارا دل بھی چاہتا ہے کہ تم اس سے چھیڑ چھاڑ کرو۔ میں نے کہا، چلو میں اس کو چھیڑوں گا۔ وہ اس کے پاس پہنچا اور اپنی ایسی حالت بنالی کہ گویا غش کھا رہا ہے اور مرنے کے قریب ہے اور سخت بیمار ہے۔ اور کئی دفعہ چلایا اے استاد اے استاد خادم حکیم نے اس کو ڈانٹ کر کہا کچھ بول تو سہی خدا تجھے شفا نہ دے تجھ پر کیا مصیبت پڑ گئی، کونسا طاعون تیرے سر پر آ پڑا۔ اس نے کہا استاد میں اپنی آنتوں میں اندھیرا دیکھتا ہوں اور میرے بالوں کے سروں پر مروڑ پیدا ہو گیا اور جو کچھ آج کھاتا ہوں وہ دوسرے دن مردار کی طرح (جوں کا توں) نکل جاتا ہے۔ میرے حال کے مطابق نسخہ تجویز کر دیجئے۔ خادم نے جواب تیار کر لیا تھا۔ بولا ”تیرے بالوں کے مروڑ کا یہ علاج ہے کہ اپنا سر اور داڑھی منڈوا دے مروڑ بھی جاتا رہے گا اور آنتوں کے اندھیرے کا یہ علاج ہے کہ اپنے حجرے کے دروازے پر قندیل لٹکا دے (حجرے سے مراد شکم ہے۔ دروازہ مبروز میں سے تمام اندر کا حصہ) چمک اٹھے گا جیسے چھتہ کی گلی (ایسے دو مکانوں کی دیواروں پر جن کا فاصلہ کم ہو چھت ڈال دی جائے جس سے کے نیچے

گذرگاہ ہو وہ چھتہ کہلاتا ہے) اور یہ شکایت کہ جو کچھ تو آج کھاتا ہے وہ اگلے دن مردار کی طرح نکل جاتا ہے تو بس تو اپنے اخراجات سے چھوٹ گیا جو پیٹ میں سے (پاخانہ) نکلے پھر اسی کو کھالیا کرو۔" ہماری گفتگو کے وقت عام لوگ جمع ہو گئے تھے۔ انہوں نے شوروغل اور ہمارا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ اور جو مسخرا پن ہم نے اس کے ساتھ کرنا چاہا تھا وہ ہم پر ہی پلٹ پڑا۔ اب ہمارا منتہائے عمل صرف یہی ہوسکا کہ ہم بھاگ اٹھیں۔ چنانچہ ہم کو بھاگنا ہی پڑا۔

(۲۷۱) قاضی ابوبکر باقلانی کی دانشمندی نے عضدالدولہ کو مرعوب کیا:۔

حسین بن عثمان وغیرہ سے منقول ہے کہ عضدالدولہ نے شاہ روم کے یہاں برسم رسالت قاضی ابوبکر باقلانی کو بھیجا۔ جب صاحب دارالسلطنت میں پہنچ گئے تو بادشاہ کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا اور قاضی صاحب کے علم کے مرتبہ سے بھی آگاہ کیا گیا۔ بادشاہ نے ان سے ملاقات کی صورت پر غور کیا اور اس کو یہ اندازہ ہو گیا کہ حاضری کے وقت جیسا کہ عام طور پر رعیت کا دستور ہے کہ بادشاہ کے سامنے زمین کو چومتے ہیں قاضی ابوبکر اس کفر کو اختیار نہیں کریں گے تو اس نے سوچ کر یہ صورت نکالی کہ وہ جس تخت پر بیٹھے اس کو ایسی جگہ بچھایا جائے جہاں پر داخلہ ایک اتنے چھوٹے دروازے سے ہو کہ اس سے گذرنا بغیر رکوع یعنی زیادہ جھکنے کے ممکن نہ ہوتا کہ قاضی رکوع کی صورت میں اندر داخل ہوں اور اسی حالت کو زمین بوسی کے قائم سمجھ لیا جائے۔ جب قاضی صاحب وہاں پہنچے تو اس حیلہ کو سمجھ گئے تو انہوں نے اپنی پشت پھیر کر سر جھکایا اور دروازے میں پیچھے کو سرکتے ہوئے داخل ہوئے کہ بادشاہ کی طرف پشت رہی پھر اپنا سر اٹھایا اور گھوم کر بادشاہ کی طرف پھر گئے تو بادشاہ کو ان کی دانشمندی کا علم ہوا اور ان سے مرعوب ہوا۔

(۲۷۲) قبیلہ مزنیہ کا نام مزنیہ القیس (بکرا) کیوں پڑ گیا:۔

مروی ہے کہ قبیلہ مزنیہ نے ثابت کو جو (اسلام کے مشہور شاعر)حسان انصاری کا باپ تھا قید کرلیا اور فدیہ کے بارے میں کہا کہ ہم بکروں کے سوااور کسی جنس کو تسلیم نہ کریں گے۔ثابت کی قوم بھی اس ضد سے جوش میں بھر گئی اور انہوں نے کہا کہ ہم بکرے نہیں دیں گے۔ثابت نے ان کے پاس پیغام بھیجا کہ جو کچھ یہ مانگ رہے ہیں وہی ان کو دے دو۔جب وہ بکرے لے کر آ گئے تو ثابت نے کہا کہ ان کے بھائیوں کو ان کے حوالے کردو اور مزنیہ والوں سے کہا کہ اپنے بھائیوں کو پکڑو۔اس وقت مزنیہ کا نام مزنیۃ التیس پڑ گیا (تیس بکرے کو کہتے ہیں) یہ لفظ ان کی چڑ اور مذاق بن گیا۔

ایک شاعر جس کا نام مہیار تھا لمبی قطع داڑھی والا تھا اور مطرز شاعر کی چگی داڑھی تھی۔یہ دونوں اکٹھے ابوالحسن جہرمی کے پاس سے گذرے۔اس نے یہ شعر کہا:

اضــــرط عــلـــى الــكــوســج والالــحـــىٰ

وزدهـــمــــــا ان غـــضـبـــا ســلــحـــا !

"چگی داڑھی والے اور لمبی داڑھی والے کے منہ پر گوز ماردے۔اور اگر یہ ناراض ہوں تو تھوڑا سا پاخانہ گرادے گا۔"اور ارادہ کیا کہ مضمون کی تکمیل کے لئے آگے بھی کچھ کہے کہ مطرز یہ بول پڑا کہ تیرا کیا حال ہوگا کہ تو علی بن ابی علی کو جو قادر باللہ کا حاجب ہے اور علی بن علی کے بعد حسن بن احمد کو بھی جو قادر کا مصاحب ہے ایسے برے کلمات سے یاد کرتا ہے اور علی بن علی الحی یعنی لمبی داڑھی والا تھا اور حسن کو سج یعنی چگی داڑھی والا تھا۔پھر تو جہرمی گھبرا گیا اور اس کو یہ ڈر ہو گیا کہ یہ اطلاع ان تک پہنچا دیں گے تو اس نے مہیار دیلمی کو یہ قطعہ لکھا جس میں خوشامدیں کر رہا ہے:۔

ابـــا الـحـســـن اصـــفـــح ان مـثـلـی مـــن جـنــیٰ

ومـثـــلــك مـــن اعـــفـــی مـــن الـــعـدوا و عـفـــا

اے ابوالحسن معاف کیجئے کیونکہ مجھ جیسے چھوٹے خطا کار ہوتے ہیں اور تم جیسوں کی شان ہے کہ وہ دشمنوں سے بھی عفو ودرگذر کرتے ہیں۔

آئن طوحت بی هقرة قلت جفوة

وحملت سمعی من عتابك ماجفا

اگر مجھے ہلاک ہونے والی بات میرے منہ سے نکل گئی تو اس اسے اعراض کر لیا جائے اور میرے کان نے آپ کے عتاب کا اتنا بوجھ اٹھایا کہ جیسے پچھاڑ ہی دیا۔

(۲۷۳) ایک فقیہ کی اپنے ہی خط کو دیکھ کر شرمندگی :۔

مجھ سے ابوبکر خطاط نے بیان کیا کہ ایک فقیہ شخص تھا۔ جس کا خط بہت بھدا تھا۔ دوسرے فقہاء اس پر بدخطی کا عیب لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کوئی خط تمہارے خط سے زیادہ بھدا نہیں ہوسکتا۔ وہ ان کے اس اعتراض سے جلایا کرتا تھا۔ ایک دن بازار میں اس کی ایک مجلد کتاب پر نظر پڑی جو فروخت ہو رہی تھی۔ اس کا خط اس کے خط سے بھی بدتر تھا۔ تو اس نے کشادہ دلی سے اس کی قیمت دی اور اس کو ایک دینار اور ایک قیراط میں خرید لیا۔ اور اس کتاب کو لے کر آیا کہ فقہاء پر اپنی حجت قائم کرے جب وہ اس کو پڑھیں۔ جب یہ ان کے پاس آیا تو پھر انہوں نے اس کی بدخطی کا ذکر شروع کر دیا۔ اس نے کہا (تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ میرے خط سے زیادہ برا خط کوئی خط نہیں ہوسکتا) مجھے ایسا خط مل گیا ہے جو میرے خط سے بھی بھدا ہے اور میں نے اس کے خریدنے پر بہت بڑی قیمت صرف کی ہے تاکہ تمہارے اعتراضات سے چھٹکارا ملے اور وہ کتاب ان کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے اس کے صفحات الٹنے شروع کر دیئے۔ جب آخر پر نظر پڑی تو اس پر ان ہی حضرت کا نام لکھا ہوا تھا انہوں نے اس کتاب کو کبھی جوانی میں لکھا تھا، ان کو دکھایا تو بہت شرمندہ ہوئے۔

(۲۷۴) ایک دیہاتی مغنیہ کی شرمندگی :۔

ابوبکر نے بیان کیا کہ بصرہ میں ایک گانے والی تھی جس کی فیس پانچ دینار تھی اور خوبصورتی اور گانے میں بہت بڑھی ہوئی تھی۔ مگر اس میں یہ عیب تھا کہ وہ دیہاتی تھی۔ قاف کو کاف سے بدل دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ بصرے کے امراء میں سے ایک کے یہاں بلائی گئی اور گانا شروع کیا و مالی لاا بکی واندب ناقتی (اور میں کیوں نہ روؤں اور اپنی ناقہ پر نوحہ کیوں نہ کروں) اس نے اندب ناکتی کہا (ناکت۔ نکت۔ نکیت سے ہے۔ جس کے لحاظ سے یہ معنی ہوں گے کہ اپنے گرا دینے والے اور نقصان پہنچانے والے پر کیوں نوحہ نہ کروں) امیر نے کہا ہم نے پانچ دینار ٹھیک وزن کے تجھے دیئے لیکن تو اب بھی ہم پر نوحہ کر رہی ہے تو ہم نہیں چاہتے کہ تو ہمارے پاس ٹھہرے۔ پھر اس کو واپس کر دیا اور وہ مغنیہ شرمندہ ہوئی۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۸

ایسے لوگوں کا حال جو کوئی حیلہ کر کے آفت سے بچ گئے

(۲۷۵) حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک شاعر کا حیلہ کر کے بچنا:۔

ذکر کیا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کسی کار خاص پر مامور کیا جو قریش میں سے تھا اس کے متعلق آپ کو یہ اطلاع پہنچی کہ اس نے یہ شعر کہا:

اسقنی شربة الذ علیها
واسق بالله مثله ابن هشام

مجھے ایسی شراب پلا دے جس سے میں لذت حاصل کروں اور خدا کی قسم ویسی ہی ابن ہشام کو بھی پلا (چونکہ لفظ شربتہ سے متبادر معنی شراب کے ہوتے ہیں۔اس لئے شکایت کرنے والے نے آپ سے اس کی شکایت کی) اس شخص کو بھی اس کی اطلاع ہوگئی کہ اس کی شکایت اس بیت کی بناء پر کی گئی ہے تو اس نے اس کے بعد دوسرا بیت اور ملالیا (حضرت عمرؓ نے اس کو طلب کیا) جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا تو نے یہ شعر نہیں کہا۔ اسقنی شربتہ الخ اس نے عرض کیا ہاں اے المومنین (اس کے بعد یہ ہے)

عسلاً بارداً ابماء سحاب
انی لا احب شرب المدام

یعنی ایسا ٹھنڈا شہد جو بادل کے پانی سے میں ملالیا گیا ہو۔ کیونکہ میں شراب کو ناپسند کرتا ہوں۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم ،فرمایا کہ اپنے کام پر واپس جاؤ۔

(۲۷۶) مجھ سے زیادہ کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں:۔

عبید (ا) روایتہ الاشی سے مروی ہے کہ نعمان بن منذر سر زمین حیرہ میں آیا اور حیرہ

کی زمین بہت سرسبز تھی۔ عرب اس کو خد العذراء (محبوبہ کا رخسار) کہا کرتے تھے۔ اس میں درمنہ اور برنجاسف اور شب بوسی اور زعفران اور شقائق النعمان یعنی لالہ کے پودے اور راقحوان (بوبابونہ کی ایک قسم ہے) کھڑے ہوئے تھے۔ جب لالہ کی طرف سے گذرا تو وہ اس کو بہت پسند آیا اور حکم دیا کہ اگر کسی نے اس میں سے کچھ بھی اکھاڑا تو اس کے بازو اکھیڑ دیئے جائیں، کہتے ہیں اسی لئے لالہ کا نام شقائق النعمان مشہور ہو گیا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ ایک دن اس علاقہ کی سیر کرے گا۔ وہ حیرہ کی سیر کرتا ہوا نجف کے ایک جانب ایک نشیبی زمین کی طرف پہنچ گیا۔ اس کی نظر ایک بوڑھے پر پڑی جو اپنا جوتا سی رہا تھا تو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور چشم و خدم آگے بڑھ گیا تھا۔ اس نے بوڑھے سے سوال کیا۔ اے شیخ! تو کس قبیلہ کا ہے؟ تو اس نے کہا بکر ابن وائل کا۔ نعمان نے کہا، یہاں تیرا کام کیا ہے؟ اس نے کہا نعمان نے تمام چرواہوں کو بھگا دیا۔ سب نے دائیں بائیں کی راہ اختیار کی اور میں نے اس نشیبی علاقہ کو خالی پایا۔ اونٹیں بیاہ گئیں، بکریوں نے بچے دے دیئے اور گھی بہنے لگا۔ اس نے کہا کیا تو نعمان سے نہیں ڈرتا۔ اس نے کہا میں اس سے نہیں ڈرتا واللہ بسا اوقات میں نے اپنا یہ ہاتھ اس کی ماں کی ناف اور پیڑو کے درمیان پھیرا ہے وہ یعنی نعمان تو گویا (اس وقت) زمین میں گھسنے والے خرگوش کی طرح تھا۔ نعمان نے کہا بڈھے! تو (اور ایسی بکواس) اس نے کہا ہاں۔ اب نعمان کا چہرہ غصہ سے ہیجان میں آ گیا۔ اسی حال میں اس کا مقدمۃ الجیش سامنے آ گیا۔ انہوں نے نے کہا بادشاہ، خیرات ہے، ہم پریشان تھے۔ نعمان نے سر کے اوپر سے چادر اٹھائی تو نشانات شاہی نمایاں ہو گئے۔ پھر نعمان نے کہا او بڈھے تو نے کیسے وہ بکواس کی تھی تو اس نے کہا میں لعنت میں مبتلا ہوں۔ تمہیں میری اس بات کا اندیشہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ خدا کی قسم تمام عرب جانتا ہے کہ اس کی حدود کی مابین مجھ سے زیادہ کوئی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے تو نعمان ہنس کر گذر گیا۔

(۲۷۷) حکم بن ایوب کا حجاج کے سامنے حیلہ :۔

حجاج نے حکم بن ایوب کو جبر بن حبیب سے مانگا۔ اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر حوالہ کر دیا گیا تو یہ حکم کو تکلیف پہنچائے گا۔ جبر نے کہا کہ میں حکم کو ایسے حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ ان کا سر ہل رہا ہے، اس کے حلق میں پانی ڈالا جا رہا ہے۔ واللہ اگر اس کو تخت پر ڈال کر لایا گیا تو تمہاری ذات اس کی وجہ سے (لوگوں کی نگاہوں میں) عار بن جائے گی۔ (یہ حیلہ کارگر ہو گیا) اور ان سے کہہ دیا گیا کہ واپس جائے۔

(۲۷۸) عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث :۔

محمد بن قتیبہ نے عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک حدیث بیان کی ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل اور توریت میں ان کی تحریف اور تغیر کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے ایک عالم کا ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے تحریف اور تبدیل کر کے جب وہ نسخہ تیار کر لیا جس کو اللہ عزوجل کا کلام ظاہر کرنا شروع کیا تھا تو اس عالم نے ایک ورق لیا جس پر خدا کا اصل کلام لکھا ہوا تھا اور اس کو ایک سینگ میں رکھ کر اپنے گلے میں لٹکا لیا۔ پھر اس پر کپڑے پہن لئے (جب یہ گھڑی ہوئی کتاب لے کر) لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کیا تو اس پر ایمان رکھتا ہوں تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کتاب پر ایمان رکھتا ہے۔ ان کی مراد یہ تھی کہ اس کتاب پر جو سینگ میں رکھی ہوئی ہے۔ جب اس کی موت آ گئی تو لوگوں نے اس قبر کی کھولا تو وہ سینگ اور ورق ملا۔ اس وقت کہنے لگے کہ یہ اس پر ایمان لانا مراد لیا کرتا تھا۔

(۲۷۹) عبدالملک بن مروان کا ایک باغی :۔

اصمعی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ عبدالملک بن مروان کے سامنے ایک شخص لایا گیا جو بعض ایسے لوگوں کا ساتھی تھا جنہوں نے عبدالملک سے بغاوت کی تھی تو اس نے حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔ اس شخص نے کہا اے امیر المومنین

آپ کی طرف سے مجھے یہ جزا ملنی چاہیے اس نے کہا واللہ میں فلاں شخص کے ساتھ صرف آپ کی خیر خواہی کی وجہ سے ہوا تھا اور یہ اس بناء پر کہ میں ایک منحوس آدمی ہوں۔ میں نے اب تک جس کسی بھی کا ساتھ دیا وہ مغلوب ہوا اور دشمن کے مقابلہ سے بھاگا اور جو دعویٰ بھی کر رہا ہوں اس کی صحت آپ پر واضح بھی ہوگئی۔ میں آپ کے حق میں ان لاکھ آدمیوں سے زیادہ اچھا ہوں جو آپ کے ساتھ تھے۔ عبدالملک ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۸۰) خالد بن صفوان اور سفاح کی بیوی:۔

شبیب بن شبتہ سے مروی ہے کہ خالد بن صفوان تمیمی ابو العباس (سفاح) کے پاس پہنچا جو اس وقت تنہا تھا۔ کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین جب سے اللہ نے آپ کو خلافت سپرد کی میں اس تلاش میں تھا کہ مجھے ایسا تنہائی کا وقت ملے جیسا آج کی مجلس ہے۔ اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں کہ دروازہ بند کرنے کا حکم دے دیں جب میں بات سے فارغ ہو جاؤں تو کھولیں۔ سفاح نے حاجب کو اس کا حکم دے دیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں آپ کے بارے میں سوچتا رہا ہوں اور غور وخوض کرتا رہا ہوں۔ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو آپ سے زیادہ وسیع قدرت رکھتا ہو۔ عورتوں سے لطف اندوز ہونے میں اور آپ سے زیادہ کوئی تنگ عیاش بھی نہیں دیکھا کہ آپ نے اپنی ذات کا دنیا کی عورتوں میں سے صرف ایک عورت کو مالک بنا دیا اور اسی پر اکتفا کر رکھا ہے کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو آپ بھی بیمار اور اگر وہ غائب اور مکدر ہو تو آپ بھی غائب اور تنگدل، اور وہ منہ چلائے تو آپ بھی منہ چلائیں۔ اور اے امیر المؤمنین آپ نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے دنیا کی لڑکیوں کو اور ان کے مختلف حالات کی شناخت کو اور اس خاص لذت کے طریقوں کو جوان سے شہوت کے لئے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اے امیر المؤمنین ان میں بعض طویل قد و قامت کی عورتیں ہوتی ہیں جو اپنے جسم کو ٹھیک رکھنے کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

کچھ ایسی رنگ والی ہوتی ہیں جو بناؤ سنگھار کو بہت پسند کرتی ہیں اور کچھ عورتیں گندمی رنگ کی ہوتی ہیں جن کے لبوں پر سیاہی ہوتی ہے۔ بعض عورتیں زرد رنگ کی موٹے سرین والی ہوتی ہیں اور وہ عورتیں جو مدینہ کی پیدائش ہیں اور جو طائف اور یمامہ کی ہیں جو بہت شریں زبان اور نہایت حاضر جواب ہوتی ہیں اور نہ آپ بادشاہوں کی بیٹیوں کے حالات سے واقف اور اس سے کہ زیبائش و لطافت کے لئے ان کی کیا ضرورت ہیں۔ (بس آپ تو صرف ایک کے ہو رہے) اور خالد نے خوب زبان چلائی اور عورتوں کی قسموں اور ان کی صفات پر لمبی تقریر کی اور ابوالعباس کو ان کی طرف خوب رغبت دلائی۔ جب فارغ ہو گیا تو ابوالعباس نے کہا کہ کمبخت اس سے زیادہ خوبصورت کلام اب تک میرے کانوں نے نہیں سنا تھا۔ وہ سب باتیں پھر بیان کر میرا سننے کو دل چاہتا ہے۔ خالد نے اپنے کلام کو پہلے سے بھی زیادہ مرصع اور دلکش بنا کر لوٹا دیا۔ پھر چلا گیا اور ابوالعباس بیٹھا ہوا سوچتا رہا۔ اب اس کے پاس ام سلمہ آ پہنچی اور ابوالعباس یہ حلف کئے ہوئے تھا کہ ام سلمہ کے ہوتے ہوئے کسی عورت سے تعلق نہ رکھے گا اور اس کو پورا کر دیا۔ جب ام سلمہ نے اس کو سوچتے ہوئے پایا تو اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین میں آپ سے کہتی ہوں کہ کیا کوئی ناگوار بات پیدا ہو گئی یا کوئی ایسی خبر آئی ہے جس سے آپ تشویش میں پڑے ہوئے ہیں؟ ابولعباس نے کہا نہیں۔ جب وہ برابر پوچھتی ہی رہی تو ابوالعباس نے خالد کی گفتگو بیان کر دی۔ ام سلمہ نے کہا پھر آپ نے اس مادر بخطا کو کیا جواب دیا۔ ابولعباس نے کہا وہ صرف میری خیر خواہی کی ایک بات کر رہا تھا اور تم اسے گالیاں دیتی ہو؟ وہ وہاں سے اٹھ کر (غصہ سے بھری ہوئی) اپنے غلاموں کے پاس پہنچی اور ان کو حکم دیا کہ خالد کو ماریں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں (ابوالعباس کے) محل سے بہت خوش نکلا تھا اس گفتگو کے اچھے تاثرات کی بناء پر جو امیر المؤمنین سے ہوئی تھی اور مجھے انعام ملنے میں کوئی شک نہیں تھا تو اس دوران میں کہ میں (اپنے گھوڑے پر)

بیٹھا ہی تھا کہ کچھ لوگ مجھے پوچھتے ہوئے آئے۔ اب تو انعام کا مجھے یقین ہو گیا۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ میں ہوں کہ ایک ان میں سے لاٹھی لئے ہوئے میری طرف بڑھا۔ میں نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ (اس نے تعاقب کیا) اور مجھ سے مل گیا۔ اس کی لاٹھی گھوڑے کے پٹھے پڑی اور میں نے گھوڑا اور کدا دیا، پھر میں ان کے ہاتھ نہیں آیا اور میں اپنے گھر میں چند دنوں تک چھپا رہا اور میں نے قیاس کر لیا کہ یہ لوگ ام سلمہ کے بھیجے ہوئے تھے۔ ایک دن دفعتاً کچھ اور لوگوں نے مجھے آ گھیرا اور کہا اسے امیر المؤمنین کے پاس لے چلو۔ میرے دل میں تصور پیدا ہو گیا کہ یہ موت کا پیغام ہے۔ میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے کسی شیخ کا خون اپنے خون کی طرح ضائع ہوتا نہیں دیکھا۔ میں امیر المؤمنین کے محل کی طرف جانے کے لئے سوار ہو گیا اور وہاں پہنچ کر ایسے حال میں امیر المؤمنین سے ملاقات ہوئی کہ وہ تنہا تھے اور نشست گاہ پر میری نظر گئی تو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ باریک پردوں سے محدود ہو رہا تھا اور پردہ کے پیچھے میں نے کچھ کھسکھاہٹ بھی محسوس کی۔ ابو العباس نے کہا ارے تم نے امیر المؤمنین کے سامنے جو صفات (عورتوں) کی بیان کی تھیں۔ ان کو پھر بیان کرو۔ میں نے کہا۔ بہت اچھا اے امیر المؤمنین۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ عرب نے تلفظ ''ضرتین'' (سوتنیں) ''ضرر'' (نقصان) سے بنایا ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جس کے پاس ایک سے زیادہ عورتیں ہوں گی مگر یہ کہ وہ نقصان اٹھائے گا اور مکدر رہے گا۔ ابو العباس نے کہا گفتگو میں یہ بات تو نہیں تھی۔ میں نے کہا ضرور آئی تھی اے امیر المؤمنین اور میں نے آپ سے کہا تھا کہ تین عورتوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہانڈی کے جوش کی طرح ابلتی ہی رہتی ہیں (اور مرد کے لئے ایک مصیبت بن جاتی ہیں) ابو العباس نے کہا میں رسول ﷺ کی قرابت (کے فضائل) سے محروم ہو جاؤں اگر میں نے تجھ سے یہ بات سنی ہو۔ یا اس کا اس وقت ایسا کوئی ذکر بھی آیا ہو۔ میں نے کہا اور میں نے آپ سے کہا تھا اے امیر

المؤمنین کہ چار بیویاں تو ایک شوہر کے لئے (چار) شر کا مجموعہ ہیں۔ اس کو جلد بوڑھا اور بیکار بنا چھوڑیں گی۔ ابو العباس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے تجھ سے یہ بات بھی نہیں سنی۔ میں نے کہا واللہ ضرور سنی۔ ابو العباس نے کہا کیا تو مجھے جھٹلا رہا ہے، میں نے کہا کیا آپ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ ہاں واللہ، اے امیر المؤمنین کنواری باندیاں تو مرد ہوتی ہیں بس اتنا فرق ہے کہ ان میں سے کوئی خصی نہیں ہوتا (اور مردوں میں خصی ہوتے ہیں) خالد کہتا ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے ہنسنے کی آواز محسوس کی۔ پھر میں نے کہا۔ ہاں واللہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے پاس (گلستان) قریش کی ایک (خوبصورت) کلی ہے (اس کے ہوتے ہوئے) آپ دوسری عورتوں اور کنیزوں پر نظر ڈال رہے ہیں۔ خالد کہتے ہیں کہ اس پر پردہ کے پیچھے سے مجھ سے کہا گیا اے چچا خدا کی قسم تو نے سچ کہا ہے تو نے اس سے یہی گفتگو کی تھی مگر اس نے تیری بات کو بدل دیا اور ان ہونی باتیں تیری طرف سے کہہ دیں۔ ابو العباس نے کہا کمبخت تجھے خدا غارت کرے کیا ہو گیا (ایک بات بھی سچ نہ بولا) پس میں وہاں سے فوراً کھسک گیا۔ پھر میرے پاس ام سلمہ نے دس ہزار درہم اور ایک گھوڑا اور عمدہ کپڑوں کا بکس بھیجا۔

(۲۸۱) ابو محجن کی دینار والی بیوی:۔

ایوب بن عبایہ کہتے ہیں کہ مجھ سے بنی نوفل بن عبد مناف کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب اس کے پاس مال کا جس قدر حصہ آتا تھا وہ آ گیا اور اس کے پاس صرف ایک بیوی ام محجن تھی اور وہ سیاہ رنگ تھی تو دل میں گورے رنگ کی عورت کا اشتیاق ہوا تو ایک ایسی عورت سے نکاح کیا جو شریف الطبع گورے رنگ کی تھی۔ اس پر ام محجن غضب ناک ہو گئی اور شوہر کے بارے میں اس پر غیرت غالب آ گئی تو شوہر نے اس سے کہا اے ام محجن بخدا اب میں اس درجہ بھی نہیں ہوں کہ تم کو میرے بارے میں غیرت پیدا ہو کیونکہ میں خاصا بوڑھا ہو چکا ہوں اور نہ تم پر غیرت کی

جاسکتی ہے کیونکہ تم بھی خاصی بڑھیا ہو چکی ہو اور نہ تم سے زیادہ کسی کا مجھ پر حق ہے، تمہیں اس امر کا خیال دل سے ہٹا دینا چاہئے اور اس بنا پر مجھ سے رنجیدہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ خوش ہو گئی اور اس کا دل ٹھہر گیا۔ پھر چند روز کے بعد اس سے کہا کہ کیا تم مناسب سمجھتی ہو کہ میں اس نئی بیوی کو بھی تمہارے ساتھ ہی رکھوں کیونکہ مل کر بیٹھنا زیادہ اچھا ہے اور انتظام امور میں خوبی کا باعث ہوتا ہے اور عیب جو لوگوں کو اس سے طعنہ زنی کا موقع نہیں رہتا۔ ام محجن نے کہا مناسب ہے، ایسا کر لیجئے۔ اور اس نے اس کو ایک دینار دیا اور یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری بڑائی اس پر قائم رہے اور وہ نہ محسوس کرے تم تنگ دل ہو اس لئے تم اس کے لئے کوئی خاص چیز اس دینار سے خرید کر بنا لینا جب وہ کل تمہارے پاس آئے۔ پھر وہ نئی بیوی کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کل تمہیں ام محجن کے ساتھ رکھوں اور وہ تمہاری عزت کرے گی اور مجھے یہ گراں معلوم ہوتا ہے کہ ام محجن تم سے بڑھی ہوئی ثابت ہو تو یہ دینار لو اور اس سے اس کے لئے کوئی ہدیہ لے جانا جب تم صبح کو وہاں جاؤ تا کہ تمہاری طرف سے اس کو یہ خیال نہ ہو سکے تو تنگدل ہو اور ام محجن سے اس دینار دینے کا کوئی ذکر نہ کرنا۔ پھر اپنے ایک خیر خواہ دوست سے ملا اور اس سے کہا کہ کل سے میں اپنی نئی بیوی کو ام محجن کے پاس ہی رکھنا چاہتا ہوں تو تم کل صبح میرے پاس آ کر سلام علیک کرنا میں تمہیں ناشتہ کے لئے بٹھاؤں گا۔ جب تم کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو تم مجھ سے سوال کرنا کہ تم کو دونوں بیویوں میں کس سے زیادہ محبت ہے۔ میں اس سوال پر کچھ چونکوں گا اور برہمی کا اظہار کرتے ہوئے جواب سے انکار کر دوں گا تو تم مجھے قسم دے دینا۔ جب اگلا دن ہوا تو نئی بیوی آ کر ام محجن سے ملی اور وہ دوست بھی آ نکلے تو اس نے اس کو بٹھا لیا۔ جب دونوں ناشتہ سے فارغ ہو چکے تو وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے کہا اے ابو محجن میں آپ سے یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کو دونوں بیویوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے۔

ابو محجن نے کہا سبحان اللہ، مجھ سے آپ ایسی بات ایسے وقت پوچھ رہے ہیں کہ وہ دونوں سن بھی رہی ہیں۔ ایسی بات کبھی کسی نے نہیں پوچھی۔ اس نے کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ یہ ضرور مجھے بتانا ہوگی نہ تم کو معذور کہوں گا اور نہ کوئی دوسری بات قبول کروں گا بجز اس کے۔ ابو محجن نے کہا تم اس حد پر آ گئے تو سن لو کہ مجھے دونوں میں سے دینار والی سے زیادہ محبت ہے۔ واللہ میں اتنی بات سے آگے اور کچھ نہ کہوں گا۔ دینار تو دونوں میں سے ہر ایک کو دیا گیا تھا جو خوش ہو کر ہنس رہی تھیں اور ہر ایک کا یہ گمان تھا کہ اس نے قول سے مجھے ہی مراد لیا ہے۔

(۲۸۲) قاضی ابوالحسین بن عتبہ اور اس کی بیوی:۔

مجھ سے قاضی ابوالحسین بن عتبہ نے بیان کیا کہ میرے چچا کی بیٹی صاحب ثروت تھی اور میں نے اس سے نکاح کر لیا۔ میں نے نکاح کے لئے اس لئے ترجیح نہیں دی تھی کہ وہ خوبصورت ہوگی بلکہ مجھے صرف اس کے مال سے امداد حاصل کرنا تھی اور ایک نکاح میں نے پوشیدہ طور پر رکھا تھا۔ جب وہ اس کو تاڑ گئی تو وہ مجھے چھوڑ گئی اور نگاہ پھیر لی اور مجھ کو اس نے اس پر تنگ کرنا شروع کر دیا کہ میں اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دوں پھر وہ میرے یہاں واپس آ سکتی ہے۔ میرے ساتھ یہ معاملہ کچھ لمبا کھینچ گیا اور میں نے ایک ایسی خوبصورت لڑکی سے نکاح کیا تھا جو میری طبیعت کے بالکل موافق تھی۔ میرے ساتھ نباہ کرنے والی تھی۔ ابھی وہ میرے ساتھ تھوڑا ہی عرصہ گذرا نے پائی تھی کہ اس کے خلاف میری چچا کی بیٹی نے کوشش شروع کر دی اور اس نے مجھ کو سختی اور تنگی میں مبتلا کر ڈالا۔ میرے لئے یہ بات آسان نہ تھی کہ میں اس لڑکی سے مفارقت اختیار کرلوں (اب میں نے ایک تدبیر کی) میں نے اس (چھوٹی بیوی) سے کہا کہ ''پڑوسنوں سے اعلیٰ درجہ کا ایک ایک کپڑا مستعار لے کر اپنا پورا جوڑا کرلو اور اس کو عنبر کی دھونی دو اور اس میرے چچا کی بیٹی کے پاس پہنچو اور اس کے سامنے بیٹھ کر رونا شروع کر دو اور اس کو خوب دعائیں دو اور اس کے سامنے

بہت گڑگڑاؤ یہاں تک کہ وہ پگھل جائے۔ پھر جب تم سے تمہارا حال پوچھے تو تم یہ کہنا کہ میرے چچا کے بیٹے نے مجھ سے نکاح کیا اور ہر وقت میرے سر پر ایک سوکن لاکر بٹھاتا رہتا ہے اور میرا روپیہ ان پر خرچ کرتا رہتا ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ آپ قاضی صاحب سے میری امداد کی سفارش کردیں اور میرا انصاف اس سے کرائیں۔ میں اس کے خلاف قاضی صاحب کے دعویٰ کرنا چاہتی ہوں تو وہ ضرور تجھے میرے پاس لے کر آئے گی۔'' چنانچہ یہ سب کچھ کیا، جب وہ اس کے پاس جا کر مسلسل روتی رہی تو اس کو اس پر رحم آ گیا اور اس نے کہا خود قاضی تیرے شوہر سے بھی بدتر ہے وہ بالکل یہی معاملہ میرے ساتھ کر رہا ہے اور اٹھ کر میرے پاس پہنچی۔ جب کہ میں اپنی خاص نشست گاہ میں تھا اور غصہ میں بھری ہوئی اور اس لڑکی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی۔ کہنے لگی اس بدنصیب کا حال بھی میرے ہی جیسا ہے۔ اس کی بات سن کر اور اس کا انصاف کر۔ میں نے کہا دونوں اندر آ جاؤ تو دونوں داخل ہوگئیں۔ میں نے لڑکی سے کہا تیرا کیا معاملہ ہے؟ تو اس نے وہی طے شدہ داستان بیان کردی۔ میں نے اس سے کہا کیا تیرے چچا کے بیٹے نے تجھ سے اقرار کیا ہے اس نے تیرے اوپر دوسری بیوی کرلی۔ اس نے کہا نہیں واللہ، اور وہ کیسے اقرار کرسکتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میں اس کو برداشت نہیں کرسکتی۔ میں نے کہا کیا تو نے خود اس عورت کو دیکھا ہے اور تو اس کے مکان اور اس کی صورت سے واقف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ میں نے کہا اے عورت خدا سے ڈر اور جو کچھ ایسی باتیں تیرے کانوں میں پڑیں ان کو قبول نہ کیا کر کیونکہ حاسد بہت ہوتے ہیں اور عورتوں کو خراب کرنے کے خواہش مند بکثرت ہیں اور حیلہ بازی اور دوسروں کو جھوٹا بنانا (بہت پھیل چکا ہے) دیکھ یہ میری بیوی ہے، اس سے کسی نے کہہ دیا ہے کہ میں نے ایک اور بیوی کرلی ہے۔ حالانکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اس دروازے سے باہر میری کوئی بیوی ہو تو اس پر بلا شرط تین طلاق (یہ سنتے ہی) میرے چچا کی بیٹی اٹھی اور اس نے میرے سر

کو بوسہ دیا اور کہنے لگی معلوم ہو گیا کہ قاضی صاحب تمہارے اوپر تہمت لگائی تھی (اس ترکیب سے)میری وہ دوسری بیوی بچ گئی کیونکہ دونوں میرے سامنے موجود تھیں۔

(۲۸۳)انتقام عدل ہے اور درگزر افضل ہے :۔

اصمعی سے مروی ہے کہ ایک شخص کو جو کسی قصور سے سزا دیئے جانے کے قابل تھا منصور کے سامنے پیش کیا گیا۔اس نے کہا اے امیر المؤمنین انتقام (یعنی بدلہ لینا) ''عدل'' ہے اور خطاؤں سے درگذر کرنا ''فضل'' ہے (یعنی وہ او نچے درجہ کی صفت ہے)اور ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں کہ امیر المؤمنین دونوں میں سے بلند درجہ کی بات کو چھوڑ کر اپنی ذات کے لئے پست مقام کی صفت کو ترجیح دیں۔منصور نے اس کو معاف کر دیا۔

(۲۸۴)سراقہ بن مرداس البارقی کی اسیری :۔

ابوالحسن مدائنی سے مروی ہے کہ احمد بن سمیط نے پانچ سو آدمیوں کو قید کر کے مختار کے سامنے پیش کیا۔اس نے ان میں سے دوسو چالیس کو قتل کیا اور بعض کو قید کیا اور بعض کو احسان رکھ کر رہا کر دیا۔قیدیوں میں سراقہ بن مرداس البارقی بھی تھا۔پھر اس کے قتل کا حکم دیا۔سراقہ نے کہا نہیں واللہ تو مجھے قتل مت کر جب تک میں خود تیرے ساتھ مل کر اپنے گھر کی اینٹ اینٹ نہ ڈھادوں۔مختار نے کہا تجھے کیسے معلوم ہو گیا۔اس نے کہا اخبار صادقہ سے جو پیشگوئی کرنے والی کتابوں میں درج ہیں تو مختار نے عبداللہ بن کامل اور ابی عمرہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہمارے اسرار کو کون تحقیق کرے گا اور حکم دیا کہ اس سے تخلیہ میں گفتگو کریں۔تنہائی میں سراقہ نے کہا کہ ہم کو ایسی قوم نے قید کیا ہے جس کو ہم نہیں دیکھتے۔انہوں نے کہا وہ یہی لوگ (ہمارے ساتھی)ہیں جو خدا کے سپاہی ہیں۔سراقہ نے کہا نہیں واللہ ہمیں ایسی قوم نے قید کیا تھا جن کے سروں پر سرخ عمامے تھے وہ ابلق گھوڑوں پر سوار تھے اور آسمان اور زمین

کے درمیان اڑ رہے تھے۔ مختار نے کہا یہ اللہ کے فرشتے تھے۔ اے سراقہ یہ واقعہ لوگوں کو بتا دے (سراقہ کہتا ہے کہ) پھر میں نے مینار پر چڑھ کر لوگوں کو یہ قصہ سنایا اوران سے قسم کھا کر بیان کیا۔ اس کے بعد میں رہا کر دیا گیا۔

(۲۸۵) عباس بن ابی سہل الساعدی کی مسلم بن عقبہ سے گفتگو:۔

ابن عیاض کہتے کہ جنگ حرہ کے دن عباس بن سہل بن سعد الساعدی کے لئے مسلم بن عقبہ سے امن کی درخواست کی گئی تو مسلم کے پاس ان کو امن دینے سے لایا گیا۔ عباس نے کہا اللہ امیر کو سلامت رکھے واللہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی تھال آپ کے والد ماجد کی ہے اور وہ اس طرح حرہ تشریف لایا کرتے تھے کہ ان پر ایک منقش قیمتی چادر ہوتی تھی اور آ کر حرہ کی نشست گاہ میں بیٹھتے تھے۔ پھر بڑی تھال اپنے سامنے اور حاضرین کے سامنے رکھتے تھے۔ مسلم نے کہا تو نے سچ کہا اسی طرح ہوتا تھا۔ تجھ کو امن دیا جاتا ہے۔ پھر کسی نے عباس سے پوچھا کہ کیا درحقیقت مسلم کا باپ ایسا ہی تھا جیسا تم نے بیان کیا تھا۔ عباس نے کہا نہیں، خدا کی قسم میں نے تو حرہ میں اس کو ایسی بری حالت میں دیکھا ہے کہ جب وہ موجود ہوتا تھا تو صرف اسی کی نسبت سے یہ اندیشہ ہوا کرتا تھا کہ ہمارے گھوڑوں کی رکاب یا اور کوئی سامان چرا لے جائے اور کسی کی نسبت نہیں (یعنی اس کی سب سے بدتر حالت تھی)

(۲۸۶) ہارون الرشید کے دربار میں اصمعی کا رشید کی بیٹی کے سر پر بوسہ دینا:۔

اصمعی کا بیان ہے کہ ہے ایک مرتبہ رشید نے مجھے بلا کر بھیجا، جب میں پہنچا تو میں نے ایک لڑکی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ رشید نے کہا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا تو کہا یہ مواسہ ہے امیر المومنین کی بیٹی۔ تو میں نے اس کو اور امیر المومنین کو دعائیں دیں۔ رشید نے کہا، ہاں اس کے سر کو بوسہ دو۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے ایسا کر لیا تو پھر اس پر غیرت کا غلبہ ہوگا اور یہ پھر مجھے قتل کر ڈالے گا اور اگر

میں کہنا نہیں مانتا تو عدول حکمی کی بناء پر نہ چھوڑے گا تو میں نے اپنی آستین کو اس لڑکی کے سر پر رکھا اور اس آستین کو بوسہ دیا۔ ہارون نے کہا واللہ اے اصمعی اگر تو اس وقت خطا کر جاتا تو مجھ سے قتل ہو جاتا۔ حکم دیا کہ اس کو دس ہزار درہم دیئے جائیں۔

(۲۸۷) خوراج کی بے عقلی:۔

ابن البہول سے مروی ہے کہ ابوحذیفہ واصل بن عطار ایک قافلہ کے ساتھ سفر کے ارادہ سے نکلے۔ اس اثناء میں ان کا راستہ خارجیوں کے ایک لشکر نے روک لیا۔ واصل نے اہل قافلہ سے کہا ان سے کوئی بات نہ کرے اور ان سے گفتگو کے لئے صرف مجھے ہی چھوڑ دو۔ پھر واصل ان کے پاس پہنچے۔ جب ان سے قریب ہوئے تو خوارج نے حملہ کرنا چاہا تو انہوں نے کہا کہ تم نے کیسے اس (حملہ) کو حلال سمجھ لیا۔ حالانکہ تم کو یہ خبر بھی نہیں کہ ہم کون ہیں اور یہاں کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم مشرکین کی قوم میں کے ہیں۔ ہم تمہارے پاس مستجیر بن کر کلام اللہ سننے آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ حملہ کرنے سے فوراً رک گئے اور ایک شخص نے ان میں سے اہل قافلہ کے ساتھ قرأت قرآن شروع کر دی۔ جب قرأت سے وہ رکا تو واصل نے کہا ہم نے کلام اللہ سن لیا، اب ہم کو ہمارے ٹھکانے پر پہنچاؤ تا کہ ہم اس پر غور کریں اس پر کہ دین میں کیسے داخل ہوں (اس کے لئے غور اور تدبیر ضروری ہے) تو اس لشکر نے کہا یہ واجب ہے چلو (وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ) تو ہم چل دیئے اور واللہ خوراج ہمارے ساتھ ہماری حفاظت کے لئے کئی کوس تک آئے۔ یہاں تک ہم شہر کے قریب پہنچ گئے جہاں ان کا غلبہ نہ تھا، پھر واپس ہو گئے۔

(۲۸۸) میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل ہوتا ہوں:۔

ابواسحٰق جہمی کہتا ہے کہ جب حجاج (ملک میں) پھرتا تھا تو اس نے اپنے غلام سے کہا

کہ آؤ ہم بھیس بدل لیں اور اندازہ کریں کہ لوگوں کا ہماری نسبت کیا خیال ہے؟ تو دونوں نے بھیس بدل دیا اور نکل گئے۔ اس کا گذر ا ابولہب کے غلام مطلب پر ہوا۔ انہوں نے اس سے کہا اے شخص کچھ حجاج کا حال جانتا ہے؟ اس نے کہ حجاج پر خدا کی لعنت۔ انہوں نے کہا کہ وہ یہاں سے کب نکلے گا؟ اس نے جواب دیا خدا اس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لے، مجھے کیا خبر۔ حجاج نے کہا، کیا تو مجھے جانتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حجاج نے کہا، میں حجاج بن یوسف ہوں۔ مطلب نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ حجاج نے کہا نہیں۔ اس نے کہا میں مطلب ہوں۔ ابولہب کا غلام۔ سب جانتے ہیں میں ہر مہینہ میں تین دن پاگل رہتا ہوں اور آج ان کا پہلا دن ہے۔ تو اس کو چھوڑ دیا اور گذر گیا۔

(۲۸۹) حجاج بن یوسف اور ابوثور کا مکالمہ:۔

ابوالحسن بن ہلال الصابی سے حکایت مروی ہے کہ ایک دن حجاج اپنے لشکر سے جدا ہو گیا۔ وہ ایک باغ والے کے پاس پہنچا جو اپنی جائیداد (درختوں) کو پانی دے رہا تھا۔ حجاج نے اس سے کہا حجاج کی حکومت میں تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا خدا اس پر لعنت بھیجے، نیک لوگوں کا قاتل اور کینہ ور ہے۔ اللہ اس سے جلدی بدلہ لے۔ اس نے کہا کہ کیا مجھے پہچانتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ بولا حجاج ہوں۔ تو اس نے دیکھا کہ اس کا خون خشک ہونے لگا۔ پھر اس نے اپنا ڈنڈا سنبھالا جو اس کے ساتھ تھا اور کہنے لگا تو مجھے پہچانتا ہے؟ حجاج نے انکار کیا۔ بولا کہ میں ابوثور مجنوں ہوں اور آج میرے جنون کے دورے کا دن ہے اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا اور بلبلانے لگا اور جوش کا اظہار کرنے لگا اور اس نے ڈنڈا اپنے سر مارنے کا ارادہ کیا۔ حجاج یہ

کہا اے معزز عرب حجاج کیسا ہے؟ اس نے کہا ظالم ہے، غاصب ہے۔حجاج نے کہا، پھر تم عبدالملک (خلیفہ) کے پاس اس کی شکایت کیوں نہیں لے گئے؟ اس نے جواب دیا کہ خدا اس پر لعنت کرے، وہ اس سے بھی بڑا ظالم ہے اور غاصب ہے۔اتنے میں اس کا لشکر آ پہنچا تو حجاج نے حکم دیا کہ اس بدوی کو بھی سوار کرلو۔ انہوں نے کرلیا۔اس نے ان لشکر والوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا حجاج۔یہ سن کر بدوی نے حجاج کے پیچھے گھوڑا دوڑایا اور آواز دی کہ اے حجاج۔اس نے کہا کیا ہے؟ بدوی نے کہا، دیکھنا وہ جو ہمارے تمہارے درمیان راز کی بات ہوئی تھی وہ کسی سے کہہ نہ دیجئے۔اس پر حجاج ہنس پڑا اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۱) دوستی کے ساتھ بے تکلف باتیں کرنے کا حق:۔

حجاج ایک اعرابی سے جنگل میں ملا، اس نے اپنے بارے میں اور اپنے عاملوں اور کارندوں کے بارے میں سوال کیا۔اس نے ہر بات کا ناگوار جواب دیا۔اس سے حجاج نے کہا، خدا مجھے قتل کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں (اعرابی اب سمجھا کہ یہ خود حجاج ہی ہے) کہنے لگا پھر استر سال یعنی دوستی کے ساتھ بے تکلف باتیں کرنے کا حق کہاں گیا؟ حجاج نے کہا وہ حق موزوں ہے تیرے لئے۔تو نے کیسے اچھے طریقہ پر خلاصی کی راہ نکالی اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۲۹۲) ابوالحسین السمارک کا خوبصورتی سے اپنی بے علمی کو چھپانا:۔

ابوالحسین بن السمارک لوگوں کے سامنے شہر کی مسجد جامع میں تقریر کیا کرتے تھے اور علوم متعارفہ میں سے الا ماشاءاللہ بہتر طور پر کچھ حاصل نہ کیا تھا۔محض طبعی باتیں مذہب صوفیہ پر کیا کرتے تھے۔ان کو ایک رقعہ لکھا گیا کہ کیا فرماتے ہیں فقہاء کرام اس صورت میں کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے فلاں فلاں وارث چھوڑے؟ تو انہوں نے اس کو کھولا اور غور سے پڑھا۔جب اس کو دیکھا کہ فرائض کا سوال ہے تو اس کو ہاتھ سے پھینک دیا اور کہا میں اس قوم کے مذہب پر کلام کرتا ہوں کہ جب وہ

مرتے ہیں تو ان کی ملک میں کچھ نہیں ہوتا۔ حاضرین کو ان کی تیزی عقل سے حیرت ہوئی (کہ کس خوبصورتی سے اپنی بے علمی کو چھپایا۔)

(۲۹۳) والی مدینہ اور مزید کا خواب:۔

بیان کیا گیا کہ مزید ایک والی مدینہ کے یہاں (ایک وقت معین پر روزانہ) آیا کرتا تھا۔ ایک دن دیر سے پہنچا۔ والی نے پوچھا کہ آج اتنی دیر کیوں کی؟ تو جواب دیا کہ مجھے عرصہ سے ایک اپنے ہمسایہ عورت سے محبت تھی۔ آج کی رات میں مقصد میں کامیاب ہو سکا اور اس پر میں نے قابو پالیا۔ یہ سن کر والی غضب ناک ہو گیا اور کہنے لگا کہ واللہ تیرے اقرار سے ہم تجھ کو ضرور ماخوذ کریں گے۔ جب مزید نے دیکھا کہ والی کی گفتگو سنجیدہ ہے (اور یہ ضرور ماخوذ کرے گا) تو کہنے لگا کہ میری پوری بات تو سن لیجئے۔ والی نے کہا وہ کیا؟ کہنے لگا جب صبح ہوئی تو میں تعبیر دینے والے کی جستجو میں نکلا جو میرے خواب کی ٹھیک تعبیر دے سکے۔ اب تک میں کامیاب نہ ہو سکا۔ والی نے پوچھا کیا وہ باتیں تو نے خواب میں دیکھی تھیں۔ اس نے کہا ہاں، تو اس کا غصہ جاتا رہا۔

(۲۹۴) جھوٹی شہادت اور دھوکے باز کا قول:۔

ابو الفضل الربعی نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ ایک دن مامون الرشید نے جب کہ وہ غضبناک تھا ابو دلف سے کہا تو وہی ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے یہ کہا ہے:

انما الدنیا ابو دلفٍ

عند مغزاہ، ومحتضرہ

فاذا ولّی ابو دلفٍ

ولت الدنیا علی اثرہ

ابو دلف دنیا ہی ہے خواہ سفر کرے یا اقامت کرے تو جب ابو دلف پیٹھ پھیر کر چلا جائے تو دنیا ہی اس کے نشان قدم پر چلی جاتی ہے۔

ابو دلف نے کہا اے امیر المؤمنین یہ جھوٹی شہادت اور ایک دھوکہ باز کا قول ہے جو چاپلوس گداگر ہے اور صرف پیسہ کا طالب اور اس سے زیادہ میرا بھانجا ہے جس نے یہ کہا ہے:۔

دعینی اجوب الارض فی طلب الغنی
فلا الکرخ الدنیا ولا الناس قاسم

مجھے چھوڑ دے کہ میں تلاش کے لئے زمین کو چھان ماروں کیونکہ دنیا کوئی تالاب (میں بھرا ہوا پانی) نہیں اور مخلوق تقسیم کرنے والی نہیں۔ یہ سن کر مامون ہنس پڑا اور اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

(۲۹۵) عزہ کا عاشق کثیر کا حیلہ:۔

منقول ہے کہ عزہ اور بثینہ ایک جگہ بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں کہ سامنے سے کثیر آتا ہوا دکھائی دیا (جو عزہ کا عاشق تھا) تو بثینہ نے عزہ سے کہا کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھ پر عیاں کر دوں کہ کثیر تیری محبت میں سچا نہیں ہے۔ عزہ نے کہا ضرور بثینہ نے کہا پھر تو خیمہ میں چلی جا۔ وہ چلی گئی۔ اتنے میں کثیر قریب آ گیا اور بثینہ کے سامنے ٹھہر کر اس سے سلام علیک کی۔ بثینہ نے اس سے کہا کہ عزہ نے تجھ میں اتنی طاقت باقی نہیں چھوڑی کہ کوئی اور تجھ سے لطف اندوز ہو سکے۔ کثیر نے کہا واللہ اگر عزہ میری باندی ہوتی تو میں اس کو تجھے ہبہ کر دیتا۔ بثینہ نے کہا اگر تو سچا ہے تو اس مضمون کو شعر میں کہہ دے، اس نے کہنا شروع کیا:

رمتنی علی عمد بثینة بعد ما
تولی شبابی وارحجن شبابها

مجھ پر تیر چلایا قصداً بثینہ نے بعد اس کے کہ میرا شباب رخصت ہو گیا اور میں اس کے شباب کو پسند کر رہا ہوں

بعین تجاوبن لو رقر قتها

لـــنــوء الثـــريـــا لااستهـــل ســـحــــابهـــا

ایسی آنکھوں سے جو بڑی بڑی ہیں کہ اگر ان میں آنسو بھر لائے، منزل ثریا کے سامنے تو وہ بھی اپنے بادل برسانے لگے۔ جو اشعار سن کر عزہ نے جلدی سے پردہ ہٹا دیا اور اس سے کہا اے بے ہودہ میں نے تیرے دونوں شعر سن لئے۔ کثیر نے کہا تیسرا ابھی تو سن لے، اس نے کہا وہ کیا ہے تو کثیر نے کہا:

ولـــكـــنـــمـــا تـــرمـيـن نـفـســـاً سـقـيـمـة

لـــعـــزة مـــنـهـــا صـــفـــروهـــا ولـبـــابهـــا

اور لیکن تو ایسے نفس پر تیر چلا رہی ہے جو بیمار ہے اور عزہ سے ہی اس کی تندرستی اور قوت وابستہ ہے۔ (یہ شعر سن کر عزہ کا جوش ٹھنڈا ہو گیا اور اس کے عذر کو پسندیدہ خیال کیا۔

(۲۹۶) معاویہ بن ستار کا نیند میں بڑبڑانا:

ابو ہلال عسکری نے ذکر کیا کہ ایک شخص کو ایک ایسی عورت سے محبت تھی جس کا شوہر غائب تھا اور وہ اس کے پاس اطمینان سے آیا کرتا تھا (ایک رات) اچانک شوہر آ پہنچا اور اس نے اس شخص کو سوتے ہوئے دیکھا اور عورت سمجھ کر اس کے دونوں پاؤں پکڑ لئے۔ یہ شخص فوراً تلوار پر لپکا، پھر اس کے پڑوس میں ایک شخص معاویہ بن ستار رہتا تھا۔ اس نے اس کو آواز دے کر کہا اے معاویہ کیا میرا کام ختم ہو گیا (مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ اب گھر تنہا نہیں رہا، گھر والا آ گیا ہے) شوہر نے سمجھ لیا کہ اس کام پر (یعنی یہاں لیٹنے پر) لگایا گیا تھا اور معاویہ نے یہ سمجھ لیا کہ وہ یوں ہی نیند میں بڑبڑا رہا ہے۔ اس نے جواب دے دیا ہاں تو سربلند (کامیاب) ہو گیا، شوہر نے مطمئن ہو کر اسے چھوڑ دیا۔

(۲۹۷) جوش کی حالت میں ہوش کھو بیٹھنا:۔

ابوالحسن بن الصابی نے بیان کیا کہ ایک مغنیہ نے مہدی کے سامنے گانا شروع کیا:

ما نقموا من بني امية لا

انهم سيفهون اذ غضبوا

بنی امیہ سے لوگوں کو اس لئے پرخاش ہوگئی کہ وہ جوش کی حالت میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں۔

مغنیہ سے کہا گیا کہ تو نے غلطی کی۔ اس نے جواب دیا کہ میری غلطی ہی مجھے یہ شعر یاد دلایا کرتی ہے تو میں نے اس کی اصلاح اسی سے کی جو تم نے سنا ہے۔

--------The End---------